العشق نارا یحرق ماسواء المحبوب

مقالات عشق حقیقی و مجازی

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بزم عشاق

ادارہ نجم الھدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ نیو پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد
0300-6661755

مقالات عشق حقیقی و مجازی

حسن ترتیب

بزم عشاق

ادارہ نجم الھدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ نیو پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد
0300-6661755

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

اما بعد

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامات محبت

محترم قارئین کرام! محبت کی علامتیں بیشمار ہیں' مگران کا مشاہدہ دیدۂ محبت ہی سے ہوسکتا ہے۔ یہاں ان چند علامتوں کا ذکر کرتے ہیں تاکہ محبِ صادق کی تمیز مدّعی محبت سے ہوجائے۔

☆ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ المحبۃ شجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السمآء وشجارھا تظھر فی القلب واللسان والجورح ''محبت ایک پاک درخت ہے اس کی جڑیں مضبوط ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچ گئی ہیں اور اس کے پھل قلب زبان اور اعضاء میں ظاہر ہوتے ہیں''۔

☆ جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اس کے دل میں دنیا و آخرت کی محبت نہیں رہتی۔ اللہ قادروکریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی۔ یاعیسیٰ انی اذا اطاعت علی قلب عبد فلم اجلا فیه حب الدنیا والآخرۃ ملأته حبی ''اے عیسیٰ (علیہ السلام) جب میں بندہ کے قلب سے واقف ہوتا ہوں اور اس میں دنیا و آخرت کی محبت کو نہیں پاتا ہوں تو اس کو اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں''۔

☆ داؤد علیہ السلام کے اخبار میں آیا ہے۔ یاداؤد انی حرمت علی القلوب ''اے داؤد میں نے دلوں پر اس چیز کو حرام کردیا ہے کہ ان ید خلھا حبی وحب غیری'' ان میں میری محبت اور میرے غیر کی محبت داخل ہو۔ کسی شیدائی کا قول ہے۔

بردیش تانظر کردم ' دل ازکونین برکندم
بریدم از ھمہ عالم ' چوشد بادوست پیوندم

شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس جذبہ کو خوب ادا کیا ہے۔

گر دنیا و عاقبت بیارند
کیں ھر دو بگیر و دوست بگزار
مایوسف خود نمی فرد شیم
تو سیم سپید خود نگھدار

یہ ہوسکتا ہے کہ محبت الٰہی شفقت ہر خلق کے ساتھ ایک دل میں جمع ہو اور بعض کو یہ محبت نظر آئے اس کے شفقت ہونے کی علامت یہ ہے کہ جس قلب میں دونوں جمع ہیں اگر اس کو اس امر کا اختیار دیا جائے کہ

ان دو میں سے کسی ایک کو اختیار کر لے تو وہ قطعاً محبت الٰہی کو اختیار کرے گا چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام نے ایک دفعہ اپنے والد بزرگوار سے پوچھا۔ کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں؟ کہا ہاں۔ حسین نے کہا هیهاتِ لا یجتمعان محبتان فی قلب واحد حضرت علی رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوئے۔ حضرت حسین علیہ السلام نے فوراً کہا۔ یاابت ماتقول لو انك خیرت بین قتلی وترك الایمان؟ یعنی آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر آپ کو میرے قتل کئے جانے اور ایمان کے ترک کرنے میں اختیار دیا جائے تو آپ کس کو پسند کریں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اخترت القتل علی ترك الایمان میں قتل کو ترک ایمان پر ترجیح دوں گا۔ اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ابشر یا ابت فان تلت محبة وهذه شفقة میں آپ کو بشارت دیتا ہوں اے والد بزرگوار' وہ محبت ہے اور یہ شفقت۔ یعنی جو رابطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ ''محبت'' ہے اور جو رابطہ آپ کو ہم سے ہے وہ ''شفقت'' ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ یہ بات جو تم نے کہی وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے نکلی ہے نہ کہ علی کی پشت سے اور فاطمہ کے متعلق رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا تھا۔ ''یعنی فاطمہ میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے''۔

☆ اس نکتہ کو یوں بھی سمجھایا گیا ہے۔ جب کسی شے کی محبت قوی ہو جاتی ہے تو محبوب سے تجاوز کر کے ہر اس چیز سے بھی ہو جاتی ہے جو محیط بالمحبوب ہے۔ چنانچہ عرب میں یہ مثل مشہور ہے۔ من یحب انسانا بحب کلیه محلته یعنی جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے وہ اس کے محلہ کے کتے سے بھی محبت رکھتا ہے۔ اسی اصول کی تقسیم مولانا روم مجنوں کے قصے سے کرتے ہیں۔ کسی نے مجنوں کو دیکھا کہ وہ ایک کتے سے لاڈ پیار کر رہا ہے' اس نے کہا۔ اے مجنوں کتنا غلیظ جانور ہوتا ہے' پلیدی کھاتا ہے' اپنی مقعد کو اپنے ہونٹوں سے چاٹتا ہے تو کیوں اس سے کھیل رہا ہے؟ مجنوں نے یہ سن کر جواب دیا۔

گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن
اندر آبنگر شبے از چشم من
کیں طلسم بستہ' مولاست ایں
پاسبان کوچۂ لیلےٰ ست ایں

یہ عمل ''شرکت فی الحب'' نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ جب عاشق اپنے معشوق کے قاصد و نامہ بر اور اس کے خط کو دوست رکھتا ہے کہ یہ اس کے معشوق کا نامہ ہے تو اس کی محبت غیر محبوب سے نہیں ہوتی۔ محبوب ہی سے ہوتی ہے بلکہ یہ کمال محبت کی دلیل ہوتی ہے جس کسی کے دل پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو جاتی ہے تو وہ ساری مخلوق الٰہی سے شفقت سے پیش آتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کے محبوب کی مخلوق ہے۔ اس نکتہ کو کسی

عاشق نے یوں ادا کیا ہے۔

در باد روئے تست کہ مستم ہوئے گل
باگل مراچہ دوستتینش ہم ہوئے تست

دوسری علامت یہ ہے کہ اس کی نظر حسن محبوب سے نہیں ہٹتی خواہ کیسا ہی حسین اس کی نظر سے گذرے۔

بجمعے کردر آیند شاھد ان دو عالم
نظر بسوئے تودام غلام روئے تو باشم
حدیث روضہ بگویم گل بھشت نبویم
جمال حور بجویم دواں بکوئے تو باشم

اور حافظ شیرازی نے بہانگ دہل کہا تھا۔

من آن نیم کہ وھم نقد دل بھر شوخے
در خزانہ بھر تو ونشانہ تست

تیسری علامت یہ ہے کہ محبّ حصول وصل محبوب کے وسائل کو بھی پسند کرتا ہے اور مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے کیونکہ یہ محبت و طاعت محبوب ہی کی محبت و طاعت ہے۔ قرآن حکیم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ''اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری (محبوب ﷺ) کی اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے'' اور زیادہ واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔من یطع الرسول فقد اطاعت الله ''جس شخص نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''۔

اس کے پیش نظر سہل نے کہا تھا۔ علامت حبّ خدا کی حب قرآن ہے۔ علامت حب خدا قرآن کی حب نبی ﷺ ہے۔ علامت حب نبی کی حب سنت ہے۔ علامت حب سنت کی حب آخرت ہے اور علامت حب آخرت کی بغض دنیا ہے اور علامت بغض دنیا کی یہ ہے کہ دنیا سے بقدر زاد ہی لے۔ محبت کی پہلی علامت کے سلسلہ میں جو وضاحت اوپر کی گئی ہے وہ موجودہ علامت سے بھی متعلق ہے ایک نظر اس پر ڈالی جا سکتی ہے۔

چوتھی علامت یہ ہے کہ محبّ وصول محبوب سے مانع جو چیز بھی ہو اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک واقعہ ہے ہمیں اس کی ایک عجیب مثال ملتی ہے۔ سفر حج میں آپ نے اپنے ایک ساتھی کو راضی کر لیا کہ اگر ہم دونوں میں سے کسی سے بھی کوئی منکر سرزد ہو تو اس کو دیکھ کر ہم خاموش نہ رہیں بلکہ تنبیہ کریں۔ جب یہ مکہ پہنچے تو سواری پر ایک نہایت حسین وجمیل لڑکا نظر آیا۔ حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو دیکھا اور پھر دوسری نظر ڈالی۔ انکے دوست نے فوراً تنبیہ کی۔

اے ابراہیم کیا ہم نے آپس میں عہد نہیں کیا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے منکر کو پوشیدہ نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا۔ یہ میرا لڑکا ہے اس کی کم سنی میں میں اس سے جدا ہو گیا تھا۔ اب اس کو دیکھ کر میں نے پہچان لیا ہے۔ دوست نے کہا۔ اس کو کیوں نہیں کہتے کہ تم اس کے باپ ہو۔ حضرت ابراہیم نے جواب دیا۔ لافان ذاك مثى تركناه الله فلا لعود فى نہیں یہ وہ شے ہے جس کو ہم نے اللہ کے لئے چھوڑا دیا ہے ہم اس کو واپس نہ لیں گے اور یہ اشعار پڑھے۔

هجرت الخلق وطرا فى هولك
واهتمت العيال لكى راكا
ولو قطعت اربا اثتم اربا
احسن الفرا دالى سواكا

''میں نے تیری محبت کی حاجت کی وجہ سے خلق کو چھوڑ رکھا ہے اور تیرے دیدار کے لئے عیال و اطفال کا غم اٹھایا ہے اگر میرا عضو عضو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے بھی تو میرا دل تیرے سے کسی کی طرف متوجہ نہ ہوگا''۔

پانچویں علامت یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کے ذکر پر فریفتہ ہوتا ہے اور اس کا حریص ہوتا ہے اور کبھی اس سے ملول نہیں ہوتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ من احب شيئا اكثر ذكره ''جو شخص کسی شے سے محبت کرتا ہو اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے''۔ ہر وقت وہ اپنے محبوب کی یاد میں رہتا ہے جب بھی وہ کسی سے اس کا ذکر سنتا ہے اس کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ اگر اس سلسلہ میں اس پر ملامت بھی کی جاتی ہے تو بھی وہ خوش ہوتا ہے اور اس ملامت میں اس کو لذت ملتی ہے۔

اجد الملامة فى هوالك لذيذة
جا الذكرك فليلمنى اللوم

''تیری محبت میں میں ملامت کو بھی لذیذ پاتا ہوں' اس لئے کہ میں تیری یاد کو دوست رکھتا ہوں پس ضرور مجھ پر ملامت کی جائے''۔

ملامت کے بارے میں شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے۔

ملامت کے کند سر گرمئ شوریدگاں ساکن
نگر و دسنگ طفلاں صندل درد سر عاشق

محبت کی چھٹی علامت یہ ہے کہ محب محبوب کے تمام اوامر و نواہی کی اطاعت کرتا ہے اور کبھی اس کی مخالفت کا قصد نہیں کرتا۔ محبت نام ہی اس کا ہے کہ محبوب کے ساتھ جمیع احوال میں موافقت کی جائے جیسا کہ سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا طعانقة الطاعة و مباينة المخالفة کا نام ہے۔ اس سلسلہ میں سعدی نے عاشق کا نقشہ خوب پیش کیا ہے۔

ورآں نفس کہ بمیرم درآرزوئے تو باشم
بداں امید بدھم جاں کہ خاک کوئے تو باشم
بوقت صبح قیامت کہ سر زخاک برآم
بگفتگوئے تو خیزم بجستجوئے تو باشم

عاشق صادق محبوب کے حکم کے خلاف کیسے کرسکتا ہے؟ان المحب لملن یحب مطیع۔
محبت کی ساتویں علامت یہ ہے کہ محبوب کی تھوڑی سی بھی عنایت کو بہت زیادہ جانتا ہے اور اپنی بڑی سے بڑی اطاعت کو کم سمجھتا ہے۔

گرچہ اندك بود انعام تو باشد بسیار
درجہ بسیار کنم شکر تو باشد اندك

محبت کی آٹھویں علامت مشاہدۂ جمال محبوب میں عاشق کی حیرت وسرگشتگی ہے۔مشاہدۂ محبوب کے نور کے پرتو سے عاشق کی نظر بصیرت کند اور درماندہ ہو جاتی ہے اور اس سے تحیر سیماں وخجالت پیدا ہوتی ہے اگر صاحب حال مقام تمکین میں قائم ہوتا ہے اور اپنے احوال پر قابو رکھنے کی قوت رکھتا ہے تو یہ حیرت خیز روح سے تجاوز نہیں کرتی اور قلب ترتیب افعال واقوال کی محافظت سے غافل نہیں ہونے پاتا بلکہ جس قدر اس کی روح مشاہدۂ محبوب مین حیران ہوتی ہے اسی قدر اس کا قلب حاضر و ہوشیار ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ رب زدنی تحیرٌ فیك کا نعرہ لگاتا ہے لیکن اگر اس کی قوت تمکین زیادہ ہو اور اس حال کے غلبہ کی وجہ سے سر رشتہ تمیز اس کے اختیار سے نکل جائے تو پھر وہ چیخ اٹھتا ہے۔

قد تحیرت فیك خذ بیدی
باد لیلا لمن تحیر فیك

''تیرے بارے میں متحیر ہو گیا ہوں' اے متحیرین کے رہنما مجھے سنبھال''۔

محبت کی نویں علامت یہ ہے کہ محبوب کا مشاہدہ اور وصال عاشق کے شوق میں کمی نہیں پیدا کرتا' بلکہ ہر لحظہ اس کا شوق تازہ ہوتا جاتا ہے اور وہ ھل من مزید کا نعرہ لگاتا ہے اور اس کے مراتب قرب میں جتنی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔اس کی نظر اس سے بلند مرتبہ پر پڑتی ہے اور اس کی طلب کا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہے۔جس طرح جمالِ محبوب کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔عاشق کے شوق کی بھی کوئی حدونہایت نہیں ہوتی چنانچہ حضرت رضوان مصری رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔رایت فی ارض التیہ امراۃ نسر مع المحبة فالتھا عن فایتہ المحبة فقالت لیس لھا غایة فقلت ولم؟ فقالت لان المحبوب لا غایة لہ ''میں نے کسی جنگل میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ محبت کی وجہ سے مسرور تھی میں نے اس سے انتہائے محبت کے متعلق سوال کیا۔اس نے کہا کہ محبت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی میں نے کہا کیوں؟ کہا کہ محبوب کی کوئی انتہا نہیں۔

ہم نے اوپر محبت کی صرف چند علامتوں کا ذکر کیا ہے' سچ تو یہ ہے کہ ان کا سر ضخیم مجلدات میں بھی ممکن نہیں لیکن لفحوائے مالا یدرك كله لا يترك ہم نے یہاں صرف سمجھانے کے لئے چند مشہور علامات کو پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''محبت اور علامات محبت'' ''حقیقت عشق'' ''گیسوئے محبوب ﷺ'' ''محبت اور اہل محبت'' اور ''عشق اور اہل عشق'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ اب ہم اسباب محبت پر گفتگو کرتے ہیں۔

اسباب محبت

محترم قارئین کرام! محبت اور عشق اور محبت وعشق کے اسباب کیا ہیں اس موضوع پر حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر حاصل بحث کی ہے اور ہماری توجہ چند اساسی نفسیاتی حقائق کی طرف مبذول کی ہے۔ ہم ان کی تصنیف ''احیاء علوم الدین'' سے استفادہ کرتے ہیں اور نہایت اختصار کے ساتھ ان حقائق کو پیش کرتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تو اس نا قابلِ انکار حقیقت پر زور دیا ہے کہ محبت کے واسطے معرفت یعنی پہچان یا علم وادراک کی ضرورت ہے۔ اگر پہچان نہ ہوگی تو محبت کیسے ہوسکتی ہے؟ جس چیز کے ادراک سے کسی قسم کی لذت حاصل ہو وہ چیز دل کو محبوب ہوگی اور جس چیز سے ایذا پہنچے وہ دل کو مبغوض ہوگی۔ اس لئے محبوب کے معنی یہ ہیں کہ طبیعت کو اس کی طرف میل ہو اور مبغوض کے معنی یہ ہیں کہ طبیعت کو اس سے نفرت ہو۔ اب اگر طبیعت کی رغبت زیادہ بڑھ جائے تو اس کو عشق کہیں گے اور اگر نفرت بڑھ جائے تو اس کو ''مقت'' یا عداوت کہیں گے۔

اس حقیقت کے اظہار کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ نے محبت کے اسباب واقسام پر روشنی ڈالی ہے۔ محبت کے اسباب پانچ ہیں اور اس کے پانچ ہی اقسام ہیں۔

☆ محبت نفس یعنی اس کی بقا وکمال کی محبت۔

☆ محبت حسن۔

☆ محبت صاحب کمال۔

☆ محبت جمیل۔

☆ محبت حاصلہ از تعاف روحانی۔

دوسرے الفاظ میں ہر شخص کو فطری طور پر اپنی ذات اور اس کے دوام و بقا سے محبت ہوتی ہے۔ احسان بھی محبت کو پیدا کرتا ہے۔ کمال ہر قسم کے جذبات محبت کو بیدار کرتا ہے اور حسن و جمال محبت کے شعلہ کو بھڑکاتے ہیں اور افراد میں مناسبت باطنی یا ان کی ارواح میں تناسب بھی محبت کا باعث ہوتا ہے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل ضروری ہے۔

محبت نفس

یہ ایک نا قابل انکار ضروری و وجدانی حقیقت ہے کہ ہر شخص کو اپنی ذات سے محبت ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات کو چاہتا ہے اور اس کے دوام و کمال و بقا کو چاہتا ہے اور موت' نیستی و نقصان اور موانع کمال کو نا پسند کرتا ہے اور ان سے بغض رکھتا ہے۔ یہ چیز انسان کی سرشت یا فطرت میں داخل ہے۔ وہ اسی پر مجبول ہوا ہے۔ اس لئے انسان اول تو اپنی صحت چاہتا ہے' پھر اپنے مال و اولاد اور دوست آشناؤں کی بقا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کی بقا کو اپنی ذات ہی کی بقا سمجھتا ہے۔ جانتا ہے کہ ان سے ان کا نام باقی رہے گا اور جس قدر اس کا مال و دولت' کنبہ وقبیلہ زیادہ ہوگا۔ اس کی عزت وشوکت میں ترقی ہوگی۔ صاف ظاہر ہے کہ ان سب سے محبت دراصل اس کی اپنی ذات کی محبت پر مبنی ہوتی ہے۔

انسان کی یہ انغویت پسندی ایک نا قابل انکار حقیقت ہے اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اس کو ایک نفسیاتی صداقت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ آگے چل کر وہ بتلاتے ہیں کہ علم صحیح انسان کو اپنی ذات کی محبت سے نکال کر اپنی ذات کے خالق و موجد کی محبت کی طرف لے جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی ذات کو قیام ہے۔

احسان

انسان کی فطرت پر نظر اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے کہ انسان میں جذبۂ محبت کا ایک نہایت قوی محرک ''احسان'' ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ احسان کا سلوک کرتا ہے یعنی اس کو مال و دولت عطا کرتا ہے' اس کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے' اس کی مدد و دعانت کرتا ہے' اس کا معین و مددگار رہتا ہے' اس کو دشمنوں کے شر سے بچاتا ہے اور اس کے مقاصد کے حصول میں اسباب فراہم کرتا ہے' اس کی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے' اس کے عزیز و اقارب کو خوش و خرم رکھتا ہے تو ایسا شخص ضرور اس کی نظر میں محبوب ہو جائے گا اور وہ ایسے محسن کو جان و دل سے محبت کرنے لگے گا۔ یہ انسان کی فطرت کا تقاضہ ہے۔ اسی لئے شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

کرم پیشہ کن کہ دمی زادہ صید
باحسان تواں کرد وحشی بقید

یعنی آدمی احسان کا بندہ ہوتا ہے' وحشی سے وحشی بھی احسان کی زنجیروں میں جکڑا جاتا ہے' ان سے نکلنا اس کے لئے فطرتاً محال ہے۔ عربی میں یہ مشہور مثل ہے لانسان غبید الاحسان ''انسان بندۂ احسان ہوتا ہے''۔

کمال

کمال سے محبت بھی فطرت انسانیہ کا ایک نا قابل انکار تقاضہ ہے۔ جو شخص اوصاف کمالیہ علم' سخا' و تقویٰ وغیرہ سے موصوف ہوتا ہے۔ اس کی یہ صفتِ کمال ہر انسان کے دل میں اس کی محبت پیدا کرتی ہے گو اس سے کسی خاص آدمی کو کوئی فائدہ نہ پہنچے' مثلاً اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلاں حاکم بڑا عادل' غریب

پرور اور رغبت نواز' پرہیزگار' عابد' سخی و کریم' حلیم ومتواضع ہے' گو وہ کسی ایسے دور کے مقام میں ہو جہاں سننے والا کبھی پہنچ نہ سکے' تب بھی اس کی محبت بے اختیار اس کے دل میں پیدا ہو جائے گی۔ طبیعت انسانی مجبول ہے کہ کمال سے محبت کرے اور ذی کمال کی محبت میں گرویدہ ہو جائے۔ اس سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ محبت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ محب پر کوئی خاص احسان ہوا ہو اور محض اس احسان ہی کی وجہ سے وہ محسن سے محبت کرنے لگے' بلکہ یہ حقیقت بھی اس قدر نا قابل انکار ہے کہ محسن محض اپنی ذات و اوصاف کمالیہ کی وجہ سے بھی محبوب ہوتا ہے' گو اس کا احسان محبّ تک کبھی نہ پہنچے کیونکہ کمال سے محبت انسان کی فطرت میں ودیعت ہے۔

حسن و جمال

محبت کا چوتھا سبب حسن و جمال ہے۔ حسن و عشق نے ازل ہی سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ جہاں حسن ہوتا ہے وہاں محبت و عشق کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ کسی عارف نے کہا ہے۔

آں را کو چنیں جمال باشد
گر دل می برد حلال باشد
وآنکس کو چنیں جمال بنید
عاشق نہ شود و بال باشد

حسن جمال سے محبت ایک طبعی وفطری چیز ہے' حسن و جمال طبعاً محبوب ومرغوب ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت کو بھی واشگاف کرتے ہیں کہ حسن سے بلا شہوت بھی محبت ہو سکتی ہے۔ اس کی مثال سبزہ و آب رواں سے محبت ہے۔ اس کے دیکھنے ہی سے آپ کو ایک لذت و راحت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کا جمال بے مثال انسان کو معلوم ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ اس پر ہزار جان سے گرویدہ ہو جائے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو پیش نظر رکھ کر کہا تھا۔

اصل صد یوسف جمالِ ذوالجلال
اے کم از زن' شوا فدائے آں جمال

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کی رو سے حسن و جمال (بعض کے خیال میں ''حسن'' چہرے کی خوبصورتی کو کہتے ہیں اور ''جمال'' اعضاء کے سڈول پن کو اور ''ملاحت'' دونوں کو شامل ہے) کو نہ صرف ظاہری حسن و جمال ہی میں منحصر تصور کیا جا سکتا ہے اور نہ عشق و محبت کو صرف ''مساسِ چشم با چشم'' پر یعنی عشق نہ محض ''بازیچہ'' شہوت و جوانی ہو سکتا ہے اور نہ حسن صرف صورت و رنگ ہی کا نام ہے۔ جو شخص بہائم کے مرتبہ کے قریب ہو اور فقط بصارت رکھتا ہو اور بصیرت سے اس کو کچھ حصہ نہ ملا ہو وہ ضرور کہے گا کہ رخسار کی سرخی و سفیدی اور تناسب اعضا کے سوا حسن کے کچھ اور معنی نہیں۔ حسن صورت و رنگ ہی پر مشتمل ہوتا ہے

اور جو صورت و رنگ نہ رکھتا ہو اس میں حسن کا ہونا محال ہے لیکن ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کشتۂ شہوت کا یہ خیال صحیح نہیں۔ دیکھو تمام عقلمند کہتے ہیں کہ خط حسین یا خوشنما ہے' یہ آواز خوب ہے' یہ کپڑا دلکش ہے' یہ گھوڑا خوبصورت ہے' یہ باغ خوبصورت ہے' یہ شعر دلکش ہے۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہر چیز کے حسن و جمال کے معنی یہ ہیں کہ جو کمال اس چیز کے لائق اور ممکن ہو وہ اس میں پایا جائے۔ جب تمام کمالات ممکنہ کسی شے میں جمع ہو جائیں تو وہ شے حسن کے لحاظ سے بھی کامل ہوگی اور اگر بعض کمالات موجود ہوں اور بعض نہ ہوں تو حسن و جمال بھی اسی حد تک ہوگا۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ یہ گھوڑا حسین یا خوبصورت ہے تو ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جتنی باتیں خوبی کی گھوڑے میں ہونی چاہئیں وہ سب موجود ہیں۔ یعنی صورت شکل' رنگ ڈھنگ' خوش رفتاری' خوش لگامی وغیرہ سب اس میں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح خط کو حسین اس وقت کہا جائے گا جب اس میں خوش نویسی سے متعلق امور موجود ہوں' یعنی حروف کا تناسب' نشست کی راستی' کرسی کا درست ہونا' دائرہ کی خوبی وغیرہ اور ہر شے کا کمال جدا جدا ہوتا ہے' اسی لئے جن کمالات کی موجودگی کی وجہ سے گھوڑے کو اچھا کہتے ہیں ان سے کسی شخص کو اچھا یا حسین نہ کہیں گے۔ اسی طرح جن امور کی وجہ سے خط حسین کہلاتا ہے ان سے گھوڑے کو حسین نہ کہیں گے۔ اسی طرح دوسری چیزوں کے متعلق قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حسن و جمال اس کمال کا نام ہے جو کسی شے کے شایان ہوتا ہے۔ اس موقع پر ایک اعتراض ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ مانا کہ ساری چیزوں کا ادراک صرف آنکھ سے نہیں ہوتا مثلاً آواز اور ذائقہ مگر ان کا ادراک کسی نہ کسی حِس سے تو ضرور ہوتا ہے' لہٰذا وہ محسوسات ہی میں داخل ہو جاتی ہیں' پھر ان اشیاء کا حسن و جمال کیسے تصور کیا جا سکتا ہے جو حواس سے مدرک نہ ہوں/ جو چیز مدرک بالحواس نہ ہو وہ حسن جمال کی حامل کیسے ہوگی؟

تعارفِ روحانی

محبت کا پانچواں سبب وہ مناسبت ہے جو طبائع میں پائی جاتی ہے جب کسی شخص کی طبیعت دوسرے شخص کے مناسب و موافق ہوتی ہے تو وہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ یہ مناسب کبھی تو ظاہری ہوتی ہے۔ جیسے بچے کو بچے سے انس ہوتا ہے' بازاری کو بازاری سے' عالم کو عالم سے اور ہر ایک کو اپنے ہم جنس سے محبت ہوتی ہے اور کبھی یہ مناسبت پوشیدہ ہوتی ہے اور اصل خلقت میں پائی جاتی ہے' کسی کو اس کا علم نہیں ہوتا' شاید اسی کی طرف رحمت دوجہاں ﷺ نے اشارہ کیا ہے۔ الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ایتلف وماتناکو منها اختلف ''روحوں کے بھی (ابتدائی خلقت میں) جھنڈ جھنڈ تھے پھر جو روحیں' آپس میں اس وقت آشنا ہوئیں (دنیا میں آ کر) وہ باہم الفت کرنے لگیں اور جو ناآشنا ہیں وہ (دنیا میں بھی آ کر) الگ الگ رہیں''۔

محبت و عشق کے یہی پانچ اسباب سمجھ میں آتے ہیں ان ہی کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے' اس کی توضیح و تفصیل کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تمام اہل اللہ کی طرف سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان تمام اسباب کی بنا

پر ''مستحق محبت فقط ایک ذات پاک حق تعالیٰ کی ہے''۔

اور کوئی دوسرا مستحق محبت فی ذاتہٖ نہیں، انبیاء کرام و اولیائے عظام سے محبت بھی بذاتہٖ نہیں بلکہ ان سے بھی محبت اللہ کریم کی محبت ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، کیونکہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ ان سب کی محبت عین محبت الٰہی ہے۔

عشـــق رابـــا تـــو نسبتـــے اســـعـــت درســـت
بـــر هـــر درکـــه رفـــت بـــر در تســـت

اس کی تشریح کے لئے ہم محبت کے مذکورہ بالا پانچ اسباب کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی میں جمع ہیں اور غیر اللہ میں سے کسی میں ایک ساتھ نہیں پائے جاتے اور اللہ تعالیٰ ہی میں یہ حقیقتاً پائے جاتے ہیں اور غیر اللہ میں محض مجازاً، بلکہ یہاں ان کا وہم و تخیل ہی ہوتا ہے، ان کی کچھ حقیقت ہی نہیں ہوتی۔ لہٰذا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے محبت نہ کی جانی چاہئے اور یہی محبت یا عشق ''عشقِ حقیقی'' کہلاتا ہے۔

اب محبت کے اسباب میں سے پہلے سبب پر غور فرمائیں۔ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ انسان کو اپنی ذات سے فطرتاً و خلقاً محبت ہوتی ہے اور وہ اس کا دوام و بقا چاہتا ہے اور نیستی و عدم سے وہ نفرت کرتا ہے اور تمام موانع کمال کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ اب یہی سبب اللہ تعالیٰ سے محبت یا عشق کا سب سے بڑا سبب ہے۔ جس شخص کو اپنی ذات کا عرفان حاصل ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی ہستی یا وجود خود اس کی ذات سے قائم نہیں، بلکہ اس کا وجود و دوام و کمال کسی اور ہی سے ہے، جس نے اس کو پیدا کیا، زندگی عطا کی، کمال تک پہنچایا، وہی اس کا خالق و موجد ہے، قیوم ہے، وہی اس میں صفات کمال پیدا کرتا ہے، ان کی تکمیل کے اسباب فراہم کرتا ہے ورنہ انسان بذات خود عدم محض ہے، لاشے ہے۔ جیسے قرآن حکیم نے بھی واضح طور پر بیان کیا ہے۔ قد خلقتك من قبل ولم تك شيئا ''میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے''۔ جب کسی ذی فہم انسان کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا وجود اس حیّ و قیّوم کی وجہ سے ہے جو قائم بالذات ہے اور تمام اشیاء کا قیوم ہے تو پھر وہ ضرور اس ہستی کی محبت اپنے سویدائے قلب میں محسوس کرنے لگتا ہے جو اس کے وجود کا خالق ہر آن اس کا قائم رکھنے والا ہے، منعم و محسن ہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دھوپ سے بچنے کی خاطر درخت کے سایہ کی پناہ لے اور سایہ کو دوست رکھے اور درخت کو ناپسند کرے، جس کی وجہ سایہ کا قیام ہے؟ اسی طرح اس کو معلوم ہے کہ اس کا وجود اور اس کی ساری صفات کا قیام اللہ تعالیٰ ہی کا رہینِ احسان ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت شدت کے ساتھ اپنے قلب میں محسوس نہ کرے؟ یہ اور بات ہے کہ یہ شخص جاہل ہو، نہ اپنے ذات کو جانتا ہو اور نہ اپنے رب کا اس کو عرفان حاصل ہو کیونکہ یہ اصول مسلمہ ہے کہ کسی شے سے محبت اس کی معرفت کا ثمرہ ہوتی ہے اور جاہل کو معرفت نہیں ہوتی اس لئے اس کو محبت ہی نہیں ہو سکتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم رہتا ہے۔

محبت کا دوسرا موجب احسان ہوتا ہے۔ آدمی ذرا غور کرے تو واضح ہو جاتا ہے کہ محسن حقیقی تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا۔ احسان کسی انسان کی طرف سے غیر ممکن ہے۔ اگر ہم کسی کو محسن کہتے ہیں تو صرف مجازی معنی ہی میں کہہ سکتے ہیں۔ دراصل محسن صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں۔ اس کو یوں سمجھو کہ اگر تم کو کوئی شخص وافر مقدار میں دولت عطا کرتا ہے تو وہ محسن حقیقی نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ صرف محسن مجازی، حقیقی محسن تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں کیونکہ اس دولت کا جمع کرنا، معطی کو توفیق عطا کرنا کہ اس میں سے کچھ تم کو دے، یہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، جنہوں نے مال و دولت، ارادہ اور توفیق کو پیدا کیا، اگر وہ مال و دولت پیدا نہ فرماتے تو خزانہ کہاں سے جمع ہوتا؟ اور اگر معطی کے دل کو تمہاری طرف راغب نہ کرتے تو وہ تم کو کیوں دیتا؟ تمہیں دینے کا ارادہ ہی کیسے کرتا؟ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ لوازم پیدا کیئے، اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تمہیں دینے ہی میں اس کا دینی و دنیوی نفع ہے۔ ان حالات میں وہ تم کو دیتا ہے اور دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسی صورت میں محسن اسی ذات کو جاننا چاہیئے جس نے معطی کو تمہارے لئے مسخر و مضطر کر دیا اور وہ تمام لوازمات فراہم کر دیئے جن سے احسان کا فعل وجود میں آیا۔

اگر تمہارے ذہن میں یہ خطرہ پیدا ہو کہ مال اس شخص کے قبضہ میں ہوتا ہے۔ اس لئے وہی احسان کرنے والا بھی ہے تو تمہیں یہ امر بھول نہ جانا چاہیئے کہ یہ شخص صرف ایک واسطہ ہے، ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کے احسان کا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو مال اس لئے دیا ہے کہ وہ تم تک پہنچا دے، پھر وہ دے نہ تو کیا کرے؟ اس کی مثال میزاب (پرنالے) کی سی ہے کہ وہ پانی کے بہانے میں مجبور ہے۔ بہر حال یہ معطی مجازی شکر و محبت کا مستحق نہیں اور اس کی دو (۲) صاف وجوہ ہیں۔ اول تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دینے کے جو لوازم ہیں وہ اس پر مسلط کر دیئے ہیں۔ اس کے خلاف کرنے کی وہ مجال نہیں رکھتا، اس کا حال کسی بادشاہ کے خزانچی کا سا ہے کہ وہ بادشاہ کے حکم سے دیتا ہے، بادشاہ کے حکم کی تعمیل اس کے لئے ضروری ہے، اس کو تاب مخالفت ہرگز نہیں۔ اگر بادشاہ اس کو خود اس کی طبیعت پر چھوڑ دے تو وہ ہرگز نہ دے۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر محسن مجازی کو اس کی طبیعت پر چھوڑ دیں تو وہ کبھی کسی کو ایک کوڑی نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کے دل میں وہ لوازم و بواعث پیدا کرتے ہیں جن کی وجہ سے وہ دیتا ہے، پھر وہ اس کے دل میں یہ خیال بھی پیدا کرتے ہیں کہ تمہیں دینے ہی میں اس کے بدلے عمدہ چیز لے بھی لیتا ہے۔ تو جس طرح بائع کو محسن نہیں کہہ سکتے اسی طرح معطی کو محسن نہ کہنا چاہیئے۔ بائع اپنی چیز اس وقت دیتا ہے جب اس کا بدلہ خاطر خواہ حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح معطی بھی مال کے عوض ثواب اخروی یا اجر دنیوی، تعریف و ثنا کی صورت میں کوئی عوض ضرور حاصل کر لیتا ہے۔ عوض ضروری نہیں کہ کوئی محسوس شے ہی ہو بلکہ لذائذ و فوائد بھی ایسے ہی عوض ہیں کہ ان کے مقابلہ میں مال کی کوئی حقیقت نہیں۔ بلا کسی عوض یا فائدے کے دینا ''جود'' کہلاتا ہے۔ اس کا صدور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ہونا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی معنی میں محسن و جواد ہیں۔ ان کا احسان و انعام خلق کے نفع کے لئے ہے۔ خود محبوب حقیقی کی ذات کو اس سے کوئی فائدہ یا نفع نہیں، نہ ان کی

کوئی غرض اس سی متعلق ہے' یہ ساری ظاہری و باطنی نعمتیں جو ہمیں حاصل ہیں ان ہی کی عطا کردہ ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ اسبغ علیکم نعمة ظاهرة و باطنة ''اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری و باطنی پوری کر رکھی ہیں'' اور اس کثرت سے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها ''اور اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے''۔

کالب صدف و شکر ابر نیسان ست
که از شمار بروں قطر هائے باران ست

جب یہ صورت ہے تو غیر اللہ کے لئے جود واحسان کا لفظ استعمال کرنا محض جھوٹ ہے یا مجاز' غیر میں جود واحسان کو ماننا محال و ممتنع ہے' جیسے سیاہی و سفیدی کا ایک ہی جگہ وقت واحد میں جمع ہونا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جود واحسان' فضل ومنت میں یگانہ ہیں' غیر کو اس میں شرکت نہیں۔ اس لئے اگر طبیعت محسن کی محبت پر مجبول ہے تو عارف کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے محبت نہ کرے۔ اس لئے کہ احسان کا کسی دوسرے سے ہونا لامحال ہے۔ صاحب جود وکرم' محسن حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہیں وہی محبت کے مستحق ہیں۔

محبت کا تیسرا سبب کمال ذاتی ہے' طبیعت انسان اس پر مجبول ہے کہ جس کسی میں کمالات ذاتیہ پائے جائیں اس سے محبت کرے۔ غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سبب کی بنا پر بھی صرف اللہ قادر و کریم ہی مستحق محبت ہیں۔ انہی کے جود عمیم سے سارا عالم کسب نور کر رہا ہے' تمام مخلوقات کو محبوب حقیقی نے اپنے فضل عمیم سے پیدا کیا' ان کو ان کی ضرورت کی چیزیں عطا کیں گونا گوں نعمتوں سے مرفۃ الحال کیا۔ ان کی زیب و زینت' عیش وراحت کے سامان فراہم کئے' ان سے بڑھ کر دینے والا' حاجتوں کا رفع کرنے والا' سخی و کریم کون ہو سکتا ہے؟ جو ذات پاک ایسی محسن ہو' جو حسن کی' ممن کی' احسان کی' احسان کے اسباب کی خالق وموجود ہو' اس سے محبت نہ کرنا جہالت کی بین دلیل ہے۔ اس کو محسن نہ جاننا ہے' اس محسن اعظم کو محسن نہ ماننا ہے جس کے احسان کی کوئی انتہا نہیں' جس کی سخاوت کی کوئی حد نہیں' زمین و آسمان' چاند و سورج اور ستارے آب و خاک و آتش و باد سب اسی کے جود وسخا سے فیض یاب ہیں۔ ایسے کمالات نامتناہیہ کی حامل ذات ہی محبت کی مستحق ہو سکتی ہے اور اسی کا عشق لذت بے پایاں کا مبداء ہوتا ہے اور ہم چیخ اٹھتے ہیں۔

لذتِ عشق فرو رفت مرا در رگ و پے
عشق می گویم و جاں می دهم از لذت وے!

حسن و جمال محبت یا عشق کا چوتھا قوی سبب ہوتا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حسن و جمال کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی۔ ظاہری حسن و جمال آنکھ ہی کو دکھائی دیتا ہے اور باطنی جمال دل ہی کو نظر آتا ہے۔ جمال ظاہری کو بچے اور بہائم بھی دیکھ سکتے ہیں اور جمال باطنی کو سوائے اہل دل کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ جس آنکھ سے جو جمال نظر آتا ہے وہ اس کو مرغوب ومحبوب ہوتا ہے اور جمال باطنی دل کی آنکھ سے نظر آتا ہے' اس لئے دل کو محبوب ہوتا ہے اور دل اس کا فریفتہ و گرویدہ ہوتا ہے۔ مثلاً انبیائے عظام اور

اولیائے کرام سے جو محبت ہوتی ہے وہ ان کی شکل وصورت ظاہری کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ ان کے جمالِ باطنی کے سبب سے ہوتی ہے جس کو کمال کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ تین صفات پر منحصر معلوم ہوتا ہے۔ علم' قدرت' تنزہ وتقدس۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تینوں صفات بدرجہ کمال صرف محبوب حقیقی کی ذات میں جمع ہیں نہ اور کسی میں۔ اس لئے صرف اللہ تعالیٰ ہی لائق محبت ہیں کہ کوئی دوسرا۔ انہی کا عاشق وشیدائی چیز اٹھتا ہے۔

ترکت للخلق دنیاهم و دینهم
شغلا بحبك یا دینی و دنیای

''میں نے خلق کے لئے ان کی دین و دنیا کو چھوڑ دیا ہے' اے میرے دین اور میری دنیا تیری ہی محبت کے شغل میں' میں نے ایسا کیا''۔

جب علم کی فضیلت پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی قرار نہیں دیا جا سکتا' تمام اولین وآخرین کے علوم کو یکجا جمع کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے علم کے ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں معلوم ہوتے۔ جس کے علم سے زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں مااوتیتم من العلم الا قلیلا ''تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے''۔ زمین وآسمان کے تمام دانا یکجا جمع ہوں اور ایک چیونٹی یا مچھر کی تخلیق کی حکمت دریافت کرنا چاہیں تو اس حکمت کے عشرِ عشیر پر بھی مطلع نہ ہوسکیں گے کہ۔

دو کونس یکے قطرہ در بحر علم

اور جو بھی علم ان کو ملا ہے وہ بھی اس کی تعلیم ہی سے ملا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ خلق الانسان علمه البیان ''اس نے انسان کو پیدا کیا اس کو گویائی سکھائی''۔

اگر علم کا جمال وشرف ایک محبوب شے ہے' اور موصوف کے لئے باعث زینت وکمال ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی محبوب نہیں ہوسکتا اس لئے کہا گیا ہے۔

همه تن چشم شو چو نرگس
تا به هر دیده دوست دیده شود

اب صفت قدرت کو لو۔ یہ بھی ایک کمال ہے اور ہر کمال باعث محبت ہوتا ہے۔ جب ہم کسی کمال کا ذکر سنتے ہیں تو ہمارے دل کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے اور اس صاحب کمال سے ہمیں محبت ہوتی ہے' مثلاً جب ہم علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت کا ذکر سنتے ہیں تو ہمارے دل کو ایک فرحت حاصل ہوتی ہے اور ان سے ہمارے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اب تھوڑی دیر کے لئے اللہ تعالیٰ کے قدرت وغلبہ' جلال وعزت پر غور فرمائیں جس کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات ہے' تمام آسمان وزمین' افلاک وکواکب' سر بفلک پہاڑ' طوفان خیز سمندر تمام معدنیات' نباتات' حیوانات اور انسان ہیں' ان سب کا وہی خالق ہے' وہی ان پر متصرف' سب کی باگ اس کے ید قدرت میں ہے۔ اگر وہ سب کو تباہ کردے تو اس کی مملکت میں ایک

ذرہ کی کمی نہ ہو لاکھوں کو پیدا کرے تو ذرا بھی نہ تھکے حول وقوت اس کے سوا کسی کو نہیں وہی جبار وقہار دانا و توانا ہے عظمت وجلال و کبریاء قہر واستیلا سب اسی کو شایاں ہیں۔ اب اگر کسی سے محبت کمال قدرت کی وجہ سے ہوسکتی ہے تو ایسی محبت کا مستحق اللہ قادر وکریم کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟

ابـــزلـــوا ارواحـــکـــم یـــا مـــاشـــقیـــن
ان تـــکـــونـــوا فـــی هـــوانـــا صـــادقیـــن

''اے عاشقو اپنی جانیں فدا کرو تا کہ تم ہمارے عشق میں سچے ثابت ہو۔

گـــوئـــے دولـــت آں ســـعـــادت مـــنـــد بـــرد
کـــو بهـــائـــے دلبـــر خـــود جـــاں سپـــرد

اب صفتِ تقدس پر غور کرو۔ عیوب ونقائص سے مبرا اور رذائل وخبائث سے منزہ ہونا ایسی صفت ہے جس کا شمار موجبات محبت ومقتضیاتِ حسن وجمال میں سے ہوتا ہے۔ اسی صفت کے پائے جانے کی وجہ سے ہم انبیاء و اولیاء صالحین ابرار سے محبت کرتے ہیں۔ اگرچہ کہ انبیاء وصدیقین بھی عیوب ونقائص سے بری ہوتے ہیں مگر یہ صفت ان کو بھی بدرجۂ کمال حاصل نہیں ہوتی۔ کمال تقدس سوائے اس ذات پاک کے کسی میں موجود نہیں۔ جس کی صفت الملك القدوس ذی الجلال والاکرام ہے۔ کوئی مخلوق ایسی نہیں جس میں کوئی عیب یا نقص نہ پایا جاتا ہو خود مخلوق ہونا عاجز ومسخر ومجبور ہونا عین نقصان ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کمال جس صفت کا نام ہے وہ خدائے واحد ہی کے لئے مختص ہے۔ اگر کسی مخلوق میں کوئی کمال پایا جاتا ہو تو یہ سب اسی واہب العطایا کی ایک عطا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی مخلوق کو منتہائے کمال عنایت ہو کیونکہ کہ انتہائے کمال کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ مخلوق قائم بالغیر نہ ہو اور یہ چیز سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی میں ہونا محال ہے۔

اگر یہ تسلیم کرلیا گیا کہ جمیل محبوب ہوتا ہے اور کمال باعث محبت ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی لائق محبت نہیں ہوسکتا۔ وہی صاحب جمال وکمال ایسا ہے جو اپنی شان میں یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں کوئی اس کے مثل نہیں۔ غنی ایسا کہ اس کو کسی کی حاجت نہیں قادر ایسا کہ جو چاہے کرے جو حکم چاہے دے نہ کوئی اس کے حکم کو ٹال سکتا ہے اور نہ اس کی قضا کو رد کرسکتا ہے اس کے علم کا وہ حال کہ زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ابدی ایسا کہ اس کی بقا کی کوئی انتہا نہیں عدم کو اس کی بارگاہ میں راہ نہیں قیوم ایسا کہ خود اپنی ذات سے قائم اور دوسری تمام اشیاء کا مقوِّم وہی ہے جس کو اپنی عزت وجلال پر ناز ہے جس کو اپنی قدرت وکمال پر فخر ہے اس کے جلال کی معرفت میں عقلیں متحیر اور دنگ ہیں اس کی صفتِ کمال میں عارفین ششدر وحیران ہیں عارفوں کی معرفت کمال یہ ہے کہ وہ اس کے کمال کو نہیں جانتے اور انبیاء کی نبوت کی انتہا یہ ہے کہ وہ اس کی ذات بحت کو نہیں پہچانتے۔

دو جهـــاں جلـــوه گـــاه وحـــدت تـــو

شهد اللہ گواہ وحدت تو
ہم متصر با تو گفت وہم جامد
لمن الملك؟ للہ الواحد

اسی لئے حضور انور ﷺ نے اعتراف فرمایا۔ لااحصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك ”میں تیری وہ تعریف نہیں کرسکتا جو تو نے اپنی ذات کی خود کی ہے“۔ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ العجز عن درك الادراك ادراك ”تیری پہچان سے عجز عین پہچان ہے“۔ حقیقت یہ ہے۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار
اندراں حضرت ندارد اعتبار

اب جو شخص اللہ قادر و کریم سے محبت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ ان سے محبت حقیقی نہیں ہو سکتی مجازاً ہی ہو سکتی ہے‘ ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ ان اوصاف کو اوصاف جمال و محامد کمال نہیں سمجھتا یا اللہ قادر و کریم کو ان اوصاف سے موصوف نہیں مانتا یا ان صفات کو بالطبع باعث محبت نہیں جانتا؟ سچ ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ!

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے جمال کو اندھوں کی آنکھوں سے چھپالیا کہ وہ دیکھ نہ سکیں اور اپنے جلال کو ان سے پوشیدہ کرلیا کہ وہ اس سے آگاہ نہ ہوں‘ یہ دولت سرمدی انہی خوش بختوں کے حصہ میں رکھی ہے جن کی قسمت میں یہ سعادت روزِ ازل سے لکھ دی گئی اور جن کو آتش حجاب سے بچالیا گیا ہے اور وہ بدنصیب اس سے محروم ہیں جو اندھوں کی طرح اندھیرے میں ٹٹولتے پھرتے ہیں اور دنیا کی خواہشوں اور شہوتوں کے میدانوں میں جانوروں کی طرح چرتے پھرتے ہیں اور یعلمون ظاهرا من الحیواة الدنیاء هم عن الاخرة هم غفلون ”یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں“۔

جن نیک بختوں کو محبوب حقیقی نے یہ نعمت عطا کی ہے وہ ان بدبختوں کے حال پر افسوس کرتے ہیں جو اس سے محروم ہیں اور جن کو یہ دولت حاصل نہیں ہوتی وہ ان صاحب دلوں پر ہنستے ہیں جو اس کی خاطر دنیا کی دولت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ خود ہی مفلس و قلاش ہیں اور ان کو مفلس سمجھتے ہیں۔ خود ہی حقیر و ذلیل ہیں اور ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ خود پریشان حال دنیا کی طلب میں مارے مارے پھرتے ہیں اور ان کو پریشان حال خیال کرتے ہیں۔ اے کاش اگر ان عاشقان الٰہی کی حقیقت ذرا بھی کھل جائے تو وہ دیوانہ وار ان کا دامن پکڑلیں اور مجنوں کی طرح گھربار چھوڑ کر ان کے پیچھے ہولیں۔ سچ کہا تھا کسی عاشق مولٰے نے۔

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند!

فرزند و جمال و خانماں راچہ کند!
دیوانہ کنی' ہر دویں نش بخشی!
دیوانہ توہر دوجہاں راچہ کند!

عارفِ رومی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حالت کی توضیح میں اپنی مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے۔ ایک مجوسی نے ایک بت خانہ بنایا اور وہاں آگ کا انبار لگا دیا' جو بت کو سجدہ نہ کرتا وہ اس کو اس آگ میں جھونک دیتا۔ ایک مومنہ عورت کو جس کا بچہ گود میں تھا اس نے پکڑا اور اس سے کہا کہ اس بت کو سجدہ کر' اس زن پاک دین مومنہ نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا' اس ظالم نے اس کی گود سے بچے کو چھین کر آگ میں ڈال دیا۔ ماں کا کلیجہ اپنے بچے کی محبت کی آگ میں جل اٹھا اور حالتِ اضطرار میں اس نے بت کو سجدہ کرنا چاہا بچے نے آگ میں سے آواز دی۔

اندر آما درکہ من ایں جا خوشم
گرچہ درصورت میاں آتشم
اندر آمادر بر رھیں برھان حق
تابہ بینی عشرت خاصان حق
اندر آدآب بیں آتش مثال
از جہالنے کو آتش ست آبش مثال
اندر آ' اسرارِ ابراھیم بیں
کودر آتش یافت درد یاسمین

مولانا رحمتہ اللہ علیہ کا مقصد اس حکایت سے اس صداقت کو ذہن نشین کرنا ہے کہ عاشقان الٰہی یا خاصان حق کی ظاہری حالت سے تم یہ نہ سمجھو کہ وہ عذاب میں ہیں' اپنی حالت پر ان کا قیاس نہ کرو' ان کے لئے تو ''غیر عذب دیں عذاب ست آں ہمہ'' یعنی محبت اللہ کے پاکیزہ و شیریں پانی کے سوا دنیا کی ساری چیزیں عذاب ہیں اور وہ اس شراب طہور سے مست ہیں اور ان کے دل اس سے مسرور ہیں' جاہل کو اس کی خبر نہیں۔

محبت کا پانچواں سبب باہمی مشابہت و مشاکلت ہے۔ یہ مشابہت و مناسبت جیسا کہ اوپر ذکر ہوا' کبھی ظاہری سبب سے ہوتی ہے اور کبھی غیر ظاہری یا باطنی سبب سے ہوتی ہے۔ انسان میں اور اس کے رب میں باطنی مناسبت پائی جاتی ہے اور اسی وجہ سے انسان کو اللہ قادر و کریم سے محبت ہوتی ہے۔ اس باطنی مناسبت کا بیان آسان نہیں' اس میں غلط فہمیوں کا بڑا اندیشہ ہے ہم یہاں اختصار کے ساتھ اس کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ من اللہ التوفیق۔

امام بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ نے فرمایا۔ خلق آدم علی صورتہ

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا''۔اس حدیث پاک میں صورت سے مراد صورت ظاہری نہیں ہوسکتی' جو آنکھ ناک رخسار وغیرہ کی خاص ترکیب کا نام ہے اور نہ ہمیں ضمیر صورت آدم ہی کی طرف پھیرنی پڑے گی کیونکہ یہ صورت جسم و ہیت کی صورت ہے اور اللہ تعالیٰ جو جسموں کے خالق ہیں مشابہت جسمی سے منزہ ہیں۔صورت سے مراد صورت ظاہری لے کر اور صورت کی ضمیر آدم کی طرف پھیر کر خلق آدم علی صورته سے لازماً مطلب یہ ہوگا کہ آدم کو آدم ہی کی صورت پر پیدا کیا جو آدم ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور تمام مخلوقات سے ممیز ہے۔اس میں جو تکلف ہے' ظاہر ہے۔

صورت سے مراد صورت معنویہ بھی ہوتی ہے۔اس کا اطلاق ترتیب و ترکیب معنوی پر ہوتا ہے' یہ صورت امور معنویہ سے ہے' جیسا کہ کہا جاتا ہے۔صورت واقعہ یہ ہے' یا صورت مسئلہ یہ ہے' یعنی اس کی کیفیت یہ ہے تو ظاہر ہے کہ سورۃ سے مراد کیفیت معنوی' ہوئی۔اس طرح اگر سورۃ سے مراد صورت معنوی لی جائے تو اس کی ضمیر کو آدم کی طرف راجع کرنے میں کسی تکلف کی ضرورت نہ رہے گی اور لامحالہ اس کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرنا پڑے گا۔اس کی تائید دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جو زیادہ واضح و صریح ہے۔ان صورة الانسان علی صورة الرحمن ''انسان کی صورت رحمٰن کی صورت پر ہے''۔

اب حدیث پاک خلق آدم علی صورته کے صحیح معنی یہ ہوئے کہ اللہ قادر و کریم نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور صورت سے مراد صورت عقلیہ معنویہ ہے نہ کہ صورت مادیہ جسمیہ۔صورت عقلیہ کے اعتبارات' ذات' صفات و افعال کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں۔روح انسانی کی ذات پر غور کرو کہ وہ جسمانی شے نہیں جو بدن میں اسی طرح داخل ہوگئی ہو جس طرح پانی برتن میں' اور نہ ہی اس کو عرض قرار دیا جا سکتا ہے جو کسی دوسری شے (جوہر) کے ساتھ قائم جو جیسے سیاہی کسی سیاہ شے کے ساتھ قائم ہے' یا علم عالم کی ذات سے قائم سمجھا جا سکتا ہے۔اس کو متحیز بھی نہیں کہا جا سکتا' یعنی وہ جگہ نہیں گھیرتی' کیونکہ جسم متحیز قابل تقسیم ہوتا ہے اور روح کسی طرح قابل تقسیم نہیں سمجھی جاتی۔

اسی طرح روح نہ انسان کے بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج' نہ وہ اس سے متصل ہے اور نہ منفصل' کیونکہ یہ سب باتیں ایسی چیز کے متعلق کہی جا سکتی ہیں جو جسم رکھتی ہو اور وہ متحیز ہو اور روح میں ان میں سے کوئی بات ثابت نہیں۔روح کو کسی جہت یا سمت میں نہیں مانا جا سکتا' اور نہ وہ کسی چیز میں حلول کی ہوئی سمجھی جا سکتی ہے' کیونکہ یہ صفات بھی یا تو جسمانی شے ہی کے متعلق صحیح ہوسکتی ہیں یا اعراض کے متعلق اور روح نہ جسم ہے اور نہ عرض۔اسی طرح روح بے چوں و چگونہ و بے کیف و نمونہ ہے اور یہ بعینہ ذات الٰہی کی صفات ہیں۔اسی طرح ذات آدم ذات الٰہی کے مشابہ ہوئی فافہم وتدبر۔

اسی طرف اشارہ ہے فرمان خداوند کا۔یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی'' یہ لوگ (اے محبوب ﷺ) آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے''اور اس سے واضح تر دوسری آیت میں ہے۔فاذا سویته ونفخت فیه من

روحـــی ''سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں روح ڈال دوں'' اور اسی وجہ سے اس کو فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں۔ انـا جعلناك خليفة فی الارض ''ہم نے تجھ کو زمین پر خلیفہ بنایا''۔ آدمی خلافت الٰہی کا مستحق اسی مناسبت کی وجہ سے ہوا جو اس کی ذات کو اللہ قادر و کریم کی ذات سے ہے۔

اب صفات روحِ انسانی پر غور کرو۔ یہ صفات علم' ارادہ قدرت' سمع بصر' وکلام ہیں' اور یہی صفات حق تعالیٰ کے بھی ہیں' اس صورت میں بھی آدم کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات سے مشابہ ہوئیں' فافہم وتدبر۔ آخر میں افعال روحِ انسانی پر غور کرو۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت وغیرہ میں اس کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

انسان کے فعل کا آغاز خواہش اور ارادے سے ہوتا ہے۔ پہلے اس کا اثر قلب میں ظاہر ہوتا ہے پھر دماغ پر ہوتا ہے۔ اس سے اعصاب متاثر ہوتے ہیں جن کا منبع دماغ ہے' پھر ان سے اوتاد اور رباطات اثر لیتے ہیں جو ہر جوڑ سے لگے ہوئے ہیں اور ان سے انگلیاں حرکت کرتی ہیں اور ان سے (مثلاً) قلم میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ صورت جس کو انسان کاغذ پر لکھنا چاہتا ہے ظہور میں آتی ہے۔

افعال انسانی کی ان تفصیلات پر غور کرنے سے افعال الٰہی کی کیفیت بھی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ جس طرح انسان کا تصرف اس کے اپنے بدن پر ہوتا ہے جس کو عالم صغیرہ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ اسی خالق اکبر کا تصرف ''عالم کبیر'' (کائنات) پر جاری ہے۔ دیکھو ارادہ انسانی کو جو نسبت قلبِ انسانی سے ہے وہی ''امر'' کو عرش سے سمجھی جا سکتی ہے اور قلب انسانی کو دماغ سے جو نسبت ہے وہی عرش کو کرسی سے مانی جا سکتی ہے۔ حواس انسانی کو ذات انسانی سے جو نسبت ہے وہی فرشتوں کو ذات الٰہی سے قرار دی جا سکتی ہے جس طرح حواس انسان کے مطیع ومنقاد ہیں اسی طرح ملائک اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مجبور و مجہول ہیں۔

اس مختصر توضیح سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ذات وصفات وافعال انسانی ذات وصفات وافعال الٰہی سے مشابہ ہیں اور یہی مشابہت معنوی صورۃ حقیقی ہے جس کا خـلـق آدم عـلـی صـورتـه میں ذکر آیا ہے۔ آدم مظہر ذات وجامع صفات الٰہیہ ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں ذکر ہے خـلـقـت بيـدی ''اس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا'' اور حدیث پاک میں آیا ہے خـلـق آدم بيـده یعنی ''آدم کا پتلا اپنے ہاتھ سے بنایا''۔ یہ دو ہاتھ جلال و جمال الٰہی ہیں یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر تام ہے اور جمیع صفات الٰہیہ کا جامع ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا خلق آدم علی صورته ووجهه ''آدم کی تخلیق صفات اللہ وذات اللہ پر ہوئی ہے''۔ اسی سلسلہ میں اگر آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو لیں سـنـريـهـم آياتـنـا فی الافـاق وفـی انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق ''ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ حق ہے''۔ نظر ڈالو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ نفس کو آفاق پر عطف فرمایا ہے (حرف 'ف' کے ساتھ) یعنی جو آیات یا صفات

اللہ آفاق یا کائنات خارجی میں ظاہر ہیں وہی آیات وصفات نفس آدم میں بھی موجود ہیں۔فرق اتنا ہے کہ کائنات خارجی میں یہ من حیث التفریق اور نفس انسانی میں من حیث الجمع ہیں۔اسی لئے انسان جس کو عالم صغیر سے تعبیر کیا گیا ہے' خلاصۂ عالم کبیر قرار دیا جاتا ہے' اسی جامعتی صفات کے اعتبار سے انسان کو اپنی صورت سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور ظہور صفات کی صورت کا نام آدم (یا انسان) رکھا گیا ہے۔

صورت دراصل نام ہے اس محل کا جس میں حقیقت مخفی و مستتر ہوتی ہے لیکن اپنا اظہار اسی کے ذریعے کرتی ہے۔نور کی مثال سے اس اجمال کی وضاحت ہوسکتی ہے' دیکھو نور ظہور الوان یعنی رنگ کی حقیقت ہے' کیونکہ نور کے بغیر ظہور الوان ممکن نہیں' الوان ظہور نور کا محل ہیں۔بالفاظ دیگر نور ہی بصورت الوان ظاہر ہوتا ہے لیکن صورت الوان میں مخفی و مستتر ہوتا ہے اور باوجود ظہور کے باطن الوان کہلاتا ہے۔اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ نور ظہور الوان کی حقیقت ہے اور مختلف الوان کی یہ صورتیں عارض ہیں' ان عوارضات کو صفات نور قرار دیا جاسکتا ہے یا صفات صورت نور صورت الوان کے ظہور سے حقیقت نور مستور ہو جاتی ہے۔

نور کی اس مثال سے آپ کو یہ صاف طور پر ظاہر ہو جائے گا کہ کس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا آئینہ صورت قرار دیا جاسکتا ہے جو خود بے صورت ہیں جل جلالہ واعظم شانہ۔عارف جانتا ہے کہ یہ صورت اسی معنی مطلق ہی کی صورت ہے لہذا وہ اپنی ذات میں ذات مطلق کا' اپنی صفات میں صفات الٰہی کا اور اپنے افعال میں افعال خالق کا مشاہدہ کرتا ہے اور فی انفسکم افلا تبصرون کی تنبیہہ سے پوری طرح فائدہ حاصل کرتا ہے تاکہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ''جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا'' کا قول پوری طرح صادق آئے۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی مناسبت کی طرف اشارہ ہے اس قول میں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔مرضت ولم تعدنی ''ہم بیمار ہوئے اور موسیٰ (علیہ السلام) تم نے عیادت نہ کی''۔حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہوئے اور پوچھا' بارالٰہا کیا آپ بھی بیمار ہوتے ہیں؟ جواب ملا کہ ہمارا فلاں بندۂ خاص بیمار ہوا اگر تم اس کی عیادت کرتے تو ہمیں وہیں پاتے۔مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے جواب کو اس طرح پیش کرتے ہیں۔

گفت آرے بندۂ خاص گزیں
گشت و نجور' اومنم' نیکس بہ ہیں
ہست رنجوریش رنجوئ من
ہست معذور بش' معذوریٔ من!

بندۂ خاص و برگزیدہ کو جو مناسبت محبوب حقیقی سے ہوتی ہے اس کو پیش نظر رکھ کر مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ھرکہ خواھد ھم نشینند باخدا
گو نشنینی در حضور اولیا!
از حضور اولیا گر بگلی
تو بلاکی زانکہ جزوی نے کلی
ھر کرا دیواز کریماں دابرد
بے کسش یابدسرش را او خورد

خاص بندوں کی اللہ تعالیٰ سے جو مناسبت ہوتی ہے اس کی وضاحت کے لئے عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ اپنی مثنوی میں نقل فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حج کے ارادے سے چلے' ان کا قاعدہ تھا کہ جس شہر میں جاتے بندگان خاص کی جستجو کرتے اور جو مل جاتا اس کی زیارت کرتے چنانچہ ایک سفر میں ایک مقام پر:

دید پیرے باقدے ممچوں ھلال
دید دردے فروشان ذوالجلال
بایزید ازراچو از اقطاب یافت
مسکنت بمودو درخدمت شتافت
گفت عزم تو کجا اے بایذید
رخت غربت را کجا خواھی کشید

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حج کو جاتا ہوں' شیخ نے پوچھا کچھ پاس بھی ہے' جواب دیا دوسو درہم ہیں۔

گفت طوفے کن بگردم ھفت بار
ایں نکوتر از ملوان حج شمار
واں در مہا پیش من بنہ اے جواد
دان کہ حج کردی و حاصل شد مراد
عمرہ کر دی عمر باتی یا فتی
صاف گثیتی برسفا بشتافتی
حق آں حقے کہ جانت دیدہ است
کہ مرا برھیت خود بگزیدہ است
کعبہ را ایک باربیتی گفت یار
گفت یا عبدی مرا ھفتاد بار

 عشق حقیقی و مجازی

چون مرادیدیؔ خدرا دیدہ
گرد کعبہؔ صدق بر گرویدہ
چشم نیکو باز کن در من نگر
تا بہ بینی نور حق اندر بشر
بازید آں نکتہا راھوش داشت
ہمچو زریں حلقہ اش درگوش داشت
آمد ازوے بایزید اندر مزید
منتہی در منتہی آفر رسید

بس اللہ تعالیٰ کے لئے خاص الخاص بندے بھی ہوتے ہیں جن کو اس سے اس درجہ مناسبت ہوتی ہے لیکن یہ خاص مناسبت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب بندہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل پر مواظبت کرتا ہے اور محبوب حقیقی سے تقرب چاہتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبته وآزا احبته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه ویده الذی یبطش بها ورجله التی یمشی بها ''بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا ہے' یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں اور جب میں اس کو چاہتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے'' (الحدیث رواہ البخاری)۔ بعض روایات میں ہے۔ فواده الذی بعقل به ولسانه الذی یتکلم به ''اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے'' (شرح مشکواۃ)۔

یہ وہ مقام ہے جہاں زیادہ گفتگو نہیں کرنی چاہئے' یہ مزلۃ الاقدام ہے' بہت سے لوگ یہاں گمراہ ہو گئے ہیں اسی لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے کہ۔

ور نیابد وال پختہ ھیچ خام
پس سخن کوتاہ کن باید والسلام
انچہ می گویم بقدر فہم تست
مردم اندر حسرت فہم درست

ہماری اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت (یا افراط محبت جو عشق ہے) کے قلب انسانی میں پیدا ہونے کے پانچ ہی سبب ہیں۔ محبت نفس' احسان' کمال' جمال' نسبت ظاہری و باطنی' یہ سارے اسباب و مقتضیات اللہ قادر و کریم میں کامل طور پر جمع ہیں لہذا محبت یا عشق کے مستحق اللہ قادر و کریم ہی ہیں اور ارباب بصیرت کے نزدیک قابل پذیرائی صرف محبت الٰہی ہے عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بجا طور پر فرمایا

ہے۔

عشق زنده در روان و در بصر
هر دمی باشد زغنچه تازه تر
عشق آں زنده گزیں کو باقیست
وز شراب جاں فزایت ساقیت
عشق آں بگزیں که جمله انبیاء
یافتند از عشق او کار د کیا

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

عشق بر مرده نباشد پائیدار
عشق را بر حیئی جاں افزائی دار
عشق زاد صاف خدائی بے نیاز
عاشقی بر غیر او باشد مجاز
زانکه آں مس زر اندود آمد است
ظاهرش نور اندروں دور آمدست
چوں شود نور و شود پیدا دخان
بفشرد عشق مجازی آں زماں

محبت کے اسباب وموجبات پر روشنی ڈالنے کے بعد اور یہ ثابت کرنے کے بعد کہ حقیقی محبت یا عشق تو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہئے' اب ہم عشق مجازی و حقیقی کو سمجھتے ہیں۔

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

اما بعد

فاعوذبالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

ومن الناس من یتخذ من دون الله اندادا یحبونهم کحب الله

والذین اٰمنو اشد حبا لله

''یعنی لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے برابر غیروں سے محبت رکھتے ہیں'

مگر ایمان والے سب سے زیادہ اللہ کی محبت رکھتے ہیں''۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں اس آیت شریفہ میں غیروں سے مراد بت ہیں۔ کافر بتوں کی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسی اللہ کریم سے رکھنی چاہئے یا مراد بڑے آدمی ہیں خواہ وہ صاحب دولت یا حسن و جمال والے ہوں۔ جن کو لوگ اپنے خیال میں بڑا تصور کریں یہ ان سے خدا کے برابر محبت کریں۔ صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ سوائے ذاتِ الٰہی کے کسی اور چیز کی محبت رکھنی اس آیت سے منع ثابت ہے۔ انسان سب سے زیادہ اللہ کریم سے محبت رکھے کیونکہ ہر چیز کی محبت فانی صرف اس باقی کی محبت باقی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت رکھی اور کیا کچھ رکھی پھر کیا ہوا جدائی ڈالی گئی۔ اسی (۸۰) برس تک روتے رہے یاسفیٰ علی یوسف وابیضتعیناه من الحزن فهو کظیم ''ہائے افسوس یوسف کی جدائی میں آنکھیں جاتی رہیں نابینا ہوئے غم کے پتلے بن گئے کمر ٹوٹ گئی''۔ نزہتہ المجالس میں ہے حرج یوسف الی الصید قوای اعرابیا من الشام فساله عن یعقوب فقال کثیر الاخزان وقد الخنی ظهره وذهب بصره علی فقد ولد یوسف فوقع مثیث علیه من البکآء فقالو امام هذا البکآء فقال اخیرنی هذا الاعرابی ان یعقوب اشرف علی الهلاك قالو اله ذنب قال نعم اتخذ محبوبا مع الله تعالیٰ ''حضرت یوسف (علیہ السلام) جب زلیخا کے پاس تھے اکثر آپ سیر وشکار کو جاتے ایک دن جنگل میں ایک کنعانی زمیندار آپ کو ملا آپ نے اس اعرابی سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال پوچھا اعرابی نے بیان کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں' کمر غم سے دوہری ہوئی' آپ پر غم اور حزن کی گھٹا چھائی ہوئی ہے'' حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال حضرت یعقوب علیہ السلام کا سن کر بے ہوش ہو کر زمین پر گرے ساتھ والے

خادموں نے عرض کیا کہ حضرت یہ اتنے غم کا سبب کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ اعرابی کہتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام وفات کے قریب پہنچ گئے، اور کسی طرح غم و رنج و ملال ان کا کم نہیں ہوتا آپ کے ساتھ والوں نے کہا کہ انہوں نے کچھ ایسا قصور کیا ہے جو اس طرح وہ مصیبت میں مبتلا کئے گئے۔ فرمایا کہ ہاں بڑا قصور کیا ہے اور وہ قصور یہ ہے کہ اللہ کی محبت کے ساتھ یعقوب علیہ السلام نے ایک اور شخص سے بھی محبت پیدا کر لی ہے۔

☆ انیس المجالس میں ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں حضرت یعقوب علیہ السلام نہایت بے چین ہوئے اور آپ کو صبر نہ آیا تو اپنے درد کی تسکین کے لئے چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی تصویر بنا کر اپنے پاس رکھیں لیکن آپ نے کوئی چیز ایسی نہ پائی جس کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے مشابہ ہوتا۔ اس لئے آپ یوسف کی تصویر اور مثال نہ بنا سکے۔ فنودیٔ یعقوب کان لیوسف مثال ولکن اشکل علیك تصویرة قلمیتخاجیبا لیس له ''اللہ قادر و کریم کی طرف سے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کو ندا آئی، اے یعقوب (علیہ السلام) یوسف (علیہ السلام) کے حسن کی مثالیں تو بہت سی تھیں مگر تم اس کی مثال نہ بنا سکے، اے یعقوب (علیہ السلام) تم ایسی ذات کو اپنا محبوب کیوں نہیں بناتے جس کی فی الواقع کوئی مثال نہیں ہو سکتی دنیا میں اس کے حسن و جمال کی کوئی نظیر نہیں ہے''۔ لیس کمثلہ شیٔ وھوا السمیع العلیم ''نہیں ہے اللہ کی مثال کسی شے میں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔ مصر کی عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت دیکھ کر بے خود ہو گئیں اپنے ہاتھ کاٹ لئے انہیں اصلاً خبر نہ ہوئی پھر ساری عمر حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں پاگل ہو کر اور دیوانی ہو کر مصر کی گلیوں میں یوسف، یوسف (علیہ السلام) پکارتی پھرتی رہیں۔ فلما رائیته اکبرنه وقطعن ایدیھن ''جب عورتوں کی نگاہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کے چہرہ پر پڑی بے خود ہوئیں اور کاٹ لئے ہاتھ اپنے''۔ یہ چالیس عورتیں مصر کے معزز لوگوں کی تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کے عشق میں پاگل ہوئیں کوئی پاغل خانہ میں جا کر مری کوئی مصر کے گلی کوچے میں یوسف یوسف (علیہ السلام) پکارتی ہوئی مری۔ سب کی سب دین دنیا سے کھوئی گئیں عورتو ایسی محبت تمہیں یوسف کے خالق محبوب حقیقی رب العالمین سے کرنی چاہئے یہ کس فانی عشق میں تم نے اپنی جانیں دے ڈالیں۔ ہائے پھر جان دینے کا کچھ بھی مزا نہ پایا کاش یہ جانیں مولیٰ کے عشق میں جاتیں تو اس خون کے صلہ میں دیدار محبوب نصیب ہو جاتا۔

☆ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک میدان میں پورے سو (۱۰۰) اولیاء اللہ کو مرے اور بے گور و کفن پڑے دیکھا جوش محبت میں پکارا اے محبوب یہ کب تک اپنے عاشقوں کو قتل کرتا رہے گا، آواز آئی کہ یوں ہی قتل کریں گے لیکن قیامت میں اس خون کی دیت دیں گے۔ الٰہی ان کے خون کی کیا دیت ہے؟ فرمایا۔ دیة اھل الدینا الدامھم والدنیاء ودیة قتل احل الله ردیة الجبار ''اہل دنیا کے

قتل کی دیۃ درہم و دینار ہیں اہل اللہ کے قتل کی دیۃ دیدار جبار وغفار ہے۔ یحبونھم کحب اللہ والذین امنو اشد حبا للہ ''کوئی یوسف (علیہ السلام) کے عشق میں مر کر بیکار گیا کوئی اپنے مولیٰ کے عشق میں مرا اور مولیٰ کے دیدار کا مستحق بنا''۔ حضرت زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق میں کیا حال ہوا۔ چھوٹی عمر مین جب سے خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اسی دن سے جو عاشق ہوئیں تو ے سال کی عمر تک عشق روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ مصر کے خزائن یوسف علیہ السلام کی خریداری میں خالی کئے گئے' نئے قسم کے محل بنوائے ان محلوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو لے گئیں مگر یہ سب کچھ بے کار گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے بھیجنے سے مصر کے قید خانہ میں گئے مگر پھر اللہ کریم کے فضل سے قید خانہ سے نکل کر مصر کے وزیر ہوئے۔ عہدہ وزات زلیخا کے گھر سے چھن گیا' زلیخا کے شوہر عزیز مصر کا انتقال ہوا حضرت زلیخا محلوں سے نکل کر حضرت یوسف علیہ السلام کے رستہ پر جا پڑی روتی روتی اندھی ہوئی' کمر جھک گئی لیکن نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔ افسوس نہ خدا ہی ملا نہ خزانہ اور کیسی اٹھتی جوانی کے ساتھ بے نظیر حسن خاک میں ملا۔ کاش یہ سب کچھ زلیخا عشق الٰہی میں فنا کرتی تو کیا اچھا تھا۔ اے زلیخا یوسف علیہ السلام کی محبت میں کیا کیا۔ مصر اپنا کچھ کھویا کسی کا کیا گیا۔ اگر رب العزت تمہاری دستگیری نہ کرتا تو تم دونوں جہان میں برباد ہو چکیں تھیں۔ اے زلیخا یوسف علیہ السلام کی محبت کے زمانے میں اللہ کی محبت تمہیں کچھ بھی نہ تھی ابتداء میں تم نے یوسف علیہ السلام کو اللہ کریم سے زیادہ چاہا اور پسند کیا۔ یحبونھم کحب اللہ ''غیر لوگ غیروں کو اللہ کے برابر سمجھتے ہیں''۔ والذین امنو اشد حباللہ ''مگر اللہ والے سب سے زیادہ اپنے کریم رب سے محبت رکھتے ہیں''۔ ہاں زلیخا جب اللہ والی ہو گئیں تو پھر اپنے اللہ سے محبت رکھی کہ یوسف علیہ السلام کی محبت میں فوق لے گئیں۔ اے زلیخا تم نے دونوں طرح کے عشق کا ذائقہ چکھ لیا ہے۔ عشق مجازی اور عشق حقیقی کا ذرا سچ بتا ہم مانتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام جیسا حسین دنیا سے ناپید ہے لیکن جمال الٰہی اور حسن یوسف علیہ السلام میں کتنا فرق ہے۔ ہمیں بھی بتا دیجئے کہ۔

سالك بے خبر نبود زرأه درسم منزلها

اور آفتاب اور روزہ کی نسبت بھی غلط ہے' قطرہ اور سمندر کی کہانی بھی نامناسب ہے' زمین و آسمان کی مثال بھی ٹھیک نہیں' عرش فرش کا فرق بھی کیا شے ہے' حق تو یہ ہے لیس کمثلہ شیء۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے برتر از خیال قیاس گمان وھم

جو کہ سب درجوں سے درجہ فوق ہے
اس سے لاکھوں درجہ تو مافوق ہے
عقل سے برتر خدائی ہے تیری
فہم سے باہر خدائی ہے تیری

ان کے بعد میدان عشق میں قیس آئے ایک کالی عورت کے عاشق ہوئے سرگرداں پھرے' مجنوں کہلائے' چھوٹی عمر میں لیلیٰ کے عشق کی آگ مجنوں کے سینہ میں بھڑکی جب قیس کی محبت کا قصہ شہرت پا گیا' تب قیس کو لیلیٰ کے گھر کے دروازے تک آنے کی ممانعت ہوئی۔ بادشاہ وقت کو اطلاع کی گئی۔ اس نے حکم دیا کہ اگر قیس لیلیٰ کے گھر پر آئے تو قتل کر دو' ہم نے خون معاف کیا۔ ادھر پابندی ادھر نمرود کی آگ کی طرح لیلیٰ کی محبت کی آگ بڑھتی تھی۔ اکثر وقت قیس لیلیٰ کے فراق میں بے ہوش رہنے لگا۔ قیس کے گھر والوں نے باہم مشورہ کیا یہ رائے قرار پائی کہ لیلیٰ کے والدین کی خدمت میں چل کر عرض کیا جائے کہ آپ لیلیٰ کا عقد شرعی قیس سے کر دیجئے۔ سب کے سب لیلیٰ کے والد کی خدمت میں گئے اور بہت کچھ عرض و معروض کیا مگر تقدیر الٰہی عشق قیس شہرہ آفاق ہو چکا تھا اور عرب میں عاشق کے ساتھ عقد کرنا بڑی عار کا کام تھا۔ اسی پرانی رسم کے موافق لیلیٰ کے باپ نے انکار کیا اور یہ کہا کہ آپ مجھے سارے عرب میں بدنام کرنا چاہتے ہو' لوگ کہیں گے لیلیٰ کو عاشق کے ساتھ بیاہ دیا۔ اب تو مجنوں کی جان پر بن گئی جب اس طرف سینا خامی رہی تو قیس کو لوگ مکہ معظمہ لائے کعبہ کا پردہ ہاتھ میں دیکر دعا کرائی کہو اللھم ارحمنی من حب لیلیٰ ''الٰہی لیلیٰ کی محبت چھڑا دے'' قیس کے منہ سے یہ نکلتا تھا اللھم لا ترحنی من حب لیلیٰ ''لیلیٰ کی محبت میرے دل سے نہ نکلے''۔ اس موقعہ پر عرفات کے میدان میں قیس موجود تھے اور وہاں اتفاق سے قافلہ میں کوئی لیلیٰ کے نام کی کوئی عورت تھی۔ اسے کسی نے پکارا اے لیلیٰ۔ مجنوں اپنے محبوب کا نام سنتے ہی غش کھا کر گرا جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کیا ہوا تھا؟ جواب دیا کہ کسی نے میرے محبوب کا نام لیا تھا۔ اس کا نام سنتے ہی مجھے تاب نہ رہی' بیہوش ہو گیا۔ اے قیس اگر یہ محبت رب لیلیٰ سے کرتا تو آج تو کون اور کیا ہوتا۔ یحبونھم کحب لله ایسی محبت اللہ قادر و کریم سے کرنی چاہئے تھی کیا ایک ناچیز عورت سے محبت کر کے اپنے آپ کو برباد کر لیا۔ ایک دن مجنوں کو لیلیٰ کی گلی کا کتا ملا فوراً گود میں اٹھا لیا اور منہ سے منہ لگا کر پیار کرنے لگا۔ اس قصہ کو مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

ھمچوں مجنوں کو سگے رامی نواخت
بوسہ اش میداد پیشش میگداخت
گرداد میگشت خاضع درطواف
ھمچو حاجی گرد کعبہ بے گراف
ہم سر وپایش ھمی بوسیدہ و ناف
ھم جلاب شکرش میداد صاف
بوالفضول گفت کائے مجنوں خام
ایں چہ شیدا است ایں کہ می آرمی مدام
نور سگ دائم پلیدی می خورد

مقعد خود را بلب مے استرد
گفت مجنوں تو همه نقشے و تن
اندراں بنگر تو از چشمان من
کاین طلسم بسته مولست این
پاسبان کوچه لیلیٰ است این
آن سگے که گشت درکویس مقیم
خاکپاتش رابه سیتران عظیم

ایک شخص نے مجنوں سے کہا کہ یہ جانور ناپاک ہے تم اسے اس طرح پیار کیوں کرتے ہو مجنوں نے کہا کہ آپ اس کے ظاہر کو دیکھتے ہیں' آپ کو اس کے باطن کے اوصاف کی خبر نہیں' یہ کتا لیلیٰ کی گلیوں میں رہنے والا ہے' وہاں کا پاسبان ہے' یہ کتا میرے محبوب کے کوچہ کا مقیم ہے' اس کے پیروں کی خاک شیروں سے اچھی ہے۔ اس قسم کے ولولوں میں ایک دن لیلیٰ کے فراق میں کسی جنگل میں مر کر رہ گیا۔ کاش یہ عشق کی طاقت خالق لیلیٰ کی جانب مصروف ہوتی تو دو جہاں میں کامیاب ہوتا۔ ومن الناس من یتخذ من دون الله اندادا یحبونهم کحب الله والذین امنو اشد حبا لله ''بعضے لوگ سوائے اللہ کے ایسی محبت غیروں سے پیدا کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ پیدا کرنی چاہئے تھی ہاں اللہ والے تو ایسی محبت اپنے اللہ سے کرتے ہیں' غیر سے تعلق نہیں رکھتے''۔

اس طرح ادہم کو دیکھو تو وہ شاہ بلخ کی دختر کی محبت میں چور تھے۔ ایک نظر جو بادشاہ بلخ کی دختر پر پڑی ہزار جان سے عاشق وشیدائی ہوئے۔ اپنی لیاقت اور بادشاہ کی حیثیت کو نہ تولا' فوراً شاہ سے عقد کی درخواست کر دی۔ وزیر نے ان کو ٹالنے کی یہ تدبیر نکالی کہ بادشاہی توشہ خانہ سے ایک بڑا موتی نکال لا' ادہم کو دیکھ کر کہا کہ اگر تم ایسے موتی لا دو تو ہم تمہاری شادی شاہ بلخ کی دختر نیک اختر سے کر دیں گے۔ جوش عشق میں نکل کر سمندر پر پہنچے۔ وہ کاٹ کی فقیرانہ کشتی نکال کر سمندر کو خالی کرنے لگے۔ چالیس روز برابر یہی کرتے رہے۔ وہ سمندر دریائے ناپیدا کنار' وہاں ادہم کا کیا شمار لیکن اللہ رے عشق میں ثابت قدم ہو تو ایسا ہوا ادہم کی جانبازی پر اللہ قادر وکریم نے رحم کیا اور اپنے فضل سے سمندر کو حکم دیا کہ بہت سے موتی بھرے سیپ درویش ادہم کے پاس پھینک دے۔ بموجب حکم الٰہی سمندر نے کچھ سیپ ادہم کی نذر کئے۔ بڑی خوشی سے موتی اٹھا کر لائے۔ ایسے ایسے نادر موتی تھے کہ جن کے برابر کے موتی بڑے بڑے بادشاہوں کے خزانہ میں نہ ہوں گے۔ جب بادشاہ کے دربار میں پہونچے' موتی پیش کئے اور مطلوب کے ملنے کی درخواست کی۔ ہر ایک شخص موتی دیکھ کر حیران تھا مگر وزیر بے تدبیر نے موتی رکھ لئے اور ادھم کو بری طرح سے دربار سے باہر نکلوا دیا۔ قصہ مختصر بادشاہ کی بیٹی کسی مرض میں مبتلا ہو کر مری۔ دفن کرنے کے بعد ادھم لاش کو نکال کر لے گئے۔ وہ دراصل سکت کے مرض میں مبتلا تھی۔ پھر تندرست ہو گئی انجام کار ادھم سے

نکاح ہو کر وصال نصیب ہوا لیکن یہ سب کچھ ہیچ وہ محبوب بھی فانی محبت بھی فانی۔محبت بھی فانی۔کاش اگر ادھم یہ جذبۂ عشق اللہ قادر و کریم سے کرتے تو کتنے بڑے اولیاء اللہ ہوتے۔والذین امنوا اشد حبا للہ۔اس قسم کے ہزاروں عشق کے کارنامہ دنیا میں ہوئے اور ہوں گے لیکن بالآخر سب کو دریائے فنا میں غرق ہونا اور وجود سے عدم میں جانا پڑا۔

اگر باقی رہنا چاہتے ہو تو اس باقی کی محبت میں فنا ہو جاؤ جس طرح انبیاء اولیا اللہ اس کی محبت میں فنا ہوئے اول سب سے محبت الٰہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قدم رکھا۔آسمان و زمین پر خلیل اللہ نام رکھوایا' ہر قسم کی تکلیف میں ثابت قدم رہے۔جناب کی ثابت قدمی پر ملائک تعجب کرتے رہے۔روض الریاحین میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔ابراہیم تم ہمارے خلیل ہو اور ہم تمہارے خلیل ہیں۔ذرا اس بات سے بچنا کہ میں تمہارے قلب کی طرف نظر ڈالوں وہاں کسی غیر کو پاؤں اگر ایسا کرو گے میری محبت اور دوستی ٹوٹ جائے گی' میری نظر سے گر جاؤ گے۔میں ایسے شخص سے محبت کرتا ہوں اگر میں اسے آگ میں ڈال کر جلا ڈالوں تب بھی اس کے دل میں سوائے میرے کسی دوسرے کا خیال تک نہ آئے اور اسی طرح اس کا دل میری محبت میں مضبوط رہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کر دکھایا۔جب آپ نے قتل غیار کیا یعنی قوم نمرود کے بت خانہ میں تشریف لے جا کر سارے بتوں کو توڑا اور قوم نمرود نے آپ کو گرفتار کیا اور یہ تجویز ہوا کہ ابراہیم کو آگ میں جلایا جائے۔نمرود نے آتش خانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تیار کیا۔تاریخ طبری و ابن اللثیر میں ہے کہ ایک میل سے ایک میل کا احاطہ بنایا گیا جس کی چار دیواری ۲۰ گز بلند تھی۔اس میں لکڑیاں جمع کرنی شروع کیں۔ہر شخص اس کام کو بڑا نیک کام خیال کرتا تھا۔بیمار منت مانتا اگر میں اچھا ہو گیا تو ابراہیم کے جلانے کے احاطہ میں اس قدر لکڑیاں اپنے پاس سے پہنچاؤں گا۔عورت کہتی تھی اگر میرا فرزند تندرست ہو تو میں اتنی لکڑیاں اس ثواب کے کام میں دوں گی۔غرض کچھ رعیت نے مدد دی باقی نمرود کی طرف سے ایک مہینے میں وہ احاطہ بھر گیا اوپر سے روغن وغیرہ ڈال کر آگ لگا دی۔یہ پھر اس زور سے آگ بھڑکنے لگی کہ شعلے اس کے آسمان تک جانے لگے۔کیا امکان تھا کہ کوئی پرندہ' جانور احاطہ کے اوپر سے گزر جائے جب دور دور تک آگ کے شعلے اور تیزی سے پہنچنے لگے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید خانہ سے باہر لائے۔منجنیق بنا کر اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زنجیروں سے باندھ کر رکھا اور چاہا کہ آگ میں ڈالیں۔فضبحت السموت والارض والجبال ومن فیھا من الملآئکۃ وجمیع الخلق الاالثقلین ضبحۃ واحدۃ ''چیخ اٹھے آسمان اور زمین اور پہاڑ اور سارے فرشتے دفعتاً'' اور عرض کیا ربنا خلیلك یلقی فی النار ولیس فی الارض احد یعبدك غیرہ ''یا اللہ کیا تیرا دوست اور خلیل آگ میں ڈالا جا سکتا ہے' اگر آج یہ جل گیا تو پھر یا اللہ تیری عبادت زمین پر کون کرنے اٹھے گا''۔اے رب ہمارے ان کی مدد کرنے کی اجازت ہو۔ارشاد ہوا ھوا خلیل لیس لی خلیل غیرہ وانا الہ لیس لہ اللہ

غیری فان استغاث بکم فاغثیوہ وان لم یدع غیری فخلوا بیغی وھین خلیل ''ابراہیم (علیہ السلام) ہمارا پیارا دوست ہے' سوائے اس کے آج روئے زمین پر ہمارا کوئی دوست نہیں اور ہم اس کے معبود ہیں ہمارے سوا اس کا کوئی معبود نہیں تم جاؤ اگر وہ تم سے مدد طلب کرے تو تم اس کی مدد کرو اور اگر وہ تم سے رخ بھی نہ ملائیں تو خلیل جانے اور ہم رب خلیل جانیں''۔

تاریخ تعلبی میں ہے کہ یہ حکم سنتے ہی بہت سے ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے پانی کا مؤکل فرشتہ آپ کے سامنے آیا اور عرض کیا کہ آپ کے اشارہ کا منتظر ہوں ابھی اس آگ پر مینہ برسا دوں پانی کے خزانے میرے ہاتھ میں دیکر مجھے اللہ قادر و کریم نے بھیجا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس فرشتہ کی طرف سے منہ پھیرا اور یہ فرمایا امـا الیك فلا ''تیری مجھے کچھ حاجت نہیں ہے''۔ فوراً ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) اشارہ کرو ابھی آندھی چلا کر ساری آگ اڑا دوں۔ فوراً خلیل اللہ نے ان غیروں سے منہ پھیرا اور فرمایا لا حـاجـه الیکم ''جاؤ جی تمہاری کیا حاجت ہے''۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کچھ حاجت ہے تو آؤں اس آگ کو پر مار کر اڑا دوں۔ فرمایا ماالیك فـلا ''اے جبرائیل مجھے تمہاری کچھ حاجت نہیں''۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ابراہیم اچھا اگر غیر سے مدد نہیں لیتے تو اس مولیٰ سے طلب کرو۔ فرمایا۔ حسبی مولی علمه بحالی ''اے جبرائیل وہ تو خود جانتا ہے' بس مجھے یہ کافی ہے'' کیونکہ اگر میں اس سے مدد طلب کروں تو کس منہ سے وہ پاک میری زبان ناپاک اگر دل سے طلب کروں تو میرا دل اس کا عاشق زادہ کب خلاف مرضی کر سکتا ہے۔ اے جبرائیل مـن اوقـد الـنـار قـال جبرئیل اوقد ھا النمرود قال من حکم بذلك قال الجلیل ''اے جبرائیل یہ آگ کس نے جلائی ہے کہا نمرود نے اچھا نمرود کو کس نے حکم دیا ہے فرمایا رب جلیل ہے'' فـالـخـلـیـل رضـی بـحـکـم الـجـلـیـل ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جبرائیل خلیل راضی ہے رب جلیل کے حکم پر'' تم ہٹ جاؤ ہمیں جلنے دو دیکھو آگ خلیل کو جلاتی ہے یا خلیل اس آگ کو عشق الٰہی کی آگ میں جلاتا ہے۔

عشـق آتشیسـت کـه آتـش دوزخ خـدائـے اوسـت

انیس الجلیس میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ابراہیم آج میں آپ کے عشق کی حالت و کیفیت لکھوں گا فرمایا کس شے پر لکھو گے اگر پہاڑ پر لکھو گے تو وہ جل جائے گا اگر لوہے پر لکھو گے تو لوہا پگھل جائے گا یہ داستان عشق تو سوائے خلیل کے دل کے دوسری جگہ لکھی نہیں جا سکتی۔ اے جبرائیل ہٹ جاؤ فراق میں جان نکلی جاتی ہے۔ آج رب جلیل نے بندے خلیل سے آگ کے اندر ملاقات کرنی اور دیدار دکھانے کا وعدہ کیا ہے۔ سب کو ہٹا دیا اور تنہا نمرود کی آگ میں ڈالے گئے۔ جب آگ میں پہنچ گئے تب رب جلیل نے آگ کو پکارا یـنـارکـونی بردا وسلما علی ابراهیم ''اے آگ بہت جلد سرد ہو جا دیکھ اگر ابراہیم کی زنجیروں کے سوا تو نے ایک رونگٹا بھی جلایا تو ایسے عذاب میں ڈالوں گا

کہ جس کا کوئی شمار نہ ہوگا''۔ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آہنی قید کی زنجیریں جلا ڈالیں پھر اسی وقت ٹھنڈی ہوئی وہ آدھی جلی ہوئی لکڑیاں گلاب کے درخت بنے۔ آب شیریں کی نہریں جاری ہوئیں۔ چالیس دن آپ اس آگ میں رہے۔ وہ سرور وراحت آپ کو میسر ہوا کہ وہاں سے نکلنے کے بعد اس کا عشر عشیر بھی کبھی نصیب نہ ہوا جب آگ ٹھنڈی ہو چکی تب حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے ایک حلہ آپ کے لئے اور ساتھ ہی اللہ کریم کا سلام اور یہ پیغام لائے کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم نے دیکھ لیا ہمارے پیاروں کو آگ نہیں جلا سکتی۔ فاتقو النار التی اعدت للکفرین ''جہنم کی آگ دشمنوں کے لئے ہے'' اللہ کے دوستوں پر وہ آگ گلزار ہوگی دیکھو شفاعت صغریٰ کے موقع پر محبوب کریم ﷺ سارے انبیاءؑ اولیاءؒ صلحاء اور شہدا کو ساتھ لے کر دوزخی لوگوں کو نکالنے کے لئے درّانہ جہنم کے اندر تشریف لے جائیں گے مگر وہ آپ کے لئے جنت کا چمن ہوگا۔

روض الریاحین میں ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ سے گذریں وہاں کوئی شخص جنت کا ذکر کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میاں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کب تک بندگان خدا کو خدا کی محبت سے غافل کرو گے۔ بھائی پہلے اللہ کی محبت کی تعلیم کرو پھر جنت کا اشتیاق دلواؤ۔ اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ اے دیوانی جاؤ اپنا رستہ لو۔ حضرت رابعہ نے فرمایا کہ دیوانہ تو وہ ہے جو راز کی بات نہ سمجھے۔ فرمایا مسکین الجنۃ سجن من لم یکن اللہ انیسہ وجلیسہ ''اے شخص جنت تو قید خانہ مصیبت کا گھر ہوتا اگر جنت میں اللہ تعالیٰ کا قرب میسر نہ ہوتا'' لاتری الی ادم کان فی الجنۃ یوتم فلما اکل من الشجرۃ حسارت علیہ سجنا ''میاں تمہیں آدم علیہ السلام کا حال معلوم نہیں کہ جب تک ان پر اللہ کریم کا سایہ رہا کیسے آرام سے جنت کی میوہ خوری کرتے رہے اور جس وقت نافرمان درخت کا پھل کھالیا اور اللہ تعالیٰ کا کرم اٹھ گیا وہی جنت حضرت آدم علیہ السلام کیلئے قید خانہ اور مصیبت کا گھر بن گئی اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھو کہ جب وہ محبت الٰہی میں پورے اترے آگ میں ڈالے گئے وہ آگ ان کے لئے جنت اور عافیت بن گئی/ پس پہلے جنت کے مالک سے محبت کرو پھر جنت میں جاؤ خالی جنت میں جا کر کیا کرو گے۔ لوکانت الجنۃ نصیب المشتاقین بدون جسالہ فوادیلاہ اگر جنت کسی مشتاق کو مل جائے مگر وہاں دیدار الٰہی نصیب نہ ہو تو خراب ہے وہ بہشت اور جنت کسی کام کی نہیں۔ لوکانت السقو نصیب العاشقین مع وصالہ فواسوقا اور اگر دوزخ عاشقوں کو ملے مگر وہاں دیدار الٰہی نصیب ہو تو ایسی دوزخ نہایت اچھی ہے۔ شوق سے لے لو دو جہاں میں جو کچھ ہے عشق الٰہی ہے۔

جب حضرت زلیخا کی خدائے رحیم و کریم نے دستگیری فرمائی اور بت پرستی سے توبہ نصیب ہوئی تو صورت اس کی یہ ہوئی کہ جب ایک زمانہ گزر گیا اور آپ بت کے آگے عاجزی کرتی کرتی یوسف کو مانگتی مانگتی عاجز ہوئیں مگر وہاں پتھروں کو کیا خبر' اندھے کے آگے روئے اپنے نین کھوئے' بت کورا پتھر تھا یہاں کیا

رکھا تھا۔ جب زلیخا روتی روتی لاچار ہوئیں مگر وہاں سے نہایت بیزار ہوئیں ادھر توفیق الٰہی نے ہاتھ پکڑا فوراً بت کو توڑ کر چور چور کر ڈالا اور لا اله الا الله منہ سے نکلا اور ساتھ ہی یہ عرض کیا اے میرے مولیٰ یا تو مجھ سے یوسف علیہ السلام کو ملا یا یوسف کی محبت میرے دل سے نکال دے اپنی محبت دے۔ الٰہی ہمیں وہ دن دکھا دے کہ ہمیں خود یوسف (علیہ السلام) تلاش کریں اور ہم یوسف (علیہ السلام) سے چھپیں وہ ہمیں بصد منت بلائیں اور ہم ان سے بھاگیں وہ ہمیں اپنا حسن و جمال دکھائیں ہم ان سے منہ پھیریں یا الٰہی وہ ہم کو دیکھیں اور ہم تجھے دیکھیں۔ حضرت زلیخا نے یہ دعائیں مانگیں تب اللہ قادر وکریم نے سب دعائیں قبول فرمائیں' حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی ملا دیا اور اپنی طرف بھی بلا لیا جو کچھ مانگا تھا وہ سب کچھ دے دیا۔ جس وقت حضرت زلیخا نے یہ دعائیں مانگی تھیں ملائک نے جناب باری میں عرض کیا الٰہی اب تو زلیخا تیری ہوگئی اس کی مراد پوری کر دے۔ ارشاد ہوا کہ ملائک ہمیں قسم ہے اپنی ذات عالی کی کل زلیخا اپنی مراد کو پہنچ جائے گی۔ دوسرے دن حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری بڑے تزک اور شان سے مصر میں نکلی اور زلیخا کی جھونپڑی کے پاس سے گزرنے لگی۔ زلیخا ہاتھ میں لکڑی لے کر لب سڑک کھڑی ہوئیں اور یہ کہنا شروع کیا۔سبحان من جعل الملوك عبيدا بالمعصية وجعل العبيده ملو كاعلى الطاعة ''پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو غلام بنایا گنہ گاری کے سبب سے اور غلاموں کو بادشاہ کر دیا اطاعت الٰہی کے سبب سے''۔ حضرت زلیخا ہمیشہ ایسی صدا کہا کرتی تھیں لیکن کون سنتا تھا آج ان کا رب حامی ہوگیا تو حضرت زلیخا کی آواز حضرت یوسف علیہ السلام کے کان میں پہنچی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دردناک صدا سن کر فرمایا' جلد دیکھو یہ کون فریاد کرتا ہے' اس کو کیا تکلیف ہے۔ غلام آپ کا زلیخا کی جھونپڑی کی طرف دوڑ کر آیا دیکھا کہ ایک عورت بڑھیا اندھی فریاد کرتی ہے' جا کر عرض کیا کہ ایک اندھی عورت ہے وہ کچھ فریاد کرتی ہے۔ فرمایا کہ جاؤ پوچھو وہ کیا مانگتی ہے۔ غلام گیا اور حضرت زلیخا سے پوچھا کہ اے بڑھیا تجھے کیا حاجت ہے۔ جلدی بتا دے۔ زلیخا نابینا تھی پوچھا تو کون ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے غلام نے کہا کہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام ہوں۔ یہ سن کر زلیخا نے فرمایا اليك عنى جاؤ ہٹ جاؤ ہمیں تجھ سے کیا حاجت ہوگی۔ جس نے تجھے بھیجا ہے اسے ہمارے پاس بھیج دے۔ غلام یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا کہ وہ عورت کوئی بڑی مغرور متکبر ہے' کہتی ہے کہ جا اسے بھیج دے جس نے تجھے بھیجا ہے ادھر جب حضرت زلیخا کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام چلا گیا۔ حضرت زلیخا نے جناب الٰہی میں دعا کی۔ اے میرے مولیٰ بتوں میں تو اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لاتے وہ یوسف کو کہاں لا سکتے مگر کیا حضور میں بھی اتنی طاقت نہیں ہے جو جناب یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لائیں۔ یہ سنتے ہی دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا اور حکم ہوا کہ اے جبرائیل (علیہ السلام) جاؤ یوسف علیہ السلام سے کہو کہ وہ اپنی سواری سے اتریں اور اس بڑھیا کی مزاج پرسی کریں۔ آتے ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری روک لی اور

سواری سے نیچے اتارا اور کہا کہ اس بڑھیا کے پاس چلو۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت جبرائیل علیہ السلام زلیخا کے پاس آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عورت تو کون ہے؟ زلیخا نے کہا۔ انا انا التی اشتریتك بالجواهر والذهب والفضة سبعیاتان اے یوسف میں وہ ہوں جس نے تمہیں جواہرات سونا چاندی خرچ کر کے مول لیا تھا جب سے تمہیں دیکھا رات کو سوئی نہیں، کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا مگر افسوس کہ تم ایسی جلدی بھول گئے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم نہ بلائے سے کبھی آئے نہ خود کبھی آئے آج تمہیں کس نے بھیجا ہے۔ آیا تم آپ آئے ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ آج مجھے رب العالمین نے بھیجا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ اس بڑھیا کا دل خوش کر کے جانا۔ یہ سن کر حضرت زلیخا کے دل میں عشق الٰہی کی یہ پہلی بنیاد پڑی تھی۔ عرض کیا۔ الحمدللہ الذی تقبل منی قلیلا واعطانی کثیرا تھوڑا سا لے کر بہت سا دے کر مالا مال کرنے والے اللہ کا شکر کرتی ہوں ابھی تو صرف لاالہ الا اللہ منہ سے نکلا ہے کہ حضرت یوسف ہاتھ باندھے سامنے کھڑے ہیں اور کھڑے کیا کرتے ہیں۔ مجھے پوچھتے ہیں کہ تیری دلی تمنا کیا ہے۔ کفر کی حالت میں جواہر نگار محلوں میں نہ آئے اگر دھوکے سے بلایا گیا تو پیچھا چھڑا کر بھاگ گئے۔ آج جنگل چٹیل میدان سے اور جھونپڑی رہنے کا مکان ہے لیکن بت پرستی چھوڑ کر خدا پرست ہوئی ہیں اور ابھی مسلمان ہوئی ہیں کہ حضرت یوسف سامنے کھڑے ہیں کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔

کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام نے سوال کیا کہ آپ کی تمنا کیا ہے۔ فرمایا تم پوچھتے ہو یا کوئی اور پوچھتا ہے۔ فرمایا اب تم اس کو بتاؤ جو تمہیں مجبور کر کے یہاں تک لایا ہے۔ اب تو جو کچھ ہے وہ ہے فرمایا کہ آپ جلدی تمنا ظاہر کیجئے۔ کہا وہ جو شروع سے تھی وہی تمنا اب تک ہے۔ فرمایا کہ اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ تو نہایت بڑھیا ضعیفہ ہوگئی یہ کیا اب اس قابل ہے جو یہ کہتی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ رب العزت یہ ارشاد کرتا ہے، یوسف دیکھو زلیخا اب بندی ہماری ہے، ہم اس کی طرف سے تمہیں کہتے ہیں کہ وہ اگر قابل نہیں ہے تو ہم تو قدرت والے ہیں، پھر اسے ویسا ہی کر دیں گے، آج زلیخا کی مثل مثل ہوئی بموجب حکم الٰہی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھوں کی برکت سے آنکھیں روشن ہوئیں، کمر سیدھی ہوئی، نئے سرے سے جوان ہوئیں، قدرت الٰہی نے یہاں صرف حضرت زلیخا کو نئے سرے سے جوان نہیں کیا بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں حد درجہ کا زلیخا کا عشق بیدار کر دیا۔ جن کی چاہت میں زلیخا برباد ہوگئی تھی وہ یوسف آج زلیخا کی جگہ ہوئے اور زلیخا یوسف کی طرح کنارہ کش ہوئی یوسف زلیخا کی مہمانداری میں مشغول ہوئے اور زلیخا اپنے مولیٰ کی مہمان نوازی میں مصروف ہوئیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام خلوت خانہ درست کرتے ہیں، حضرت زلیخا اپنے دل کا خانہ درست کرتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے طالب بنے بیٹھے ہیں، حضرت زلیخا اللہ کریم کے جلوہ کی منتظر ہے۔ خلوت خانہ یوسف میں پہنچ کر

زلیخا نے نماز شروع کر دی جب سجدے میں گئیں تو کسی طرح سر اٹھانے کا نام نہیں لیتی' ساری رات گزر گئی مگر وہاں سجدوں سے فرصت نہیں' بڑی مشکل سے اٹھا کر لے گئے فوراً وہاں سے بھاگیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کرتا پکڑا وہ کرتا پھٹ گیا۔ وہی محل ہے کہ جہاں حضرت زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو لے گئی تھی یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا پھاڑا تھا۔ آج زلیخا بھاگتی ہے' حضرت یوسف علیہ السلام پکڑتے ہیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت زلیخا کا کرتا پکڑا اور وہ چاک ہوا کہ وہیں دروازے کے پاس جبرائیل امین علیہ السلام ملے اور فرمایا کہ یوسف (علیہ السلام) کرتے کا بدلہ کرتا ہو گیا۔ تم نے زلیخا کا کرتا پھاڑا اس نے تمہارا کرتا پھاڑا' لو اب تو برابر ہو گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے فرمایا کہ اے زلیخا تم وہ نہیں ہو کہ میرے لئے کیا کچھ کیا تھا۔ فرمایا کہ میں وہی ہوں مگر دل میرا وہ نہیں رہا۔ الٰہی زلیخا کو کیا ہو گیا۔ ارشاد ہوا کہ زلیخا پہلے یوسف (علیہ السلام) کی طالب تھی اور اب زلیخا خالق کی طالب ہے۔ اے یوسف ہمارے طالب اور عاشق ہمارے سوا دوسرے کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ وہ یوسف (علیہ السلام) کو نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتی۔ سچ ہے جو شخص عشق الٰہی کے دریا میں غرق ہوا پھر اس کا پتہ نہ ملا۔

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختۂ برکنار

اے لوگو! اگر تم کسی حاکم بادشاہ کو یا عورت اپنے خاوند کو مطیع کرنا چاہے تو مولے سے عشق کر لو' سارا جہاں تمہارے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے گا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یاد او گر مونس جانت بود
ہر دو عالم زیر فرانت بود
یاد او سرمایۂ ایمان بود
ہر گدا زیاد او سلطان بود

روض الریاحین میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر مرض کی بلا نازل ہونے لگی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ خبر لائے کہ اے ایوب (علیہ السلام) اللہ کریم کی طرف سے تم پر سخت امتحان آنے والا ہے جس کی برداشت پہاڑوں میں نہ ہو گی' حضرت ایوب علیہ السلام نے سن کر فرمایا۔ وامت علی موصلۃ الحبیب سا صبر حتی یقال عجیب عجیب اگر مجھے میرے محبوب کا دیدار اور وصال نصیب ہوتا ہے تو ایسا صبر کروں گا کہ جہاں کو تعجب ہو جائے گا کہ کس طرح ایوب (علیہ السلام) نے ایسی سخت مصیبت پر صبر کیا۔ وحی آئی ایوب (علیہ السلام) صبر کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ابلیس نے جناب باری میں عرض کیا۔ الٰہی تو نے ایوب (علیہ السلام) کو قسم قسم کی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں اس لئے وہ شکر گزاری کرتا

ہے۔ مال کی جگہ مال اولاد کی جگہ اولاد بھلا اب شکر کیوں نہ کرے' ہم تو جب جانیں کہ سب کچھ چھین لیا جائے اور پھر ویسا ہی شکر گزار رہے۔ حکم ہوا کہ لعین وہ ہمارا بندہ ہے' مال کا بندہ نہیں ہے وہ ہر حال میں ایسا ہی رہے گا۔ اچھا جاؤ ہم نے تمہیں اس کے مال کا اولاد کا اختیار دیا سب کو فنا کر دو اور پھر دیکھ لو۔ لعین آیا اور آپ علیہ السلام کے سارے کھیتوں باغوں میں آگ لگا کر فنا کر دیئے اور روتا ہوا باغبان کی صورت بن کر آیا اور یہ کہا کہ اے ایوب (علیہ السلام) کیوں تو ایسے رب کی عبادت کرتا ہے جس نے تیرے سارے باغ اور کھیت جلا ڈالے۔ آپ علیہ السلام نے سن کر تبسم فرمایا اور یہ کہا کہ الحمدللہ اب میں اور زیادہ بے فکری سے اس کی عبادت کروں گا' پھر سجدے میں ایسے گئے کہ ساری رات سر نہ اٹھایا۔ دوسرے دن شیطان نے تمام آپ علیہ السلام کے اہل وعیال کے اوپر جب کہ وہ ایک مکان میں جمع تھے' چھت گرادی' سارے زن وفرزند دب گئے تو روتا ہوا بچوں کے معلم کی صورت میں حاضر ہوا اور یہ کہا کہ اے ایوب (علیہ السلام) آج اور نیا ظلم ہوا کہ آپ (علیہ السلام) کے ننھے ننھے بچے مکان کے نیچے دب کر مر گئے۔ اے ایوب جس وقت ان بچوں کے سر پر چھت گری اور ان کے ناک کے رستے سر کا بھیجا باہر نکلتا تھا' انتڑیاں ان کی باہر آئیں' ہائے پتھر بھی دیکھ کر پانی ہوتا تھا۔ یہ سن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ الحمدللہ اب تو میں ہر طرح سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت کے لئے رہ گیا اور یہ کہہ کر سر سجدے میں رکھا اور ایک رات ایک دن اس نعمت کے جانے پر شکر کیا۔ تیسرے دن شیطان آیا جب کہ آپ سجدے میں تھے آپ علیہ السلام کی ناک کے قریب وہ آگ بھرا سانس پھونکا کہ آپ علیہ السلام کے سارے جسم میں آگ لگ گئی' فوراً سارے بدن پر پھوڑے پیدا ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد تعفن اور بدبو پیدا ہو کر شام تک سارے بدن میں کیڑے پڑ گئے۔ جس قدر مرض اور مصیبت زیادہ ہوتی تھی اسی قدر مولیٰ محبوب حقیقی کی عبادت اور شکر زیادہ کرتے تھے۔ آپ کا جسم جگہ جگہ سے پھٹ گیا خون سارا پیپ' کچھ لہو بن گیا' کیڑے ہزاروں پیدا ہو گئے' کیڑے بہہ رہے ہیں مگر وہاں شکویٰ کا نام نہیں' سبوح قدوس کی تسبیح منہ سے جاری ہے' جو کیڑا جسم سے الگ ہو کر گرتا ہے اس سے فرماتے ہیں اے کیڑے میرے محبوب نے تیری روزی مجھے بنایا ہے' میں تو راضی ہوں تو ناراض ہو کر کہاں چلا۔ اگر ہو سکتا تو اسے پھر واپس زخم کے اندر رکھ لیتے۔ رات دن یہی کام تھا مگر دل محبوب کی یاد میں مصروف تھا۔ کسی دن ذکر الٰہی کے بغیر چین نہ تھا۔ اسی حالت میں ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور سلام کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب نہ دیا پھر دوسری دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سلام کیا پھر دوسری دفعہ آپ نے جواب دیا پوچھا کہ میرے پہلے سلام کا جواب کیوں نہ فرمایا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جبرائیل (علیہ السلام) میرے محبوب نے اپنے مہمان کچھ کیڑے میرے پاس بھیجے ہیں تاکہ میں اپنا گوشت خون اپنے جسم کی ہڈیوں کے دسترخوان پر بٹھا کر انہیں کھلاؤں۔ آج ان مبارک مہمانوں میں سے کچھ مہمان میری زبان کو کھا رہے تھے' اتنے میں آپ (علیہ السلام) نے سلام کیا' مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں آپ کو جواب دوں گا تو وہ محبوب کا مہمان گر جائے گا اور میرے بولنے کے

سبب ان کی روزی جاتی رہے گی' مبادا وہ اپنے رب سے میری شکایت کریں اور میں نافرمان بن جاؤں۔ پھر میرا محبوب مجھ سے ناراض ہو جائے اتنی دیر میں وہ مہمان دوسری جگہ سرک گئے زبان کو چھوڑ دیا' میں نے آپ کے سلام کا جواب دیا۔

معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا جناب محبوب کریم ﷺ نے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اسی حالت میں اٹھارہ سال تک مبتلا رہے۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سات سال تک بنی اسرائیل کی نجاست کے کوڑے پر پڑے رہے لیکن کسی دم ذکر الٰہی سے دل اور زبان خاموش نہ ہوئے تھے اور ایسے زور کے ساتھ ذکر الٰہی ادا کرتے تھے کہ ملائک تعجب کرتے تھے جب اٹھارہ سال کے بعد آپ تندرست ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے زیادہ مال و دولت' اہل و عیال سب کچھ عطا کر دیا۔ ووحبنا له اهله ومثلهم معهم رحمة من عندنا وذكرى لاولى الالباب "بخش دیا ہم نے ایوب (علیہ السلام) کو پہلے سے دوگنا مال اہل و عیال اپنی رحمت سے تا کہ یاد رکھیں عقلمند لوگ اس احسان کو" لیکن تندرست ہونے کے بعد ہر روز اس بیماری کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ اس بیماری کو کیوں یاد کرتے ہیں۔ فرمایا کہ کیا کہوں وہ بیماری کیا تھی ہزار تندرستیاں اس پر صدقے کی جائیں۔ یا حضرت یہ کیوں۔ فرمایا ایام مرض میں ہر روز بلا واسطہ رب العالمین میری مزاج پرسی فرمایا کرتے اور کہتے اے ایوب تیرا مزاج کیسا ہے۔ لوگو! یہ صرف اس سلام و کلام کی لذت کا سبب تھا جو میں ایسے شدید مرض کو برداشت کر سکا۔ افسوس جس دن سے تندرست ہوا ہوں' اب وہ سلام نہیں آتا۔ کاش وہ مرض پھر آ جائے تو بہتر ہے۔ والذین امنوا آشد حباللہ "ایمان والے اپنے رب سے ایسی زبردست محبت رکھتے ہیں"۔

روضتہ العلماء میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام محبت الٰہی میں دس برس تک برابر روئے آپ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ آنکھیں عطا کر دیں پھر اس سال برابر روئے پھر آنکھیں جاتی رہیں اللہ قادر و کریم نے دوسری مرتبہ آنکھیں اچھی کر دیں پھر رونا شروع کیا پورے دس سال تک روتے رہے تیسری مرتبہ پھر روتے روتے آنکھیں جاتی رہیں رب العزت نے تیسرے مرتبہ اپنے فضل سے آنکھیں حضرت شعیب علیہ السلام کی پھر روشن کر دیں۔ پھر آپ کامل دس سال تک روئے پھر آنکھیں جاتی رہیں۔ وحی نازل ہوئی کہ اے شعیب علیہ السلام کیوں روتے ہو اگر دوزخ کے ڈر سے روتے ہو تو میں نے جہنم کی آگ تم پر حرام کر دی اور اگر جنت کے شوق میں روتے ہو تو میں نے جنت تمہارے لئے واجب کر دی۔ عرض کیا اے میرے محبوب نہ اس لئے روتا ہوں نہ اُس لئے روتا ہوں نہ دوزخ کے ڈر سے روتا ہوں نہ جنت کے شوق میں۔ اے مولیٰ میں صرف دیدار رحمان کے لئے روتا ہوں۔ حکم آیا اگر تم شوق دیدار میں روتے ہو تو روئے جاؤ اور خوب روئے جاؤ اے شعیب (علیہ السلام) ہمارے دیدار اور ملاقات کا یہی ذریعہ ہے جو تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ یہ رونا نہایت مبارک رونا ہے' عنقریب تمہاری آنکھیں دیدار مولیٰ

سے روشن ہوں گی اور پھر ابد الاباد تک روشن رہیں گی۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے خنک چشمی کہ شد گریان او
اے ہمایوں دل کہ شد بریان او

والذین امنوا آشد حبا للہ ''ایمان والے اس کی محبت میں روتے روتے آنکھیں دے ڈالتے ہیں اور وہ اپنے اللہ کی محبت میں کامل رہتے ہیں''۔

طہارۃ القلوب میں ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام روئے یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں جاتی رہیں اور اللہ کریم کی عبادت میں اس قدر کھڑے رہے کہ کمر جھک گئی اور اس قدر نماز پڑھی کہ ٹانگیں رہ گئیں باوجود اس قدر کثرت سے عبادت کرنے کے بعد یہ فرمایا کرتے تھے' مجھے قسم ہے تیری عزت تیرے جلال کی اگر میرے اور محبوب کے درمیان میں سمندر آگ کے پیدا ہو جائیں تو بھی میں آپ کے دیدار کے شوق میں آگ کے سمندروں میں کود پڑوں گا یعنی اے محبوب اگر ایک طرف مجھے کھڑا کرے اور دوسری طرف آپ تشریف رکھیں اور بیچ میں جہنم کو رکھیں پھر مجھے اپنے پاس بلائیں تو سارے جہنم کو عبور کر کے محبوب کے پاس پہنچ جاؤں گا اللہ اکبر کیا محبت الٰہی میں چور ہیں۔ ایک جان نہیں ہزار جانیں اس کے شوق دینے کو تیار ہیں۔ والذین امنوا آشد حبا للہ ''ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت مضبوط ہوتے ہیں''۔

عشاق فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بے انتہا روئے یہاں تک کہ آپ کے دانت رخساروں کے باہر سے نظر آنے لگے۔ رخساروں میں زخم ہوئے' سوائے رونے کے اور کچھ کام نہ تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا۔ الٰہی میں نے آپ سے ایک بیٹا مانگا تھا جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتا میرا ہاتھ بٹاتا' یا اللہ تو نے ایسا فرزند عطا کیا کہ مجھے ان سے کوئی خدمت کا نفع نہیں پہنچ سکتا۔ وحی آئی کہ زکریا (علیہ السلام) جیسا فرزند تم نے ہم سے مانگا ویسا ہی ہم نے تمہیں دے دیا' تم نے یوں دعا کی تھی رب ھب لی من لدنک ولیا ''الٰہی اپنا ولی مجھے فرزندی میں دیدے'' اے زکریا ہم نے ولی فرزند تمہیں دیا ہے کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ ہمارے ولی تو اسی طرح ہمارے اشتیاق میں روتے روتے مر جاتے ہیں۔

مفسرین کرام' محدثین کرام' محققین کرام فرماتے ہیں جب وحی نازل ہوتے ہوئے کچھ دنوں کے لئے بند ہو گئی تو محبوب کریم ﷺ اس کے عشق اور فراق میں ایسے بے چین ہوئے کہ کئی مرتبہ پہاڑ پر چڑھے کہ وہاں سے گر کر مر جاؤں جب آپ ایسا کرتے تو معاً پہاڑ کی چوٹی کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام نظر آتے اور یہ فرماتے کہ ایسا نہ کیجئے کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول لاکھوں کو راہ بتانے والے اللہ کریم سے ملانے والے ہیں۔ یہ سن کر آپ پہاڑ سے اتر آتے پھر عشق الٰہی آپ ﷺ کو بے چین کرتا' پہاڑ پر جاتے اور چاہتے کہ پہاڑ سے گروں فراق میں جان دے دوں' اتنے میں جبرائیل علیہ السلام پھر نظر آتے

اور آپ ﷺ کو پہاڑ سے گرنے سے منع کرتے۔ تین سال تک روزانہ یونہی عشق الٰہی میں سردار انبیاء ﷺ جان دینے کو پھرتے رہے اور روح الامین سمجھاتے رہے۔ یہاں تک کہ پھر سلسلہ وحی متواتر جاری ہوا۔ جبرائیل علیہ السلام کی ملاقات سے وصال الٰہی کی امیدیں بندھ جاتیں' حالت آپ ﷺ کی روز بروز ترقی کرتی جاتی تھی۔

اتقان للسیوطی تفسیر ابن عباس جبرائیل نزل علی آدم اثنی عشرة مرة وعلی ادریس (علیه السلام) اربع مرات و علی نوح خمسیسن مرة وعلی ابراهیم اثنین واربعین مرة وعلی موسی اربعماة مرة وعلی عیسی ثلث عشرة مرة وعلی النبی صلی الله علیه وسلم اربعة وعشرین الف مرة ''حضرت آدم (علیہ السلام) کے پاس حضرت جبرائیل (علیہ السلام) بارہ دفعہ آئے اور حضرت ادریس (علیہ السلام) کے پاس چار دفعہ حضرت نوح (علیہ السلام) کے پاس پچاس دفعہ اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس چالیس دفعہ اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) چار سو دفعہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس تیرہ دفعہ اور جناب سید المرسلین ﷺ کے پاس چوبیس ہزار دفعہ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ کی پھر بھی آسمان پر آنکھیں لگی رہتی تھیں اور بار بار حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے فرمایا کرتے تھے کہ اے جبرائیل (علیہ السلام) تم اور بھی زیادہ تشریف لایا کرو۔ آپ نے فرمایا وما نزل الا امر ربك ''اے محبوب ﷺ میں اللہ کے حکم سے نازل ہوتا ہوں اپنی طرف سے نہیں آسکتا''۔ محبوب کریم ﷺ کو کتنی محبت تھی کہ چوبیس ہزار دفعہ محبوب حقیقی کے دیدار کی خبر لانے والا تیئیس (۲۳) برس کے عرصہ میں آیا اور پھر بھی یہی تاکید تھی کہ اور زیادہ آؤ اگر نہ آتے تو سارا سارا دن ان کے انتظار میں آنکھیں آسمان سے لگی رہتی تھیں کہ کب محبوب کا قاصد آئے اور محبوب کا پیغام میرے پاس لائے پھر وحی کے نزول کی وہ سخت تکلیف ہوتی کہ آپ بے ہوش ہو جاتے نہایت سردی کے موسم میں جسم سے پسینہ موتی کی لڑیوں کی طرح بہنے لگتا۔ آپ ﷺ کو وصال مولیٰ اور ہم کلامی محبوب کے لئے یہ سب کچھ راحت تھا۔ والذین امنوا آشد حبالله۔

مواهب الدنیه میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ مسیلمہ کذاب کی لڑائی میں عین بحالت جنگ یہ دعا کی ''الٰہی یہ میرا جسم تیری محبت اور معرفت سے پہلے بت پرستی میں مشغول رہ چکا ہے اب اس کے کفارے میں میرے ایک ایک اعضاء میں تلوار کے زخم جب تک نہ آئیں میری موت نہ آئے' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی جنگ یمامہ میں ان کی ایک ایک انگلی ایک ایک جوڑ ایک ایک اعضاء میں تلوار کے کاری بیسیوں زخم تھے اور خون کے فوارے عشق الٰہی میں جاری تھے' زخمی ہو کر شہیدوں کی نعشوں میں پڑے تھے کسی قدر رمق سی جان باقی تھی کہ ایک شخص زخمیوں کو پانی پلانے والا آپ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ یہ پانی حاضر ہے' پی لیجئے' اشارہ سے فرمایا کہ میں روزے سے ہوں اور اب یہ روزہ شربت دیدار الٰہی سے افطار کروں گا' دنیا کا پانی نہ پیوں گا' تھوڑی سی دیر میں اسی حالت میں اسی جگہ

جان دے دی۔ والذین امنوا آشد حبالله ۔ اللہ اکبر اہل ایمان اللہ کی محبت میں کیا کچھ مضبوط ہوتے ہیں، کیسی کیسی جان بازی کے کام اس کے دیدار کی طالب میں کرگزرتے ہیں۔

مواب الدینه وزرقانی شرح بخاری میں ہے کہ کچھ کافر لوگ قبیلہ رعل اور ذکوان کے محبوب کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور یہ عرض کیا کہ آپ ﷺ چند عالم قاری قرآن لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے، ہم انہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے ستر صحابی اس صفت کے کہ یہ لوگ دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کرلاتے، شام کو انہیں بیچ کر جان کائنات ﷺ کی مسجد میں جو فقیر محتاج مہاجر غریب الوطن اصحاب صفہ کے تھے ان کے لئے کھانا خرید کرلاتے، انہیں کھلاتے اور خودرات بھر عبادت شب بیداری تہجد گزاری میں گزارتے۔ یہ ایسے ایسے مقدس لوگ اپنے ان لوگوں کے ساتھ کر دیئے مگر کم بخت منافق تھے ان لوگوں کو لے جا کر شہید کیا اس گروہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک صحابی تھے جن کا نام حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ کو دھوکے سے کافر نے قتل کیا پشت کی طرف آ کر ایسے زور سے آپ کے برچھا مارا کہ سینہ کے پار ہو گیا۔ برچھا کھاتے ہی اپنا خون بڑی خوشی سے ہاتھ میں لیا اور اس خون سے اپنا منہ دھویا سر پر چھڑکا۔ تیرے عاشق ہمیشہ اپنے خون حلقوم سے نہا کر مالک دو جہاں ﷺ کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ فرمایا فزت ورب الکعبة ''لوگو میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا اور اب بقا الٰہی میسر ہو گیا''۔ ایک شخص ان میں سے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے، ان کو ایک کافر نے قتل کیا۔ انہوں نے بھی وہی بامراد لفظ منہ سے نکالا مگر ان کی لاش کی بے ادبی کرنے کے لئے بہت سے قریش لاش خریدنے کو تیار تھے۔ اللہ قادر وکریم نے ان کی لاش ملائک سے آسمان پر منگالی جو تمام لوگوں کے سامنے ان کی لاش آسمان کی طرف بلند ہوتی ہوئی نظر آئی والذین امنوا آشد حبا لله ''ایمان والے لوگوں کو جو اللہ سے محبت ہوگی وہ حد بیان سے باہر ہے''۔ جب یہ لوگ اللہ کریم کے سامنے حاضر ہوئے تو عرض کیا اے مولیٰ اللھم بلغ عنا قوما انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضنا ''اے اللہ ہماری قوم کو آگاہ کر دے ہمارا پیغام پہنچا دے کہ ہم لوگ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے اور اپنے اللہ سے راضی ہوئے اور وہ پاک ذات ہم سے راضی ہوا''۔ اللہ قادر وکریم نے یہ کلام اپنی قرآن میں نازل فرمایا جو عرصہ تک پڑھا گیا ایسے ایسے واقعات صحابہ رضی اللہ عنہم کی جان نثاریوں کے عشق الٰہی میں بہت سے واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک رات حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد عبادت الٰہی کرنے کھڑے ہوئے۔ پیروں کی ایڑیاں اور تلوے زمین سے اٹھا لئے صرف پنجوں کے بل ساری رات کھڑے رہے۔ آپ کی تھوڑی سینہ مبارک پر پڑی تھی، آنکھیں حیرت میں کھلی تھیں، مطلق بند نہ ہوتی تھیں، پھر ساری رات آپ اس طرح ہاتھ باندھے کھڑے رہے، جب صبح ہوئی تو سجدے میں گئے تو بڑا لمبا سجدہ کیا پھر فارغ ہو کر بیٹھے تو دعا مانگی۔ الٰہی ایک قوم تیرے دیدار کی طالب بنی تو نے انہیں سمندر پر بے کشتی چلنا اور ہوا میں اڑنا عطا کیا وہ اس میں راضی ہو کر بیٹھ گئے مگر میں پناہ مانگتا ہوں ایسی بات سے الٰہی

ایک قوم نے تجھے طلب کیا تیری تلاش شروع کی جب وہ تیرے حضور میں تجھے مانگتے ہوئے آئے تو نے انہیں زمین کا سمٹ جانا ان کے پیروں کے نیچے اور سینکڑوں میل کی مسافت ایک دم میں طے کرنا عنایت کی' وہ بھی تھوڑا سا لے کر خوش ہو گئے' مگر میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسی باتوں سے' الٰہی ایک قوم نے آپ کو ڈھونڈھنا چاہا اور محنتیں بے حد اٹھائیں جب حضور کے قریب آئے تو آپ نے انہیں زمین کے خزانے عنایت کئے وہ اس کو لے کر خوش ہو کر بیٹھ رہے مگر میں پناہ مانگتا ہوں تیری جناب میں ایسی باتوں سے' الٰہی ایک قوم نے تجھے چاہا اور تیری طلب اور تلاش کرنی شروع کی' تو نے انہیں اپنے بندے خضر علیہ السلام سے ملایا' وہ متلاشی تیرے تھے مگر وہ خضر علیہ السلام کو لے کر خوش ہوئے لیکن میں تیری جناب میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں' الٰہی ایک قوم نے تیری جستجو کی تو نے انہیں جنت کا معائنہ کرایا اور وہ جنت کو دیکھ کر خوش ہوئے لیکن میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں' الٰہی ایک قوم نے تیری زیارت کی درخواست کی' آپ نے ان سے ان کی شفاعت قبول کرنے کا وعدہ کر لیا' وہ اتنے میں خوش ہو گئے اور آپ کی تلاش چھوڑ دی اور میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ سوائے آپ کے دو جہاں میں کسی شے کو لے لوں یا پسند کروں' یہاں تک کہ اسی طرح ستائیس اٹھائیس باتیں اولیاء اللہ کی کرامتیں ذکر فرمائیں اور پھر سب سے الگ ہوئے اور بجز ذات الٰہی کے کوئی شے پسند نہ کی۔ جب دعا سے فارغ ہوتے تو یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور کچھ رات کے مشاہدات میں سے ہمیں بھی سنایئے۔ فرمایا کہ اچھا آج رات کو اللہ تعالیٰ نے مجھے آسمان پر بلایا اور سارے جہاں ساری زمین کی تحت الثریٰ تک سیر کرائی پھر آسمان ہفتم پر بلایا ساتوں آسمان دکھائے' جنت عرش کرسی دکھایا پھر اپنے سامنے بلا کر کھڑا کیا اور یہ فرمایا کہ اے بایزید اس چودہ طبق میں سے جو شے تو پسند کرے وہ میں تجھے دوں' عرض کیا الٰہی مجھے تو چودہ طبق میں سے کوئی شے اچھی نہیں معلوم ہوتی بجز محبوب کی ذات عالی کے اور نہ میں کوئی شے لیتا ہوں اور بجز آپ کی ذات کے میں تو جناب کو پسند کرتا ہوں اور جناب کا لقا جناب سے مانگتا ہوں' یہ جو کچھ میں نے دیکھا سب سچ ہے' میں سوائے آپ کے کسی کا طالب نہیں ہوں' فرمایا کہ اے بایزید تو ہمارا سچا اور خالص بندہ ہے تو ہماری عبادت ہمارے لئے کرتا ہے' یہ دیکھ ہم تیرا مرتبہ انسان اور ملائک میں کیسا بلند کرتے ہیں' کوئی کسی کو پسند کرتا ہے کوئی کسی کو اختیار کرتا ہے' کوئی کسی سے محبت رکھتا ہے۔ والذین امنوا آشد حبا للہ مگر کامل ایمان والے سوائے محبوب کی ذات عالی کے چودہ طبق میں سے کسی کو نگاہ اٹھا کر دیکھتے تک نہیں اور محبت کرنا تو درکنار رہا۔

حکایت ایک لونڈی نہایت بدصورت کالی حبشن ہارون رشید کی مصاحبہ تھی۔ خلیفہ ہارون اس سے محبت زیادہ رکھتا تھا۔ ایک دن ہارون کے بے تکلف مصاحبوں نے عرض کیا کہ حضور کو ایسی مکروہ صورت کی لونڈی سے کیوں محبت ہوئی۔ خلیفہ ہارون یہ بات سن کر اس وقت تو خاموش ہوا مگر موقعہ کا منتظر رہا۔ ایک دن وہ سارے مصاحب عورت و مرد ہارون کی محل سرائے میں جمع تھے' بیساختہ ہارون نے فرمایا کہ آج ہم

نہایت خوشی سے کہتے ہیں کہ جو چیز میرے محل میں جس کے پسند ہو اس پر ہاتھ رکھ دے میں وہ چیز اسے دے دوں گا یہ حکم سن کر ہر ایک شخص اٹھا اور اپنی اپنی پسندیدہ چیز پر ہاتھ رکھ دیا کسی نے یاقوت کے جام پر ہاتھ رکھا' کسی نے رومی لونڈی کو پسند کیا' کسی نے آرائش شے کو لیا' غرض ہر شخص نے کچھ نہ کچھ پسند کر لیا مگر وہ کالی حبشن ہارون رشید کی محبوبہ کھڑی رہی' اس نے کسی شے پر ہاتھ نہ رکھا اور نہ اسے پسند کیا' ہارون رشید نے کہا کہ تم بھی کوئی شے اپنی طبیعت کے موافق پسند کر لو' یہ سن کر اس لونڈی نے خلیفہ ہارون کی پشت پر ہاتھ رکھ دیا اور یہ کہا کہ مجھے تو سارے جہاں میں آپ پسند ہیں اور کوئی چیز پسند نہیں ہے' مجھے یہ میری پسندیدہ شے حسب وعدہ ملنی چاہئے۔ سب لوگ یہ بات دیکھ کر حیران ہوئے۔ ہارون نے فرمایا کہ لوگو! تم نے دیکھا کالی لونڈی کا باطن کس قدر اجلا ہے' تم نے کیا پسند کیا اور اسے کیا پسند آیا' بس یہی وجہ ہے کہ میں اس لونڈی حبشن کو اپنے سارے قلمرو میں پسند کرتا ہوں۔ دوستو! جس طرح دنیا کے بادشاہ کو کالی لونڈی پسند آئی کیونکہ وہ بادشاہ کی سچی طالب اور عاشق تھی اور اس کے مقابل بڑی بڑی حسین ناپسند تھیں۔ اسی طرح اللہ قادر و کریم شہنشاہ دو جہاں کو اپنے سچے طالب پسند آتے ہیں۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو مولیٰ نے پسند کیا تھا' نہایت حسین خوبصورت ابولہب کو ناپسند کیا' کیونکہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ مولیٰ کے طالب تھے اور ابولہب دنیا کا طالب من كان الله كان الله له ''جو خاص اللہ کا بندہ بنے گا پھر اللہ بھی اس کا حامی ہو جائے گا''۔ حضرت بایزید رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کو اختیار کیا اور اللہ نے بایزید کو پسند کر کے آپ کے زمانہ کا فرد کامل بنایا' ان مبارک آیتوں میں رب العزت اپنی محبت اور غیروں کی محبت ایک جگہ بیان کر کے یوں تقسیم فرماتا ہے کہ ہماری محبت اللہ والوں کے حصہ کی ہے' دوسروں کی محبت کا محبوب اور معشوق فانی اس کا عاشق بھی فانی اور عشق و محبت واسطۂ درمیانی بھی فانی اور جس عشق و محبت کا محبوب ابدی غیر فانی اس محبوب کا عاشق بھی باقی عشق کا واسطہ بھی باقی' لیکن نہ وہ بقا جس کو لوگ سمجھے ہوئے ہیں یہ بقا لوگوں کے فہم و فراست سے باہر ادراک عقل سے پرے بحث و مباحثہ سے پاک تحریر و تقریر سے مافوق بل احياء عند ربهم ولكن لا تشعرون اللهم ارزقني حبك وحب من يتفعى حبه فحبك ''الٰہی مجھے اپنی محبت عطا فرما دے اور اس بندے کی محبت عطا کر جس کی محبت تیرے محبت کے لئے ذریعہ بن جائے'' آمین ثم آمین۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد نجا قانی
کہ یک دم باخدا بودن بہ از تخت سلیمانی

معالم التنزیل میں ہے کہ ایک مسلمان عورت دختر فرعون کی خادمہ کنگھی چوٹی کرنے والی لیکن ایمان اور عشق الٰہی میں کامل۔ ایک دن کنگھی کرتے ہوئے ہاتھ سے کنگھی چھوٹ گئی اور کنگھی اٹھاتے وقت بے ساختہ منہ سے نکلا الٰہی تیرے نہ ماننے والے غارت ہوں۔ فرعون کی لڑکی کو شبہ ہوا اس سے پوچھا کہ کیا تیرا خدا کوئی فرعون سے الگ ہے۔ دایہ نے جواب دیا کہ ہاں میرا خدا وہ ہے جو فرعون کا

بھی خدا ہے اور فرعون کیا چیز ہے وہ تو آسمان وزمین کا خدا ہے اور اکیلا خدا ہے کوئی اس کا ساجھی نہیں ۔ بد ذات لڑکی یہ سنتے ہی غصہ میں لال ہوکر روتی ہوئی فرعون کے پاس گئی اور یہ کہا کہ دیکھو کیا غضب ہے کہ میری کنگھی کرنے والی حزقیل داروغہ کی بیوی یہ کہتی ہے کہ میرا وہ خدا ہے جو فرعون کا بھی خدا ہے اور فرعون کیا شے ہے زمین وآسمان کا خدا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ۔فرعون نے اس دایہ کو طلب کیا۔آج عشق کا امتحان اور امتحان کے بعد وصال محبوب کا دن تھا' جان جائے بلا سے جائے مگر محبوب مل جائے۔ فرعون نے کہا کہ کیا تو کسی اور خدا کی عبادت کرنے لگی ۔فرمایا کہ ہاں ضرور یہی بات ہے ۔اچھا اس خدا کو چھوڑ دے اور میری خدائی کا اقرار میرے سامنے کر لے ۔فرمایا کہ یہ تو قیامت تک نہ ہوگا۔حکم دیا کہ اس عورت کو چومیخہ کرو۔فوراً چاروں ہاتھ پیروں کو میخوں سے جکڑ کر اور بالکل بے حس حرکت لٹا دیا' پھر بہت سے سانپ اور بچھو جو اہل اللہ کو کٹوانے کے لئے موجود رہتے تھے ۔منگائے اور اس عورت کے اوپر ڈالے اور یہ کہا کہ لے اب بھی اس خدا کو چھوڑ دے نہیں تو پورے دو ماہ تک اسی عذاب میں ڈالے رہوں گا۔ بی بی ماشطہ نے جواب دیا کہ تو دو مہینے کہتا ہے' ستر (۷۰) مہینے تک عذاب کر کے دیکھ لے روز بروز اس خدا کی محبت زیادہ ہوگی' ایک ذرہ کم نہ ہوگی۔

اے فرعون دو مہینے کیا اگر تو برسوں تک بھی عذاب کرے گا تو بھی بندی اپنے مولیٰ رب العلیٰ کو نہ چھوڑے گی ۔اس نیک بی بی کی دو لڑکیاں ایک چار پانچ سال کی اور ایک ابھی دودھ پیتی تھی ۔فرعون نے دونوں کو بلا کر پہلے بڑی لڑکی کو ماں کی چھاتی پر لٹا کر ذبح کیا اور پھر یہ کہا کہ لے اب بھی سمجھ جا نہیں تو اس دودھ پیتی کو بھی اسی طرح ذبح کریں گے ۔فرمایا کہ اگر سارے جہاں کو لا کر میری چھاتی پر ذبح کر ڈالے گا تو بھی میں اس محبوب کو نہ چھوڑوں گی ۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ اس چھوٹی لڑکی کو بھی ذبح کیا جائے ۔ جس وقت اس معصوم ننھی سی جان کو چھری کے نیچے ماں کی چھاتی پر جہاں پہلے وہ بچی دودھ پیا کرتی تھی آج اپنی چھوٹی سی جان اس نعمت کے شکریہ میں راہ مولیٰ میں قربان کرنے کے لئے کٹائی گئی ۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے چھ مہینے کی جان نے بہ آواز بلند کہا کہ اے اماں روتی کیوں ہو وہ جنت تمہارے لئے تیار ہو رہی ہے' اے ماں جنت میں پہنچ کر دیدار الٰہی نصیب ہوگا ۔ ماں بچی سے یہ تعجب کی بات سن کر پوری مضبوط ہوگئی ۔ادھر ظالموں نے اسے ذبح کیا' ننھی بچی کا فراق زیادہ ماں نے پسند نہ کیا خود بھی ساتھ ساتھ راہیٔ جنت ہوئی اور نہایت آرام سے جنت میں پہنچ گئی ۔ یہ تینوں ماں بیٹیاں ادھر راہ خدا میں کام آئیں ادھر ان کا خاوند حزقیل جو سو برس سے مسلمان اہل ایمان تھا اور اس راز کو نہایت چھپائے رکھتا تھا۔اس واقعہ کو سن کر خفیہ طور پر سے کہیں بھاگ گیا۔کسی پہاڑ میں پہنچ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا۔ یہاں اس کی تلاش شروع ہوئی کسی مخبر نے خبر دی کہ حزقیل فلاں جگہ موجود ہے ۔دو شخص فرعون نے تحقیق حال کے لئے خفیہ بھیجے ۔جب وہ مخبر وہاں پہنچے حزقیل کو وحشی جانوروں کے ساتھ مل کر نماز پڑھتے دیکھا۔ہوسکتا ہے کہ یہ وحشی جانور رہوں کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کل قد علم صلوته وتسبيحته ہر جانور نے اپنی طرز

کی عبادت اورزبانی تسبیح الٰہی جان لی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنات وحشی جانوروں کے قالب میں آ کر عبادت کرتے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ملائک ارضی اس صورت میں آتے ہوں اور عاشق الٰہی کے ساتھ مل کرعبادت الٰہی بجالاتے ہوں۔خرقیل نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو جناب الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی میرا یہ راز نہ کھلنے پائے ان دونوں میں سے جو میرا راز کھولے اسے دنیا و دین میں سزا دے اور جو میرا راز چھپائے اس کی دونوں جہان کی مرادیں پوری کردے۔اس دعا کا یہ اثر تھا کہ ایک شخص تو یہ کرامت دیکھ کر فوراً مسلمان ہوا' دوسرے مخبر نے فرعون کے پاس حاضر ہو کر خرقیل کا حال بیان کیا۔فرعون نے کہا کہ تمہارے ساتھ دوسرا شخص بھی تھا وہ کہاں ہے۔اسے لاؤ وہ دوسرے حاضر ہوئے پوچھا کہ یہ شخص جو کچھ خرقیل کا حال بیان کرتا ہے تم نے بھی دیکھا ہے۔انہوں نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔فرعون یہ سن کر مخبر پر نہایت خفا ہوا اور یہ خیال کیا کہ اس نے انعام کی غرض سے یہ جھوٹ بولا ہے۔حکم دیا کہ اسے قتل کیا جائے اور لاش کو دار پر لٹکا دیا جائے اور دوسرے شخص کے لئے یہ حکم دیا کہ اسے بہت انعام دیا جائے کہ یہ سچا ہے۔سبحان اللہ! سچ ہے کہ خدا مہربان تو کل مہربان۔

دشمن چہ کند جو مہربان باشد دوست

تفسیر درمنشور جب محبوب دوجہاں ﷺ اوج معراج پر تشریف لے جارہے تھے اور براق میدان مصر کے قریب پہنچا تو یکا یک بوئے جنت آپ کے دماغ میں آئی۔فرمایا کہ جبرائیل یہ خوشبو کیسی ہے کیا یہ خوشبو جنت کی خوشبو ہے۔حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ یا حضرت جنت تو یہاں سے بہت فاصلہ پر ہے لیکن یہ فرعون کی دختر کی کنگھی کرنے والی عورت کی قبر کی خوشبو ہے۔واہ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظم۔واللہ ایمان میں کیسی تیز خوشبو ہے کہ جس خاک میں ایمان والا مل جائے گا اس خاک کو نمونہ جنت بنا دیا جائے گا۔

ماشطہ کے قتل کا یہ سارا واقعہ حضرت آسیہ آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں اور بروقت شہادت اس باخدا بی بی کے ملائک کا آسمان سے نازل ہونا اور روح مبارک کو جنت کے کفنوں میں لپیٹ کر لے جانا سب نظر آرہا تھا۔اب کیا تھا محبوب کے گھر کے ملازمین نظر آ گئے' سرور بہ مستان کا مضمون ہو گیا جوش الٰہی پیدا ہو گیا اور حجاب درمیان سی اٹھ گیا۔عشق اور مشک چھپائے سے نہیں چھپتا ہے۔حضرت آسیہ دیوانوں کی طرح بکھر بیٹھیں اتنے میں فرعون گھر میں حضرت آسیہ کے پاس بیٹھا کہ بے ساختہ آسیہ نے باآواز بلند فرمایا۔تو نے ایسی نیک عورت کو قتل کر دیا۔فرعون نے کہا کہ شاید تجھے بھی ویسا ہی جنون ہوا ہے۔فقالت ابی جنون ولکن الھی والھك والہ السموت والارض الہ وحد لا شریك لہ اے فرعون مجھے جنون نہیں ہے میں اس خدا کو ماننے والی ہوں جسے ماشطہ مانتی تھی اور وہ کوئی ایسا ویسا خدا نہیں ہے بلکہ زمین و آسمان اور تیرا بھی' اے فرعون وہی خدا ہے۔جب فرعون نے یہ سنا تو آپ کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بہت مارا اور حضرت آسیہ کے متعلقین' رشتہ دارون کو بلایا اور یہ کہا کہ اسے سمجھاؤ کہ یہ بھی کیوں اپنی جان کی دشمن

ہوتی ہے۔ متعلقین نے حضرت آسیہ کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرو فرعون خدا ہے اس کی نافرمانی کرنی ٹھیک نہیں۔ حضرت آسیہ نے فرمایا کہ اگر فرعون مجھے ایک تاج ایسا بنا دے کہ سورج اس کے آگے ہو اور چاند پیچھے اور ستارے بیچ میں ہوں' میں پھر بھی اس خدائے حقیقی کو نہ چھوڑوں گی۔ فرعون نے حکم دیا کہ جاؤ آسیہ کو چومیخہ کرو۔ حضرت آسیہ کو زمین پر لٹا دیا' چاروں ہاتھوں پیروں میں میخیں جڑ دیں اور چھاتی پر آگ کا طبق بھر کر رکھ دیا اور یہ کہا کہ اور بھی عذاب کروں گا ورنہ اس خدا کو چھوڑ دے۔ اے فرعون اگر تو عذاب کرے گا تو میرے جسم کو لیکن اللہ قادر و کریم کی محبت میرے دل سے کم نہ ہوگی۔ اے فرعون اگر تو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا تو ہر خون کے قطرے کے بدلے میں عشق الٰہی اور زیادہ ہوگا۔ ہر پارہ جگر کے عوض میں محبت الٰہی بڑھتی رہے گی۔ عذال الغوا ذل حول قلب التائه وھوی الاحبة منه فی سوادئه ''برا کہنا ملامت کرنا لوگوں کا دل کے اوپر اور سے ہے اور محبوب کی محبت دل کی تہہ میں ہے''۔ اب حالت یہ ہے کہ خون میں نہائے ہوئے ہیں طبق آگ کا سینہ پر رکھا ہے مگر عشق مولیٰ کی آگ زیادہ بھڑکتی جاتی ہے۔ اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ آج حضرت آسیہ کے عشق کا امتحان ہے' گھبرائے ہوئے آئے حضرت آسیہ نے پکارا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں نے اس کے عشق میں ارغوانی جوڑا پہنا ہے' یہ حالت بنالی ہے' تو بتاؤ ھو راضی عنی امر ماخط ''وہ محبوب اب بھی مجھ سے راضی ہوا یا نہیں'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ آسیہ ملائکہ سبع سموات فی انتظارك ذاته تعالیٰ بیاھی بك ذاته فی ماشئت قاتل رب ان لی عندك بیتا فی الجنة ونجنی من فرعون وعمئه ''اے آسیہ ساتوں آسمان کے ملائک تیرے انتظار میں ہیں اور رب العزت ملائک سے فرما رہا ہے کہ دیکھو ہمارے عاشق بندے ایسے ہوتے ہیں کیا کیا سخت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں مگر محبت ہماری زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اے آسیہ مانگ لے جو تیرا جی چاہے۔ حضرت آسیہ نے مانگا تو یہ مانگا کہ مولیٰ اپنے پاس بلا لے اپنے سایۂ رحمت میں رہنے کی جگہ دے' اپنے دیدار سے مشرف کر دے' حکم ہوا کہ جبرائیل (علیہ السلام) جاؤ ہماری بندی کو جنت میں اٹھا لاؤ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضرت آسیہ کو سب طرح کے فرعونی عذابوں سے الگ کر کے اٹھا کر آسمان پر لے گئے۔

مواھب لدنیه میں ہے کہ جس دن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو درد زہ لاحق تھا اور آپ اپنے حجرہ میں تنہا تھیں اور اپنے اس راز کو اہل مکہ کی عورتوں سے مخفی رکھنا چاہتی تھیں۔ اس تکلیف کے وقت میں بھی کسی مکہ کی عورت کو خبر نہ کی تھی بلکہ اکیلی حجرے میں لیٹی ہوئی تھیں کہ یکایک حجرہ مبارک عورتوں سے بھر گیا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حیران تھیں اور پوچھا کہ تم کون عورتیں ہو۔ ان میں سے ایک بی بی نے جواب دیا آپ گھبرائیں نہیں ہم دنیا کی عورتیں نہیں ہیں' میں آسیہ (رضی اللہ عنہا) ہوں اور یہ مریم والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور باقی عورتیں حوران جنت ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ وقت وفات ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مالک

دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اے خدیجہ (رضی اللہ عنہا) اللہ قادر و کریم نے تمہارے لئے یاقوت سرخ کا محل بنایا ہے جس میں کوئی خلاف مرضی کام نہ ہوگا جب تم وہاں جاؤ تو میری دونوں بیبیوں سے میرا سلام کہہ دینا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہاں آپ ﷺ کی دو بیبیاں مجھ سے پہلے کونسی پہنچ گئیں۔ فرمایا کہ ایک آسیہ امراۃ فرعون دوسری مریم والدہ عیسیٰ علیہ السلام۔ اللہ نے ان سے میرا نکاح کر دیا ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ضرور کہہ دوں گی ان سے آپ کا سلام۔ زہے قسمت زہے طالع کہاں فرعون اور کہاں سرتاج انبیاء۔

چـــہ نسبـــت خـــاک رابـــا عـــالـــم پـــاک

خدا کی قدرت اور شان ہے

اہلیہ لوط نبی ہوئی کافرہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عشق مجازی عشق حقیقی کو ایک جگہ بیان کیا ہے۔ اب ہم ایک حکایت اور ایک روایت عشق مجازی اور عشق حقیقی کی بیان کرتے ہیں۔ ناظرین خود عشق مجازی اور عشق حقیقی کا فرق سمجھ لیں گے۔

حکایت :ایک مصنوعی فقیر درویش اپنی مرید کے مکان پر گئے۔ مرید معتقد کے اہل وعیال پیر کے سامنے ہوئے منجملہ کے پیر صاحب کی نظر ایک دختر ناکتخدا پر پڑی جو جناب کے مرید کی چھوٹی لڑکی تھی اور بہت سی خاطر مدارت کے بعد جب پیر صاحب تشریف لے جانے لگےتو مرید نے حسب عادت دست بستہ عرض کیا کہ میں حضور کا تابع فرماں غلام ہوں جو حکم ہو بجالاؤں۔ پیر صاحب نے کہا کہ بھائی ایسی باتیں نہ کیا کرو یہ صرف زبانی جمع خرچ ہوتی ہیں اور پیروں کی کون تابع فرمانی کرسکتا ہے' یہ بڑا مشکل کام ہے۔ مرید نے عرض کیا کہ میں آپ کا سچا غلام ہوں جو کچھ حکم ہوگا بجالاؤں گا اور اگر حکم ہوتو جان بھی آپ کے لئے دے دوں۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ اچھا جان کیا دو گے یہ جو لڑکی ہے' اسے ہماری خدمت میں چھوڑ دو مرید کو یہ بات سن کر پریشانی ہوئی کہ اب کیا کیا جائے زبان کا اقرار یہ جو کام پیر صاحب نے فرمایا وہ ایسا مشکل۔ الٰہی اب کیا کروں۔ مرید کی چھوٹی لڑکی نے اپنے باپ کو پریشان دیکھ کر کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں اور کل کا وعدہ پیر صاحب سے کر لیجئے کہ حضور کل تشریف لائیں اور لڑکی کو ساتھ لے جائیں۔ پیر صاحب خوشی خوشی کل کے وعدہ پر تشریف لے گئے۔ دوسرے دن لڑکی نے اپنے والد سے عرض کیا کہ مجھے کوئی دست آور دوالا کر دیجئے اور ساتھ ہی جراح کو بھی بلا کر لائیے۔ بموجب ہدایت وہ بیچارہ مسہل دوا اور جراح کو بلا کر لایا پہلے تو فصد کھلوا کر خون ایک پیالہ میں جمع کیا پھر دستوں کی دوا کھا کر ایک مٹکا دستوں کا بھر کر رکھا' پھر تو وہ لڑکی نیم جان اور مردہ صورت ہوگئی۔ وہ حسن اور بہار سب غارت ہوا۔ جھوٹے عاشقوں کے حوصلے پست ہوئے۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر پیر صاحب تشریف لائے اور مرید نے ایفائے عہد کا تقاضا کیا۔ مرید نے عرض کیا کہ میں نہایت خوشی سے جناب کی خدمت کے لئے لڑکی دینے کو حاضر ہوں'

لے جاؤ یہ کہہ کرلڑکی نیم جان مردہ کی چار پائی پیر صاحب کے سامنے لاکر رکھی اور دست بستہ عرض کیا۔بسم اللہ لے جایئے۔صورت حال دیکھ کر پیر صاحب کے ہوش اڑ گئے اور عشق کاذب اور محبت مجازی زائل ہوئی۔ناچار حیلہ کیا کہ میاں میں تو تمہارے اعتقاد کا امتحان لے رہا تھا' مجھے کسی کی لڑکی کیا کرنی ہے۔یہ سن کراس نیم جان دختر نے عرض کیا جناب پیر صاحب آپ بات بدلتے کیوں ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ کل جس چیز کے آپ عاشق ہوئے تھے وہ آج میرے بدن سے نکل چکی ہے۔حکم دیا کہ وہ مٹکا دستوں کا اور وہ پیالہ خون کا پیر صاحب کو لاکر دو فوراً وہ ناپاک چیزیں پیر صاحب کے سامنے لاکر رکھی گئیں اور عرض کیا گیا کہ اگر آپ دختر کے عاشق ہیں تو دختر یہ حاضر ہے' لے جائیں اور اگر آپ اس شئے کے عاشق ہیں کہ جو شئے کل اس دختر کے اندر تھی وہ آج یہ الگ رکھی ہے تو یہ خون اور دستوں کا مٹکا حاضر ہے لے جائیں' دونوں معشوق آپ کے سامنے موجود ہیں' جسے چاہو لے جاؤ۔اے مسلمانو! عشق مجازی اور معشوق مجازی کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے حسن کی بہار ناپاک خون اور پاخانہ کے مجموعے سے تیار ہوئی ہے۔جب تک یہ ناپاک چیزیں اس میں جمع ہیں خوبصورتی نظر آتی ہے اور جس وقت یہ نکل گئی حسن بھی کافور ہوا۔عشق بھی رفو چکر ہوا عشق حقیقی کا کیا کہنا ہے زمین و آسمان بھی ناچیز ہے اور سب اس کے سامنے ہیچ اور نیست ہے۔

دار قطنی طبرانی میں ہے کہ عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ انہ قال لما کلم اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کان یبصر دیب النمل علی الصفا فی اللیلۃ المظلمۃ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں وہ نور پیدا ہوا تھا کہ باریک چیونٹی کا اندھیری رات میں چلنا تیس میل کے فاصلے سے دیکھ لیتے تھے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے دیدار محبوب حقیقی کر کے واپس تشریف لائے تو جناب کا چہرہ اس قدر روشن ہوا کہ کسی شخص کی نگاہ آپ کے چہرۂ مبارک پر نہیں پڑ سکتی تھی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام ہر وقت اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے رکھتے تھے۔ایک دن آپ کی اہلیہ کی آنکھیں روشنی کے شعلہ سے بند ہو گئیں۔آپ کی اہلیہ نے عرض کیا کہ خدایا موسیٰ نے تجھے دیکھا موسیٰ کا چہرہ روشن ہوا۔آج اس کو کوئی بے نقاب نہیں دیکھ سکتا تو ہی خوب جانتا ہے کہ تیرا دیدار اور تجھے بے حجاب کون دیکھ سکتا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين
والحمدلله رب العالمين

عشق مجازی

محترم قارئین کرام! عشق کی دو قسمیں ہیں۔ عشق حقیقی اور عشق مجازی۔ عشق حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات' اس کی صفات وافعال سے محبت کا نام ہے۔ یہ عشق جاودانی ہے۔ عشق مجازی کی دو قسمیں ہیں۔ عشق حیوانی یا بہیمی اور عشق نفسانی۔

عشق حیوانی یا بہیمی

عشق حیوانی بقول نظامی رحمتہ اللہ علیہ باریچۂ شہوت و جوانی ہے۔ اس کا مبداء شہوت بدنیہ وطلب لذت بہیمیہ ہوتا ہے' اس عشق کا کشتہ معشوق کے ظاہر یعنی اس کے رنگ وشکل وتناسب اعضاء پر فریفتہ ہوتا ہے' جو امور بدنی ہیں اور وہ حظ نفسانی کا طلب گار ہوتا ہے۔ اسی عشق میں اکثر آدمی گرفتار ہوتے ہیں اور علمائے نفسیات کے تحقیق میں پیرزن میں بھی یہ حرص موجود ہوتی ہے۔ جب عشق میں حرص جماع کی ہوتی ہے تو یہ عشق نہیں فسق ہے۔ عشق نہیں ہوس ہے' بقول رومی رحمتہ اللہ علیہ۔

عشق نبود ایں کہ در مردم بود
ایں فساد خوردن گندم بود

اس عشق کو "عشق صوری" یا صورتوں کا عشق کہا گیا ہے۔ عشق ازواج یہ ازواج کو چھوڑ کر اس عشق کو ممنوع شریعت' مخظورِ طریقت وودراز حکمت میاں بیوی کی ہیت قرار دیا گیا ہے۔ ممنوعِ شریعت اسی لئے کہ حکیم جلیل محکم تنزیل میں فرماتا ہے۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم "آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں" (پارہ ۱۸ رکوع ۱۰)۔ النظرسھم من سھام الابلیس "نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے" النظر راس الذنوب "نظر (یعنی نامحرم کو دیکھنا) سب گناہوں کی جڑ ہے" اور عارفین طریقت کا قول ہے۔ من غض بصرہ من الشھوات و ممر باطنہ بدوام المراقبة وظاھرہ باتباع السنة لم یخطافراستہ "جس نے اپنی آنکھ شہوتوں سے بند کر لی اور اپنے باطن کو دوام مراقبہ سے معمور کر لیا اور اپنے ظاہر کو اتباع سنت سے آراستہ کیا اس کی فراست نے خطا نہ کی" اور اس عشق کے متعلق حکماء کا قول ہے۔ العشق مرض سوداوی "عشق ایک سوداوی مرض ہے"۔ عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ نے اس عشق صوری کی یوں مذمت کی ہے۔

عشق ھائے کز پئے رنگے بود

عشـــق نبـــود عــــاقبـــت نـــنـــگـــے بـــود

یعنی جس عشق کا قصد محض صورت پر مبنی ہو اور جو رنگ و روغن کا گرویدہ ہو اس رنگ وصورت کے زوال کے بعد اس کو حسرت وندامت وتنگی کے سوا کیا حاصل ہوسکتا ہے؟ کئی جگہ اور فرماتے ہیں۔

هیـــں رهـــــاکـــن عشـــقهـــائـــے صـــورتـــی
عشـــق بـــرصـــورت نـــــه روبـــاکـــے ستـــی
انـــچـــــه مـــعشـــوق اســـت صـــورت نیســـت آں
خـــواه عشـــق ایـــں جهـــاں خـــواه آں جهـــاں
انـــچـــــه بـــرصـــورت تـــو عـــاشـــق گشتـــه
چـــوں بـــروں شـــد جـــاں چـــرا یـــش مبشتـــهٔ؟

☆☆☆

هـــر کـــلـــوخـــے دل چـــــه بـــنـــدی اے سـلیـــم
وا طـــلـــب اصـــلـــی کـــه پـــایـــد او مـــقیـــم
چـــوں زر انـــدود اســـت خـــوبـــے بشـــر
ورنـــه چـــوں شـــد شـــاهـــد تـــو پیـــر خـــر
چـــوں فـــرشتـــه بـــود هـــمـــچـــوں دیـــوشـــد
کـــاں مـــلاحـــت انـــدراں عـــاریـــه بـــد

☆☆☆

چـــنـــد بـــازی عشـــق بـــا نـــقـــش سبـــو
بـــگـــزراز نـــقـــش سبـــود آب جـــو
بـــر امیـــد زنـــده کـــن اجتهـــاد
کـــونـــگـــرود بـــعـــد دو روزے جـــمـــاد
رونـــعـــمتـــه لانـــنـــکســـه بـــخـــواں
دل طـــلـــب کـــن دل مـــنـــه بـــر استـــخـــواں

ننکسه اشارہ اس آیت کی طرف ہے وہ من نعمره ننکسه فی الخلق افلا یعقلون (پارہ ۲۳ رکوع ۳) ''ہم جس کی زیادہ عمر کر دیتے ہیں تو اس کی طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں سو کیا وہ لوگ نہیں سمجھتے''۔

☆☆☆

عشـــق بـــرمـــرده نبـــاشـــد پـــائیـــدار

عشــق رابـــرحـــی و بـــرقیـــوم دار
عشــق آں زنـــده گـــزیـــں کـــو بـــاقیـــت
از شـــراب جـــانـــفـــزایـــت ســـاقـــی ســـت

عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات جو عشق سے متعلق ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عشق صورت تین وجوہ سے ہوسکتا ہے۔

۱۔ عاشق کو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کسی صورت کے تقید کے بغیر حاصل ہے اور صورت اس کو اس مشاہدہ سے باز نہیں رکھتی اور اس کا مقصود ظاہر کا مشاہدہ ہے نہ کہ مشاہدۂ مظاہر' ظاہر یعنی اللہ تعالیٰ کا جمال مظاہر سے متجلی ہے اور عاشق ظاہری کا مشاہدہ کر رہا ہے نہ کہ مظہر کا یہ صورت کا عشق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عشق ہے اور وہ صورت میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کسی عاشق حقیقی کے یہ اشعار اس مفہوم کو خوب ادا کرتے ہیں۔

گـــر خـــزاں در بهـــا رمـــی بیـــنـــم!
جـــلـــوۂ رنگ یـــار مـــی بیـــنـــم!
در رخ زشـــت ویـــنك اهـــل جهـــاں
نـــور حـــق آشـــکـــار مـــی بیـــنـــم!
دل بـــحـــق چیشـــم ســـر بســـوئے بتـــاں
طـــرفـــه تـــرایـــں بهـــار مـــی بیـــنـــم!
کـــعبـــۂ و دیـــر را بـــداں اصـــغـــر
خـــانـــۂ آں نـــگـــار مـــی بیـــنـــم

یہ حال تو کاملین کا ہے ان عارفین کو اللہ تعالیٰ کے جمال کو صور جمیلہ میں مشاہدہ کرتے ہیں ''اصحاب تجلی صوری'' کہتے ہیں (اس نکتہ کے سمجھنے کے لئے گزشتہ باب میں ''راز تخلیق'' جو بیان کیا گیا ہے اس پر غور کریں)۔

۲۔ عاشق صورت میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس مظہر ہی کی حد تک منقصر ہوتا ہے اور اس سے تجاوز نہیں کرتا۔ اب یہ اقتصار و تحدید تو نقصان ضرور ہے لیکن مظاہر صور میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نقصان نہیں' اگر چہ یہ صورت کا عشق اللہ تعالیٰ ہی کا عشق ہے جو اس صورت سے ظاہر ہو رہے ہیں تاہم اہل کمال اس مرتبہ کو پست قرار دیتے ہیں۔ مغربی با آواز بلند فرماتے ہیں۔

مـــن کـــه در صـــورت خـــوبـــاں هـــمـــه اومـــی هـــنیـــم
تـــو پـــنـــدار کـــه مـــن آں روئـــے نـــکـــومـــی بیـــنـــم
نیســـت درد بـــده مـــن هیـــچ قـــفـــال هـــمـــدونـــمـــت

تو قفامی نگری من همه رومی بینم

☆☆☆

روئے همه خوبان جهاں رابماشا
دیدیم ولے آئینه روئے تو دیدیم
از مغربی احوال مپرسید که اورا
سود از وهٔ طرهٔ هندوئے تو دیدیم

۳۔ عاشق صرف صورت ورنگ کا ہواور صرف صورت بنی اس کا مقصود ہو نہ کہ اس حقیقت کا مشاہدہ جو اس صورت سے ظاہر ہے یہ عشق نہیں کہلاتا بلکہ صورت پرستی ہے اور رنگ وصورت کے زوال کے بعد اس کا انجام حسرت وندامت کے سوا کچھ نہیں۔ اسی عشق سے منع کیا گیا ہے اور اس کا مرض سودادی قرار دیا گیا ہے' اسی عشق کے متعلق کسی عارف نے کہا ہے۔

وعش خالیا فالحب اوله عنا
واوسطه سقم وآخره قتل!

یعنی زندگی اس حال میں بسر کر کہ عشق سے تیرا قلب خالی ہو' کیونکہ اس عشق کا شروع رنج ہے اور میاں میں بیاری اور اس کی انتہا موت ہے۔

نصحتك علما بالهوى والذى رأى
مخالفتى فاختر لنفسك مايحلوا

میں نے محبت کے علم کے بعد تجھے یہ نصیحت کی ہے' جو شخص میری رائے سے مخالفت رکھتا ہے اس کو ایسی چیز اختیار کرنے چاہئے جو اس کے لئے شیریں ہے۔

شیخ محمد حیات ہندی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ میں جس کا نام 'عشق النسوان والمروان' ہے' لکھا ہے کہ شیطان کا سب سے بڑا مکر یہی فتنہ عشق صور مردان ونسوان ہے۔ اس بلا سے زیادہ کوئی آفت نہیں۔ یہ وہ فتنہ ہے جس نے نفوس کو غیر خالق کا غلام بنا رکھا ہے' جس نے عشاق کے قلوب کو ذلیل و خوار کر دیا ہے' یہ وہ آفت ہے جس نے فسق وتوحید میں جنگ چھیڑ دی ہے اور ہر عاشق صورت کو شیطان مرید کا مرید کر دیا ہے' ان کے دل گرفتار ہو دوحوس ہو گئے' جان محنت میں پڑ گئی' جی فتنے سے بھر گیا' قلب و رشد کے درمیان دیوار حائل ہو گئی' راہ ہدایت سے دل پھر گیا' غلاموں کی طرح کم داموں پر دل بک گیا' حقیر لذت کے عوض اس کا سودا کر لیا گیا' محبوب خسیس سے جی لگا کر وہ چیز حاصل کی جس کا الم زیادہ اور لذت کم ہے' اگر وصل ہاتھ آیا تو سمجھ لو کہ مضرت کا ایک بڑا سبب پیدا ہو گیا کیونکہ یہ محبوب بہت جلد دشمن ہو جاتا ہے اور اپنے محبّ سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے گویا اس کو کچھ واسطہ ہی اس سے نہ تھا۔

یہ سب کچھ تو دنیا میں پیش آتا ہے' رہی آخرت جہاں اہل تقویٰ کے سوا ہر دوست اپنے دوست کا

دشمن ہو جاتا ہے' عذاب الیم والم عظیم منتظر ہے' اس محبوب کی حسرت کا اندازہ کرو جس نے اپنا دین وایمان اپنی جان ودل حقیر سے شہوت ولذت عاجلہ پرستے داموں محبوب اول اللہ تعالیٰ کی بجائے ایک فانی' سریع الزوال' گریز پا ہستی کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ شہوت بھی کیسی جس کی لذت تو جاتی رہی' محبت وشقوت باقی رہ گئی' التی ذهبت له تهاو بقيت تبعتها جس سے حاصل شدہ مسرت تو غائب ہوگئی مسرت حاضر ہی' ایسے محب کو دو مسرتوں نے گھیر لیا' ایک تو یہ کہ محبوب حقیقی ونعیم مقیم فوت ہوئے دوسری یہ کہ عذاب الیم میں گرفتار ہونا پڑا۔ اسی وقت اس فریب خوردہ کو معلوم ہوگا کہ کیا بیچا کیا مول لیا؟ جو ہستی اس قابل ہی نہ تھی کہ اس کے خادم یا غلام کی جگہ لیتی' اس عشق فسق کے طفیل اس کی گردن کی مالک بن گئی کیونکہ عشق مالک کو مملوک اور مملوک کو مالک بنا دیتا ہے۔ بھلا اس سے زیادہ اور کیا مصیبت ہو سکتی ہے کہ بادشاہ تخت سے اتار دیا جائے اور وہ تخت ایک غلام کو مل جائے۔ اس کے ہاتھوں مقہور ومجبور ہو جائے اور وہ اس سے تکبر وغرور کے ساتھ پیش آئے۔

عاشق صورت سے زیادہ بدبخت قابل قصور نہیں۔ فراق یار میں روتا ہے' وصل میں خوف وفراق سے جی کھوتا ہے' نیند گئی' آرام گیا' چین مٹ گیا' جان عذاب میں پھنس گئی' جسم گھلنے لگا۔ یہ ساری گست غیر اللہ کے لئے بنی۔ کون غیر اللہ؟ جب تم اس سے ملنا چاہو تو وہ بھاگے' وعدہ کرے تو وفا نہ کرے' ہجر میں پھانسے' رقیب سے ملے۔ یہ عیش نہ ہوا' مصیبت ہوئی' اس سے تو مر جانا بہتر' معشوق قلیل الوفاء کثیر الجفا ہوتا ہے۔ سینکڑوں اس کے خریدار ہوتے ہیں۔ خائن' کثیر التلون ہوتا ہے۔ عاشق کو اس کی طرف سے نہ جان کا امن ہوتا ہے نہ مال کا۔ وصل دائم میسر نہیں ہوتا۔ سوائے جزع وفزع کے کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ اس عذاب عاجل سے رہائی کی کوئی صورت نہیں۔

حاصل یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی محبت کو اپنے قلب میں جگہ دیتا ہے وہ مبتلائے مصیبت ہوتا ہے۔ جتنا دلی تعلق محبوب سے ہوتا ہے اتنا ہی غم والم اس کے نصیب میں ہوتا ہے۔ اگر محبوب ہاتھ بھی آ جائے تو وہ الم جو اس سے پہلے پا چکا ہے وہ اس لذت کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہوتا ہے' تو پھر ذرا سی لذت سے کیا حاصل؟ اسی لئے عارفین نے کہا ہے کہ جس نے باقی کی محبت سے منہ موڑ کر فانی کی محبت کا شغل اختیار کیا وہ اسی لائق ہے کہ نار عشق سے جلایا جائے۔ هل للعبد المربوب ان يحب غير ربه المطلوب ''کیا بندہ مربوب کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے رب کے سوا جو اس کا مطلوب حقیقی ہے کسی اور سے محبت کرے''۔

غیر حق هرچه دات رار بود
سد راه تو هماں خواهد بود

غیر اللہ سے محبت کرنے والے کا یہی انجام ہے کہ وہ تباہ حال' خراب وخستہ والحزون ومبتلا رہتا ہے' رات دن رنج فراق یا شوق وصال' غم رقیب یا صدمۂ ہجر میں جلا بھنا کرتا ہے اب۔

باضعف خویش پشہ بیچارہ چوکشد
بارے کہ پیل طاقت حملش نیاورد

اور جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ کا محبّ ہوتا ہے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کرو کہ اگر وہ اپنے محبوب حقیقی کی طرف ایک بالشت جھکتا ہے تو اللہ قادر و کریم اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے' اگر وہ ایک ہاتھ اس کی طرف سبقت کرتا ہے تو وہ ایک ''باع'' یعنی دونوں ہاتھوں کا پھیلاؤ اس کی طرف آتا ہے' اگر یہ اس کی طرف چل کر جاتا ہے تو وہ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ ایک مشہور حدیث پاک میں اس نعمت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس عشق کی طلب ہر انسان کا فریضہ ہے' اسی عشق سے زندگی زندگی ہے' اسی عشق سے سلوک الی اللہ طے ہوتا ہے' یہی عشق بنائے سلوک ہے' اسی عشق کی طلب بزرگوں نے کی ہے۔

من از تو بهر عشق نخواهم بجهاں
هجران و وصال تو مراشد یکساں
بے عشق نباشم دندارم ساماں
خواهی تو وصال بخش خواهی هجراں

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الجواب الکافی لمن سال الدوار الشافی میں عشق پر تفصیلی بحث کی ہے اس بحث کا خلاصہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ عشق بہیمی یا عشق صوری کی علامہ نے مذمت کی ہے کہ اس عشق میں نہ کوئی مصلحت دینی ہے اور نہ کوئی مصلحت دنیوی بلکہ دین و دنیا دونوں کا بگاڑ ہے۔ ان مفسدانہ کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

اس عشق کی وجہ سے انسان اپنے خالق و رب کے ذکر اور اس کی محبت کو چھوڑ کر مخلوق و مربوب کی محبت و ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے کیونکہ ایک دل میں یہ دو حب جمع نہیں ہو سکتے اور نہ ہی کسی انسان کے دو دل ہوتے ہیں۔

یا دوست گزیں کمال یا جاں
یك خانہ دو میهماں نگنجد

عاشق کا دل معشوق کی محبت کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ قانون الٰہی ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نے محبوب حقیقی کے سوا کسی اور سے محبت کی وہ معذب بغیر ہوا' عاشق گو عشق کو شیریں سمجھے مگر ہے وہ اعظم عذاب قلب۔

عشق سے بڑھ کر کوئی چیز مصالح دارین کو ضائع کرنے والی نہیں' کیونکہ دین کی ساری مصالح جمعیت قلب کے ساتھ مربوط ہوتی ہیں' جب قلب بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دین درست ہو جاتا ہے عشق تصور سے بڑھ کر کوئی چیز پریشان خاطر و پراگندہ دل نہیں۔

هر کجا سلطان عشق آمد نماند

قــوت بــــازوئـــے تـــقــوئ راعـــمـــل!

رہے مصالح دنیوی' سووہ حقیقت میں تابع مصالح دین ہیں جب دین ہی نہ رہا تو دنیا کس کام کی؟ وہ بالکل ضائع ہوجاتی ہے۔

آگ لکڑی کی طرف اتنی تیزی سے نہیں دوڑتی جتنی کہ آفتیں اور بلائیں عشاق صورہ کی طرف دوڑتی ہیں۔اس کی وجہ بھی ظاہر ہے جتنا اتصال قلب کا عشق صورہ سے ہوتا ہے اتنا ہی دور وہ محبوب حقیقی سے جاپڑتا ہے۔سب سے زیادہ دور وہ دل ہیں جو محض صورتوں کے عاشق ہیں' جب دل جان آفرین سے دور ہو' ہر طرف سے آفات نے اس کو آگھیرا' نیل غم میں وہ غرق ہوا۔

شـــدبـــدام عشـــق مـــرغ روح قیـــد

تـــافیـــرونـــنـــگـــرد آرام را

جب عشق کی گرفت قلب پر قوی اور مضبوط ہوجاتی ہے تو عاشق کا ذہن بگڑ جاتا ہے' اس میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں۔اکثر عاشق دیوانہ ہوجاتا ہے' عقل ماری جاتی ہے' آدمی میں اشرف واعلیٰ چیز عقل ہے' انسان حیوانات سے ممتاز اسی عقل کی وجہ سے ہے' اگر یہ عقل ہی ختم ہوگئی تو اس میں اور حیوان میں کچھ بھی فرق باقی نہ رہا' گوصورت آدمی کی سی ہے بلکہ حیوان اس سے اچھے حال میں ہوتے ہیں۔

عـمـرھـا درکـوئـے دانـش' خـانـۂ می سـاخـت عـقـل

مـوج زد دریـــائـــے عشـــق و خـــانـــہ از بـنـیـا درفـت

عشق ہوش وحواس کو گم کردیتا ہے ظاہر و باطن دونوں کو بگاڑ دیتا ہے' باطن کا فساد تو فساد قلب کا تابع ہوتا ہے' جب قلب ہی بگڑ گیا تو آنکھ کان زبان سب بگڑ گئے۔معشوق کا ہر عیب ہنر' ہر قبح حسن نظر آنے لگتا ہے۔حدیث نبوی ﷺ اس پر ناطق ہے حبك الشي يعمي و يصم "کسی شے کی بھی محبت تجھے اندھا اور بہرا کردیتی ہے'' یعنی دل کی آنکھ محبوب کی برائی دیکھنے سے اندھی ہوجاتی ہے' کان اس کی ملامت سننے سے بہرے ہوجاتے ہیں۔آنکھ پر پردے پڑجاتے ہیں۔رہا فساد ظاہر کا بدن بیمار ہوجاتا ہے' لاغری زاری آکر گھبراتی ہے کبھی جان بھی اس دھیان میں جاتی رہتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ میدان عرفات میں ایک جوان کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا جو سوکھ کر لکڑی کی طرح ہوگیا تھا۔آپ نے دریافت فرمایا۔اس کا یہ حال کیسے ہوا؟ لوگوں نے کہا۔اس کو عشق ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے تصرع کے ساتھ دعا کی کہ وہ ان کو اور سبھوں کو اس بلائے عشق سے اپنے امن وامان میں رکھے۔

عشق بہیمی صوری کے ان مفسدات کو واضح کرنے کے بعد ابن قیم فرماتے ہی:۔عشق فی نفسہ نہ محمود ہے نہ مذموم' عشق کا نفع وضرر ایک امر اضافی ہے۔جو محبت عبد کو اپنے معبود و خالق سے اس کے کمالات زاتیہ' حسن واحسان مطلق کی وجہ سے ہوتی ہے' وہ کتنی ہی زیادہ ہو سراسر نافع ومحمود ہے۔جو فرط محبت یا عشق

مخلوق کو کسی مخلوق سے ہوتا ہے وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو مضر و حرام ہے۔ کیونکہ کمالِ لذت کو فرح سرور و نعیم قلب و بہجت روح و وامر کے تابع ہیں۔ جمال و کمال محبوب جس کی وجہ سے محبّ نے محبوب کو سب پر فضیلت دی اور اختیار کیا ہے۔ محبّ کا کمال محبت اور اس کا وصل محبوب کو ہر امر پر ترجیح دیتا ہے۔ اب ہر عقلمند یہ جانتا ہے کہ جو لذت حصول محبوب سے حاصل ہوتی ہے وہ قوت محبت محبوب کی مناسبت سے ہوتی ہے یعنی جتنی محبت زیادہ قوی ہوگی اتنی ہی یہ لذت محبّ کے لئے کامل ہوگی۔ اب اگر یہ لذت نفس کے لئے مطلوب ہو تو یہ مذموم ہے اور اگر یہ کسی لذت دائم اعظم کے لئے مطلوب ہو اور عیش بے کدورت کے حصول کا باعث ہو تو ہر گز مذموم نہیں' بلکہ ہر ذی حیات کی زندگی کا مقصود اعلیٰ ہے' یہ لذت وہی لذت اخروی اور عیش نعیم جنت ہے' والآخرۃ خیر و ابقی سے اس کی توثیق کی گئی ہے۔ خلاق جلیل نے خلق کو پیدا اس لئے کیا ہے کہ وہ دار الخلد میں اس لذت کو حاصل کریں۔ رہی دنیا اس کی لذتیں سب منقطع ہونے والی ہیں' اس کا عیش کبھی کدورت سے خالی نہیں ہوتا' یا نفسیات کی زبان میں ''غیر مخلوط'' عیش نہیں ہوتا' اس قسم کی غیر مخلوط مجرد لذت کو اب وسراب کے مانند ہے۔

دریں دریا نظر کن مفلس و منعم یکے بینی
بہر ہم قطرہ آسا دیدہ دارد پر آب ایں جا

☆☆☆

بعالم ہر کرا بینم بدل درد و غیمے دارد!!

پھر دنیا کتنے دن کی ہے؟ یہاں اکثر لوگ تو طفلی و کم عمری میں مرجاتے ہیں' یہ امر واقعہ ہے کہ جوان بہ نسبت بوڑھوں کے زیادہ مرتے ہیں اور جن کی عمر پیری کو پہنچ جاتی ہے وہ آلاتِ عشق و اسباب لذت سے امراض و اسقام کی وجہ سے بے حظ و بے لطف ہو جاتے ہیں' ان سے متمتع ہونے کی قدرت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے اسی لئے تنبیہہ کی تھی۔

بآب و خاکِ جہاں دل مبند و غرہ شو
کہ عمر شمع وجہاں چوں گذر گاہ پاداست

اب نعیم مقیم آخرت پر غور کرو یہاں کا عیش دائم و قائم' خیر و ابقیٰ پھر عیش بھی کیسا؟ دل چاہا' خالداً مخلداً' ابدالآباد تک قائم و باقی! لذت بھی کونسی؟ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی' نہ کسی دل پر اس کا خیال تک گزرا۔ اعدوت العبادی الصالحین والاعین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (حدیث قدسی مروی بخاری) یعنی صالحین کے لئے وہ جنت مہیا کی گئی ہے جس کو نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی انسان کے دل میں گزری۔

اب اس عیش باقی و دائمی کو عیش فانی و پر کدورت کی ہوس میں ہاتھ سے چھوڑنا اس کے سوا کچھ نہیں کہ سعادت ابدی کو شفاعت دائمی کے عوض مول لینا ہو۔ قرآن حکیم نے بابانگ دہل اعلان کیا تھا۔ انما ھذہ

الحیوۃ الدنیا متاع و ان الآخرۃ هی دارالقرار ''یہ دنیوی زندگی محض متاع ہے اور ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے'' (پارہ ۲۴ رکوع ۱۰)۔

متاع وہ چیز ہے جس سے کوئی کام نکالا جائے' دنیا سے آخرت کا کام نکالا جاتا ہے' رہنے ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی لذت ونعمت لذات آخرت کے حصول کو وسیلہ ہیں لہذا دنیا کی جو لذت آخرت کی لذت کے حصول میں ممد ومعاون ہو' فانی سے بچا کر باقی تک پہنچا دے وہ مذموم نہیں بلکہ بقدر ایصال محمود ہے اور جو لذت دنیوی آخرت کی لذت سے باز رکھے وہ قطعاً مذموم ہے' عشق بہیمی صوری کی لذت جو نا جائز وحرام ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

یہ ہیں ابن القیم کے افادات عشق صوری کے متعلق۔ یعنی جو عشق محض صورت ورنگ پر ہوتا ہے اور جس کا مقصد جماع کی لذت کا حصول ہوتا ہے' میاں بیوی کے جائز عشق ومحبت کو چھوڑ کر عشق نہیں فسق ہے' ہوس ہے' حرام ہے' مذموم ہے' کسی طرح محمود نہیں۔ یہ لطالین کامل کا شغل ہے' جو ہوائے نفس کی قید میں اسیر ہیں' طبیعت کے غلام ہیں' ان سے کہا جانا چاہئے کہ

شاہبازی نتواں کرد بہ بال مگسے

عشق مجازی کی پہلی قسم یعنی عشق بہیمی کے متعلق علمائے ظاہر نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے صوفیاء کرام متفق ہیں لیکن وہ اسی چیز کو دوسرے الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عشق مجازی جو بلا شمولِ عشق حقیقی ہوتا ہے اور جہاں مظاہر خلقیہ ومخلوقات میں دید حق یا مشاہدہ حق نہیں ہوتا وہ حجاب اعظم کا باعث ہوتا ہے کیونکہ اس میں ہوس پرستی کا شائبہ ہوتا ہے۔ محض عشق مجازی کو صوفیہ ''عذم صرف'' اسی لئے کہتے ہیں کہ ان کے عرفان کی رو سے سارے ممکنات نابود محض ہیں اور وجود محبوب حقیقی کے سوا کسی کو نہیں' جیسا کہ شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا الصالم ماشمت راتحمه الوجود اصلا پس عالم کا عشق یا عالم کی کسی چیز کا عشق حجاب اعظم ہوتا ہے اور غفلت بے حد اور تضیع اوقات اس سے عارفین نے پناہ مانگی ہے۔ نعوذ باللہ من التفکر بعد التعرف ومن الحجاب بعد التجلی ''ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں عرفان کے حاصل ہو جانے کے بعد تفکر میں مبتلا ہونے سے اور تجلی کے بعد حجاب میں آجانے سے''۔

صوفیہ بقول ابوبکر کنانی رحمتہ اللہ علیہ عبید الظاهر وحرار البواطن ہوتے ہیں یعنی بظاہر بندگی وعبودیت کی راہ پر شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں اور باطن میں شہود وتصرف غیر سے بالکل آزاد ہوتے ہیں۔ اسی کے پیش نظر شیبان بن علی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ پہلے اپنے دل کو سہو وغفلت سے اور اپنے نفس کو خواہشات ماسویٰ سے' اپنی زبان کو لغو سے مجرد کر' اس طرح تجھے تجرید حاصل ہوگی' اب دنیا سے تعلق رکھ یا نہ رکھ دونوں تیرے لئے یکساں ہیں۔ دنیا سے تعلق تجھے یافت وشہود حق سے غافل نہیں کر سکتا اور یہی غفلت یا ذہول موت ہے حیات نہیں۔ عشق مجازی کی پہلی قسم یا عشق بہیمی کی اس قدر تفصیل کے

بعد اب ہم اس کی دوسری قسم عشق نفسانی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

﴿ عشق نفسانی ﴾

عشق نفسانی سے مراد وہ عشق ہے جو عاشق و معشوق کے جو ہر نفس میں مشابہت ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ اکثر معشوق کے شمائل (شمائل کے لغوی معنی عادتوں کے ہوتے ہیں' اصطلاح صوفیہ میں یہ جمالیات وحلالیات کے اجتماع کا نام ہے) یا خصائل کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس کی خوبی ترکیب راستی مزاج' حسن اخلاق تناسب حرکات وافعال سے اور یہ شمائل معشوق کے نفس سے صادر ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف عشق حیوانی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے شہوت بدنی اور طلبِ لذت بہیمی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس مین زیادہ تر شیفتگی ظاہر معشوق اور اس کے رنگ اور اشکالِ اعضاء پر ہوتی ہے' اس لئے کہ یہ بدن کا کام ہے۔ عشق نفسانی لطافت ونفاست نفس کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ عشق حیوانی نفس امارہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ عشق نفسانی سے نفس میں وجد حزن' بکا' نرم دلی اور صفائی فکر پیدا ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عاشق کسی باطنی شے کا جویا ہے جو حواسِ خمسہ سے پوشیدہ ہے اور اس کی وجہ سے وہ تعلقات دنیویہ سے منقطع ہو جاتا ہے اور ماسوائے معشوق سے اعراض کرنے لگتا ہے اور عشق حیوانی میں فسق وفجور اور حرصِ فسق بڑھتی جاتی ہے اور رغبت ایک سے دوسرے کی طرف ہوتی جاتی ہے اور ہمیشہ کشاکش جاری رہتی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالرزاق کاشی' شرح منازل السائرین میں فرماتے ہیں۔ ''عشق پاکباز' الطفیہ ہنر کے لطیف کرنے اور عشق حقیقی کے پیدا کرنے میں ایک نہایت قوی سبب کا کام دیتا ہے کیونکہ یہ تمام غموں کو ایک غم میں مبدّل کردیتا ہے اور پریشانی ونفرقہ خاطر کو قطع کردیتا ہے اور محبوب کی خدمت میں لذت پیدا کردیتا ہے اور اس محبوب کی اطاعت وفرمانبرداری میں جو رنج ومشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو آسان کردیتا ہے اس عشق (یعنی فسق جوانی) کے خلاف ہے جو غلبۂ شہوت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ عشق بعض صورتوں کی عادت وشمائل پر فکر کرنے اور انکو پسند کرنے سے وسواس کی صورت میں پیدا ہوتا ہے اور نفس کی غباوت یا بے فہمی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور عاشق ومعشوق کی لذتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے بعض عارفین اور حکماء کے کام میں عشق صوری کی مدح وقدح جو کی گئی ہے وہ انہی دوقسموں سے متعلق ہے (یعنی پہلی قسم عشق کی محمود ہے اور دوسری قسم مذموم اور دونوں کو عشق مجازی کہتے ہیں)''۔

صوفیائے کرام نے عشق مجازی کی اس صنعت کو یعنی عشق نفسانی کو ''الطفِ اشیاء واعطفِ عنایات کبریائی'' قرار دیا ہے' کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا' یہ عشق قلب کو رقیق کرتا ہے ذہن کو تیز کرتا ہے اور نفس کو امور شریفہ کے اوراں سے باخبر کرتا ہے۔ عارفین کا قول ہے المجاز قنطرة الحقیقة یعنی مجاز حقیقت کا پل ہے۔ اس عشق مجازی سے عشق حقیقی پیدا ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ عاشق معشوق کی طرف اپنی ساری توجہ مبذول کرتا ہے اس توجہ سے تفکر پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ معشوق کے حسنِ شمائل وحسنِ صورت پر فکر کو مرکوز کرتا ہے اور اسی فکر سے وہ اس ذات کے عرفان تک جا پہنچتا ہے جس نے اس کے

معشوق کو ظاہر و باطن کے جمال کے زیور سے سنوارا ہے جب یہ عرفان عاشق کو حاصل ہو جاتا ہے تو وہ یہ جان لیتا ہے کہ جو بھی کمال یا جمال عالم میں موجود ہے وہ اس کے خالق کے محاسن سے ہے' اس کے لئے تو ذاتی ہے اور عالم کے لئے اسی کے واسطہ سے ہے اور اس وقت وہ عارف موحد ہو جاتا ہے اور جان لیتا ہے کہ حق 'واسع' ہے یعنی کسی ایک مظہر میں مقید نہیں ہے بلکہ اس کے لئے تو جمال مطلق ہے اور وہ اس حال میں ہوتے ہوئے بھی مقید صورتوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ بس یہی نازک بات مجازی و حقیقی کے فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

عاشقی گرزیں سر دگر زاں سر است
عاقبت مارا بداں سر رہبر است

یعنی عشق مجازی ہو یا حقیقی ہو بالآخر ہمیں (یعنی عارف کو) اللہ تعالیٰ ہی کے عشق کی طرف رہبری کرتا ہے' اسی طرح عارف جامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

متاب ز عشق رو وگرچہ مجازی ست
کہ آں بر حقیقت کار سازی ست!
بلوح اول الف باتانخوانے
بقراں درس خواندن کے توانی؟
شنیدم شد مریدے پیش پیرے
کہ باشد در سلوکش دستگیری
بگفت ار پانشد در عشقت از جائے
برو عاشق شو' وانگ پیش من آئی
کہ بے جام مئے صورت کشیدن
نیاری جرعۂ معنے چشیدن

ایک اور طریقہ سے سمجھایا جا سکتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کی طرف کس طرح رہبری کرتا ہے' غازی اپنے لڑکے کے ہاتھ لکڑی کی تلوار دیتا ہے تا کہ وہ اس سے مشق کرے اور جہاد کے وقت اصل تلوار استعمال کرے۔ اسی طرح عشقِ نفسانی جو کسی انسان سے انسان کو پیدا ہوتا ہے لکڑی کی تلوار کی مانند ہے اور یہی عشق اس وقت رحمٰن سے متعلق ہو جاتا ہے جب عاشق کسی ابتلاء میں پھنس جاتا ہے۔ زلیخا ابتداء میں سالہا سال حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ رہی بالآخر جب اس کے عشق کا تعلق محبوب حقیقی سے ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام سے منہ پھیر لیا۔ شاعر کے الفاظ ہیں۔

غازی بدستِ پورِ خود شمشیر چوبیں می دھد
او بداں استا شد شمشیر گیرو درغزا

عشقے کہ برانساں بود شمشیر چوبیں آں بود
آں عشق بر رحمن بود چوں آکر آبد ابتلا
عشق زلیخا ساالھاھر یوسف آمد ابتدا
شد عشقاو عشق خدا می کرد بر یوسف قضا

کیا تم نہیں دیکھتے کہ سرکش گھوڑے کو پہلے رام کیا جاتا ہے اور اس کے بعد ہی بادشاہ کی زین اسکی پیٹھ پر باندھی جاتی ہے۔

اس دلچسپ توجیہ سے قطع نظر صوفیاء کی حقیقت میں نظر سے دیکھا جائے تو راقم الحروف کے خیال میں عشق حقیقی و عشق مجازی میں تغائر اعتباری کے سوا کوئی فرق نظر نہیں آتا' سبھی مستغرق دریائے حقیقت ہیں' سبھی کو محبوب حقیقی ہی سے عشق ہے' یا صوفیا کے الفاظ میں' عشق و محبت دراصل جمیل حقیقی کا اپنے ہی جمال کی طرف میلان کا نام ہے' خواہ مرتبۂ جمع میں ہو یا مرتبۂ تفصیل میں' اسی حقیقت کو کہ سبھی اس محبوب حقیقی کے عشق میں مبتلا ہیں کسی عارف نے شعر کی زبان میں کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

كل الجهات لحسن وجهك مشرق
ولكل ذی قلب اليك تشوق
ياداهب الحسن البديع لاهله
كل بحسنك فی الحقيقة نفسق

''ہر جہت تیرے حسنِ رخ ہی سے روشن ہے اور ہر صاحبِ دل کو تیرا ہی شوق ہے۔ اے حسن نادر کے اس کے اہل کو عطا کرنے والے سب دراصل تیرے ہی حسن کے عاشق ہیں''۔

امام شیبانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

كل الجمال غدا بوجهك تجملا
لكنه فی الف المين مفصل

''کل جمال کل تیرے رخ کی وجہ سے مجمل ہوں گے' لیکن وہ تمام عالم میں آج تفصیل سے موجود ہے'' اور کسی صاف گو نے تو صاف کہہ دیا۔

ثقل نوادك حيث شئت من الهدى
ماالحب الاالمحبيب الاول

یعنی تو اپنے قلب کو ہویٰ یعنی محبت سے جہاں چاہے گراں بار کر لے' کیونکہ محبت تو صرف معشوق اول ہی سے ہوتی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ عشق حقیقی عشق مجازی پر مقصر ہے اور واقعتہً وجود حقیقی وجود مجازی ہی کے لئے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقتہ الحقائق جلت مجدہ کا تعین اول عشق مجازی وحب معشوقان مجازی ہی کی وجہ سے ہوا ہے جس کا بیان حدیث قدسی میں ہے زاحبیت ان اعراف سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ

بھی ظاہر ہے کہ جمیل حقیقی کو اپنے جمال سے اس وقت بہرہ کامل حاصل ہوا جب اس نے اپنے حسن و جمال کو مظاہر کے آئینہ میں مشاہدہ کیا اور اسی لئے وجود مطلق نے مرتبۂ اطلاق اور غیب ہویت (غیب ہویت' صوفیا کی اصطلاح میں مرتبہ احدیت کو کہتے ہیں جس کی یافت حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہوسکتی' اس کو غیب الغیب' منقطع الاشارات بھی کہتے ہیں یعنی کنبہ ذات مطلق) سے تعینات کے آئینوں میں تجلی فرمائی اور اپنے حسن کو مختلف آئینوں میں دیکھا اور ہر آئینہ نے ایک صورت مناسب سے اس کو ظاہر کیا اور مظاہر کے تعدد کے مطابق کثرت (کثرت سے صوفیاء کرام کی مراد مخلوقات ہے) کا ظہور ہوا۔

صد ہزار آئینہ داروشاھد مقصود من

روبھر آئینہ کار دلاں دروپیدا شود

اور ظہورات متنوعہ وتجلیات متکثرہ سے وحدت ذات وکمال صفات حق کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا' اس کو سمجھنے کے لئے نور آفتاب پر غور کرو جب وہ زمین پر پڑتا ہے تو خود اپنی ذات کی حد تک متعدد و متکثر نہیں ہوتا' جب وہ مختلف شیشوں پر پڑتا ہے تو ہر شیشہ کے رنگ کی صورت میں نمایاں ہوجاتا ہے اور نفس الامر میں تمام رنگوں سے مبرا ہوتا ہے جب یہ قاذورات یعنی نجس اشیاء پر پڑتا ہے تب بھی ہر نقص سے خود پاک ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام مظاہر کی صورتیں اللہ تعالیٰ ہی کے نور سے نمایاں ہیں' خواہ وہ ذہنی ہوں خواہ خارجی' خواہ کامل ہوں' خواہ ناقص' صوفیاء کے اس کشف کی تائید کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام صورہ مخلوقات سے ظاہر ہورہے ہیں۔ چنانچہ مالک دوجہاں ﷺ نے فرمایا۔

ان الحق یتجلی یوم القیمة للخلق فی صورة منکرة فیقولا ناریکم الاعلی فیقولوننعوذبالله منك فتجلی فی صورة عقائد هم فیسجدون له وقال ایضا ان الحقیتجلی یوم القیامة بصورة النقصان فینکرونها ثم یتحول بصورة الکمال فیتقبلونها ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق کے لئے صورت بد میں تجلی فرمائیں گے اور کہیں گے' میں تمہارا پروردگار ہوں' پس وہ سب کہیں گے ہم تجھ سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ ان کے عقائد کی صورت کے مطابق تجلی فرمائیں گے پس وہ سجدہ کریں گے۔ سی طرح محبوب کریم ﷺ نے فرمایا روز قیامت اللہ تعالیٰ صورت نقصان سے تجلی کریں گے پس لوگ اس کو برا سمجھیں گے پھر وہ صورت کمال سے تجلی فرمائیں گے اب لوگ اس کو قبول کریں گے''۔ اسی طرح اشارہ ہے اس شعر میں۔

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست

ھرجا کہ ھست پرتو روئے حبیب است

صوفیاء کی اصطلاح میں خانقاہ سے مراد عالم تنزیہہ ہے اور خرابات سے مراد عالم تشبیہہ' مقصد یہ ہے کہ تنزیہہ ہو یا تشبیہہ دونوں کا عشق ایک چیز ہے اور دونوں میں یار ہی کے جمال کا پرتو ہے اور یار ہی کے جمال سے عشق کا تعلق ہے۔

کسی عارف تام المعرفت سے اس نکتہ کو خوب سمجھ لینے کے بعد یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ ''ثبوتِ حقیقت وجودِ مجاز رہے'' اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سالک کے کمال عرفان کی علامت یہ ہے کہ وہ حسن مجازی میں حسن حقیقی کا مشاہدہ کرے اور ''اہل تحقیق توحید' کے ہاں کامل وہ کہلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے جمال مطلق کا مظاہر فی وسی میں چشم بصر مشاہدہ کرتا ہے جیسا کہ وہ مظاہرِ روحانی میں اس کا چشم بصیرت سے معائنہ کرتا ہے۔ یشاھدون بالبصیرۃ الجمال المطلق المعنوی کما یعانین بالبصر الحسن المقید الصوری۔

اللہ تعالیٰ کے جمال باکمال کے دو اعتبار ہیں۔

ا۔ اطلاق: یہ حقیقت جمالِ ذاتی ہے من حیث الذات عارف اس اجمال کا فنا فی اللہ کی حالت میں مشاہدہ کرتا ہے۔

۲۔ تقئید: یہ مظاہر حسیہ وروحانیہ میں اس جمال کا ظہور یا تجلی ہے۔

عارف جب اپنی آنکھوں سے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے تو جانتا ہے کہ یہ جمال حق ہے جو مراتب کونیہ میں تجلی کر رہا ہے۔ غیر عارف جس کو یہ نظر حاصل نہیں اس کو ہرگز نہ چاہئے کہ مخلوقات' حسینوں کی طرف دیکھے ورنہ وہ فتنہ آفت وخذلان میں مبتلا ہو جائے گا۔ نفس وشہوت کا شکار بن جائے گا۔ یہ بیشک حرام ہے' کسی کو اس میں کلام نہیں۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم'' صاف طور پر تاکید کی جارہی ہے کہ ان سے اپنی آنکھیں بند کر لے''۔

اکابر صوفیاء جیسے شیخ احمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ' شیخ اوحد الدین کرمانی رحمتہ اللہ علیہ' شیخ فخر الدین عراقی قدس اللہ سرہم جو جمال مظاہر صوری حسی کے مطالعہ میں مشغول نظر آتے ہیں ان کے متعلق صحن ظن بلکہ صدقِ اعتقاد کا تقاضا یہ ہے کہ یہ تصور کیا جائے کہ وہ ان صورتوں میں اللہ تعالیٰ کے جمال مطلق کا مشاہدہ کیا کرتے تھے اور صورت حسی میں مقید نہ تھے۔

اگر بعض اکابر نے ان کے اس عمل سے ناراضگی کا اظہار کیا ہے تو ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ محجوب ان کے اس عمل کو اپنا دستور العمل نہ بنا لے اور اپنے حال کو ان کے حال پر قیاس نہ کرے اور نفس وطبیعت کے اسفل السافلین میں جا نہ گرے۔ واللہ اعلم باسرارہم۔

چنانچہ ''رشحات' میں خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مشائخ طریقت' قدس اللہ تعالیٰ ارواحم نے اپنی اصطلاحات میں لفظ شاہد اور مفتون بالشاہد کا استعمال کیا ہے۔ بعضوں نے ان کے ظاہری معنی لئے ہیں' یعنی شاہد سے مراد شاہد صوری ہے اور مفتون بالشاہد سے مراد وہ گروہ ہے جو مظاہر جمیلہ سے عشق ومحبت کا رابطہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ نسبت مذموم ہے اور اس میں نفس کو دخل ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ فرض کرو مشاہدہ صوری میں نفس کو کوئی دخل اور حظ نہیں رہا لیکن حظ روحانی تو باقی ہے' جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا جس طرح کہ سالک کو نفسانی لذتوں سے جو حجب

ظلمانی ہیں نکل آنا ضروری ہے' اسی طرح حظوظ روحانی سے بھی جو حجب نورانی ہیں گذر جانا لازمی ہے۔

راقم الحروف کی رائے میں یہ ساری پیچیدگیاں ان اکابر کے ظاہری الفاظ کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں ورنہ حقیقت میں کوئی حجاب نہیں بلکہ یہاں کشف حجاب کا ایک واسطہ یا ذریعہ ہمیں مل جاتا ہے۔ اس کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اس قاعدہ عقلیہ پر غور کرو جو تمام عقلا کا مسلمہ ہے اور جس کو حضرت سید محمد جعفر مکی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ شاہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ نے اپنی کتاب بحر المعانی میں بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔ کسی چیز کو محض واسطہ کی حیثیت سے دوست رکھنا اصل کی محبت وعشق کے کمال میں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتا۔ دیکھو مجنوں کو لیلیٰ سے عشق تھا اور وہ لیلیٰ کی گلی کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا یہ دراصل کتے سے محبت نہ تھی بلکہ یہ عشق لیلیٰ کا محض واسطہ تھا۔ اسی طرح جب مجنوں لیلیٰ کے گھر گیا تو وہ اس گھر کا طواف کرنے لگا۔ لوگوں نے پوچھا۔ یہ تو کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا۔

وما حب الدیار تغفت قلبی
ولکن حب من سکن الدیار
اطوف علی جدار دیار لیلیٰ
واقبل ذی الجدار و ذالدیار

'کسی شہر کی محبت نے میرے دل میں گھر نہیں کر لیا ہے بلکہ اس کی محبت نے دل پر چوٹ لگائی ہے جو اس شہر میں رہتا ہے' میں لیلیٰ کے شہر کی دیوار کا طواف کرتا ہوں اور صاحب خانہ اور مالک شہر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں''۔ کسی اور عاشق کا قول ہے۔

ومن مذھبی حب الدیار واھلھا
وللناس فی ما یعشقون مذاھب

''میرے مذہب میں شہر اور اہل شہر کی محبت داخل ہے اور بات اصل یہ ہے کہ لوگ جس سے بھی عشق کرتے ہیں اس میں ان کے طریقے جدا ہوتے ہیں''۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''محبت اور علامات محبت'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک اور مثال پر غور کریں۔ اگر ایک عالم قلم کاغذ' سیاہی کو عزیز رکھتا ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ علم کا عاشق نہیں۔ محبوب لذاتہ تو صرف ایک ہی ہونا چاہئے لیکن دوسری ان چیزوں سے محبت جو محبوب سے متعلق ہیں محبوب کی محبت میں حائل نہیں ہوتی اور نہ اس محبت کے لئے نقصان رساں ہوتی ہیں۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے وہ ضرور محبوب کبریاء ﷺ کو عزیز و محبوب رکھتے گا اور اپنے شیخ سے بھی محبت کرے گا جو موصل الی المطلوب ہیں۔ اب غور کریں کہ کائنات میں جو چیز بھی پائی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل وصنع یا کاری گری ہے' جس چیز سے بھی تم محبت کرو گے' گویا یہ تم انہی کے فعل وصنع سے کرو گے۔ پس عشق وعاشق کے مقام کا کمال یہ ہے کہ ہر محبت اللہ تعالیٰ ہی سے محبت ہے' مجاز کا یہاں نام نہیں' جب عاشق فعل نہ صنع

معشوق کو دوست رکھتا ہے تو یہ دوستی و محبت غیر معشوق سے دوستی و محبت نہیں ہے' کیونکہ سب ہی ان کی مخلوقات ہیں اور انہی کے فعل و کاری گری کا نتیجہ ہیں۔ لہذا کسی شے کو واسطہ کی حیثیت سے عزیز رکھنا ''شرکت فی المحبت'' نہیں کہلائے گی اور محبوب حقیقی کی محبت کی راہ میں حجاب متصور نہ ہوگی۔

یہاں پر صاحب بحر المعانی فرماتے ہیں ''نیك فهم کنی که هیچ چیز جزاو نیست درهر چه باشی و باهر که باشی''

دریــــادِ روئــــے تســـت کـــوئتـــم ببـــوئــے گـــل

بـــاگـــل مـــراچــــه دو شیـــش هـــم ببـوئــے تســـت

اور راز سر بستہ کو فاش کرتے ہیں۔

مبـــاش احـــوال مســـمـــی جـــز یـــکـــے نیســـت

گـــرچـــه مـــاهـــمــــه اســمـــاء نهـــا دیـــم!

اب ذرا مجاز کے معنی پر غور کریں مجاز مظاہر حسیہ سے قلب کے تعلق کا نام ہے اور ان مظاہر حسیہ کے حسن سے محبت اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے' کیونکہ حسن اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت ہے اور قرآن حکیم میں اس عطا نعمت کا اس طرح اظہار کیا گیا ہے۔ هـو الـذی خـلـقـکـم ...وصـورکـم فاحسن صورکم ''وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔۔۔اور تمہارا نقشہ بنایا سو خوب نقشہ بنایا'' (پارہ ۲۸ رکوع ۱۸)۔ پس یہ آیت صورکم فاحسن صورکم سے اس معنی کا افادہ ہوتا ہے کہ حسن صورت ایک عظیم نعمت ہے جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور اظہار عطا کے عرف عام میں دو اطلاق ہوتے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ کوئی کمینہ خصلت شخص ایک چیز کسی کو دیتا ہے اور اپنے کمینہ پن کی وجہ سے ہر کس و ناکس کے سامنے بیان کرتا پھرتا ہے کہ میں نے یہ نعمت فلاں شخص کو عطا کی ہے اور اس پر تکبر و فخر کا اظہار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ کسی شخص کے پاس نفیس چیز ایک ہوتی ہے اور وہ اپنی عنایت خاص سے یہ چیز کسی کو عطا کرتا ہے اور اس عطا کا اظہار کرتا ہے۔ اس اظہار سے دو باتیں مفہوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس نفیس شے کو میں نے تجھے بخشا لیکن تو نے اس کی قدر نہ کی اور اس کو عزیز نہ رکھا' تجھے شرم آنی چاہئے کہ تو اس حرکت سے باز آئے اور میرے عطیہ کی قدر کرے اور معطی کا شکر ادا کرے۔ دوسری بات اس اظہار سے یہ سمجھ میں آتی ہے کہ یہ میرا عطیہ خاص تھا جو میں نے تجھے دیا دوسروں کو تو یہ خواب و خیال میں بھی میسر نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس نعمت کا ذکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوح انسان تمام دوسری مخلوقات سے یہ امتیاز رکھتا ہے کہ ہم نے اس کو حسن صورت سے نوازا' پس اس کو چاہئے کہ اپنے تمام افعال و حرکات میں اس فضیلت کا خیال رکھے اور کوئی فعل یا حرکت اس کے خلاف نہ کرے اور تمام نامناسب افعال سے

پرہیز کرے اور یہ حکمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ انسان اس حسن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرے اور اس کی خالقیت کی تصدیق کرے کہ اس نظر بازی سے تصدیق ایمانی متضرع ہوتی ہے کیونکہ مشاہدہ جمیلہ سے ہمارا یہ اعتقاد پختہ ہوتا ہے کہ اللہ جمیل ہے اور مشاہدہ جمال سے اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی اور اس محبت وولدادگی سے شکر عالی پیدا ہوتا ہے اور شکر سے نعمت ملتی ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم ''اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا'' (پارہ ۱۳ ارکوع ۱۴)۔

محبت وگرویدگی میں اضافہ ہوتا ہے جس جمیل سے بھی ربط ہوگا اس کے جمال کو جمیل مطلق ہی کے آثار میں سے ایک اثر سمجھا جائے گا اور اسی حسین مطلق کی تعظیم پر قلب مائل ہوگا جو اپنی تجلی اس صورت میں کر رہا ہے اور خود اس حسن مقید کی تعظیم شعائر اللہ کی تعظیم ہوگی۔ ومن یعظم شعآئر الله فانها من تقوی القلوب ''جو شخص خدا کی یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے تو اس کا یہ لحاظ رکھنا تقویٰ قلوب ہوتا ہے''۔ اس معنی میں ''صورتوں سے عشق خود مصور سے عشق'' قرار دیا جاتا ہے اور یہی صوفیاء کے نزدیک محقق ہے۔

چنانچہ بعض عارفین کا قول ہے ان محبة الله للخلق عابدة الیه حقیقة ''یعنی خلق کے ساتھ اللہ قادر وکریم کی محبت درحقیقت اسی کی طرف خود کرتی ہے'' لیکن نظر ظاہر میں خلق کی خلق کے ساتھ محبت معلوم ہوتی ہے اور اس تعلق کے مطابق خاص و عام سے اس کا ظہور ہوتا ہے یعنی محبت کے آثار و علامات ان کی استعداد کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ دراصل محبت' محبّ ومحبوب ایک ہیں' محبت صفاتیہ محبت ذاتیہ سے صادر ہوتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یحبهم ویحبونه یعنی ان سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے محبت نہ کی' پس ان کی اللہ تعالیٰ سے محبت اللہ تعالیٰ کی ان سے محبت کی وجہ سے ہوئی اور یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ازل سے ہے' بغیر کسی علت کے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پشت آدم سے نکالا اور ان کے قلوب پر اللہ تعالیٰ کی محبت مجلیٰ ہوئی اور ان کو اپنی طرف جذب کیا تو بعض کو اس کا علم ہوا اور بعض کو علم نہیں ہوا اب جس کسی نے یہ جانا اور مبداء اول کی محبت تک رسائی کی یعنی اس کے آثار اور اسماء وصفات کے مبادی پر متوقف نہیں ہوا وہ کامل ومکمل ہے۔ جیسا کہ ہمارے آقا نبی کریم ﷺ کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ مازاغ البصر وما طغی ''نگاہ تو نہ ہٹی نہ بڑی'' اور جو اس کو مرتبہ اسماء وصفات وافعال وآثار کی حد تک جانا اور وہیں متوقف ہو گیا وہ اس مرتبہ اولیٰ سے کم ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ ان دو مراتب کے سوا محبوبین کا مرتبہ ہے جو اپنا مقام اسم ظاہر وباطن کی تجلیات میں نہیں جانتے۔ یہ عارف کا مقام نہیں جو حق اور اس کے جمال کا مظاہر خلقیہ یعنی مخلوقات میں مشاہدہ کرتا ہے۔

التفاتم سوئے خوباں نیست بے وجہے تراب
در رخ ایشاں همی بینم تماشائے دگر!

شیخ اکبر قدس اللہ سرہ نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے عالم کونہایت استوار اور مظبوط پیدا کیا ہے جیسا کہ امام ابوحامد غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''امکان میں اس عالم سے زیادہ کوئی شے نادر نہیں'' اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور انسان مجموعۂ عالم ہے اور اللہ تعالیٰ کو عالم کا جو علم ہے وہ اپنے ذات ہی کا تو علم ہے' کیونکہ وجود اس کے اور اس کے فعل کے سوا کسی شے کا نہیں' پس ضروری ہے کہ آدم اس کی صورت پر ہو پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی عالم کے عین شائبہ پر کی تو یہ عین اس کا مجلی یا تجلی گاہ بن گیا' پس عالم جمال اللہ ہے اور اللہ اپنے ہی جمال کا محبّ ہے' اب جو عالم کو اس نظر سے محبوب رکھتا ہے وہ جمالِ حق اور اس کی صورت جمال ہی کو محبوب رکھتا ہے''۔

عالم تمام جلوہ گاہ دلبر من است
ہر جا کہ دل کشود نظرٗ او دو چار شد!

محقق قیصری نے نظم السلوک کی شرح کے مقدمے میں لکھا ہے۔ ''محبت جمیل کا جمال کی طرف میلان ہے جو مشاہدہ کی رہنمائی سے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے ''اللہ جمیل ہے اور جمال کو چاہتا ہے'' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شے اپنی جنس اور اصل کی طرف منجذب ہوتی ہے' پس جمال محبوب کی طرف محبّ کی کوشش اس جمال ہی کی وجہ سے ہوتی ہے جو محبوب میں پایا جاتا ہے اور جمال حقیقی اللہ تعالیٰ کی ایک ازلی صفت ہے بسبب اس مشاہدہ کے جو وہ اپنی ذات کا کرتا ہے جو اولاً مشاہدہ علیہ کے طور پر ہوتا ہے' اس لئے چاہا کہ اس کا خارج میں مشاہدہ کرے' پس اس نے عالم کو پیدا کیا جو ایک آئینہ کے مانند ہے جس میں اس نے اپنی آنکھ سے اپنے جمال کا مشاہدہ کیا اور محبوب کریم ﷺ کا یہ فرمان مبارک جو بطور حکایت قول الٰہی ہے ''میں ایک گنج مخفی تھا' میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں تو میں نے خلق کو پیدا کیا'' اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے پس جمالِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور عالم میں جو بھی جمیل ہے اسی کے جمال کا مظہر ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر جمیل و بصیر پیدا کیا ہے اس لئے جب انسان کسی جمیل کو دیکھتا ہے تو اس کی آنکھ کی پتلی اس طرف مائل ہوتی ہے اور اس کے قلب کی توجہ اسی طرف جذب ہوتی ہے' پس اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ عاشق ہے اسی طرح عالم بھی عاشق ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے وجود کسی کا نہیں''۔

ظاہر کہ باطن اول کہ آخر
اللہ اللہٗ اللہ اللہ!

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عشق ایک شے لطیف و امر لطیف ہے کوئی شے اس کی مانند نہیں اور اس کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ عشاق مطلق ہو جاتے ہیں اور اطلاق کا اقتضا یہ ہے کہ وہ کسی شے میں مقید نہیں ہوتے یعنی اسی پر توقف نہیں کرتے اور اسی وجہ سے عارفین کے ہاں عاشق عاصی یا گنہ گار نہیں سمجھا جاتا' مشائخ کرام سے کسی شیخ عارف کا قول ہے کہ یہ عشق کی کرامت ہے کہ عاشق ملامت کا مستوجب نہیں

ہوتا اور اس گناہ پر عذاب وعقوبت کا مستحق نہیں ہوتا' کیونکہ اس کا درد اضطراری ہوتا ہے اور اس کا جرم غیر اختیاری' وہ محلِ رحمت ہوتا ہے اور مظہر فضل ومغفرت۔

ہرکرا سوخت آتشِ عشقے
طالعش سعد وفال فیروز است
نالۂ عاشقانِ محنت کش
مشعلِ آتش گنہ سوز است

حق تو یہ ہے کہ بغیر عشق کے اس بات کا امکان نہیں کہ انسان کی رسائی حقیقت تک ہو۔ حقیقت مجاز پر موقوف ہے اور یہ بات تو بدیہات سے ہے کہ احکام الٰہی کی معرفت ارسال رسل کے بغیر ممکن نہیں تھی' ان ہی رسولوں کے توسط سے ہمیں ان احکام کا علم ہوا اور ہم دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے' دخولِ جنت کے قابل اور دوزخ سے خروج کے مستحق ہوئے۔ اسی طرح عشق مجازی ہی ہمیں عشقِ حقیقی تک رہنمائی کرتا ہے' حقیقت سے مانوس کرتا ہے' عشق مجازی کے بغیر عشق حقیقی تک رسائی نہایت دشوار ہے۔

یہاں ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ اولیاء اکثر صورہ جمیلہ کے عشق میں مبتلا ہوئے ہیں اور فرمایا ہے۔

ثقل فؤادك حيث شئت من الهوى
ما الحب الا للحبيب الاول

☆ شیخ اکبر قدس اللہ سرہ نے فتوحات کے باب ۱۷۷ میں لکھا ہے کہ شیخ روز بہان بقلی رحمتہ اللہ علیہ (حضرت شیخ روز بہان بقلی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ خضر علیہ السلام کے ہم صحبت تھے' شیراز ان کا وطن تھا' (۶۰) سال تک سوائے نماز جمعہ اور کفایت مہمات کی غرض کے گھر سے باہر نہیں نکلے) مکہ میں کسی عورت پر عاشق ہو گئے۔ حرم میں صوفیا کے یہاں گئے اور اپنا خرقہ اتار کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اس حال کے ختم ہونے پر اپنا خرقہ پہن لیا۔

عاشقان را شادمانی و غم اوست
مزدِ کار وا اجرتِ خدمت ہم اوست
غیر معشوق ار تماشائی بود
عشق نبود' ہرزہ سرائی بود

☆ شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ (آپ کی کنیت ابوالجنّاب ہے اور نام احمد بن عمر خیوتی اور لقب کبریٰ۔ آپ کو کبریٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ ایام جوانی میں جب آپ تحصیل علم میں مشغول تھے' جس سے مناظرہ مباحثہ کرتے غالب آتے۔ اس لئے آپ کا لقب ''طامتہ الکبریٰ'' رکھا گیا' جس کے معنی بڑی بلا کے ہیں۔ اس کے بعد طامتہ کا لفظ حذف ہو گیا اور کبریٰ رہ گیا' امام یافعی کی تاریخ میں آپ کے لقب کی یہی وجہ بتائی گئی ہے۔ آپ کو ''شیخ ولی تراش'' بھی کہتے تھے' اس لئے کہ وجد کی حالت میں

جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی وہ درجہ ولایت تک پہنچ جاتا' کہتے ہیں کہ ایک سوداگر آپ کی خانقاہ میں آیا۔ اس وقت شیخ کی حالت بہت قوی تھی' آپ کی نظر اس پر جا پڑی' اسی وقت وہ مرتبہ ولایت تک پہنچ گیا' آپ نے اس کو اجازت ارشاد عطا کی اور فرمایا کہ اپنے ملک کو واپس ہو کر خلق کو خدا کی طرف بلائے۔ ایک دن شیخ اپنے مریدوں میں تشریف فرما تھے کہ ایک باز نے ایک مولے کا پیچھا کیا' اتفاقاً آپ کی نگاہ مولہ پر پڑ گئی تو مولہ پلٹ پڑا اور باز کو پکڑ کر آپ کے سامنے لایا' ایک روز آپ خانقاہ کے دروازے پر کھڑے تھے کہ ایک کتا آپ کے سامنے آ گیا اور اپنی دم ہلانے لگا آپ کی نظر اس پر پڑ گئی' کتا متحیر و بے خود ہو گیا اور قبرستان کی راہ لی اور زمین پر سر ملتا تھا' وہ جدھر جاتا شہر کے سارے کتے اس کے اطراف جمع ہو جاتے' ہاتھ پر ہاتھ رکھ لیتے اور آواز سے نہ بولتے' کچھ دن بعد وہ کتا مر گیا' شیخ نے اس کو دفن کر دیا۔ مولانا روم نے فرمایا تھا۔

یک نظر فرما کہ مستغنی شوم زابنائے جنس
سگ کہ شد منظور نجم الدیں سگاں را سگ است

آپ طریقت و تصوف میں یگانہ و بے نظیر ہیں اور آپ کے خوارق و کرامات تمام عالم میں مشہور ہیں' آپ کی نسبت ارادت دو طرف تھی۔ ایک شیخ عمار یاسر سے اور دوسری شیخ اسمٰعیل فصری سے شیخ روز بہان سے بھی آپ نے فیض حاصل کیا ہے' آپ کی شہادت تاتاریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ۶۱۸ میں واقع ہوئی) نے اپنے حالات میں لکھا ہے۔ عشقت جارية بقرية علی ساحل نيل بمصر فبقيت اياما لآكل ولا اشرب الا ماشاء الله حتی كثرت نار العشق' فكنت اتنفس تيراناً فكلها تنفست هم نا راينشی من السماء بهذاء نفسی نار فيلتقی نارانمابينی وبين السماء فماكنت ادری من اين يلتقيان فعلمت ان ذالك شاهدی فی السماء ''ملک مصر میں دریائے نیل کے کنارے ایک گاؤں ہے وہاں میں ایک عورت پر عاشق ہو گیا بہت دونوں تک یہی حالت رہی' کھانا پینا چھوٹ گیا' آتش عشق نے یہاں تک غلبہ کیا کہ میری سانس سے آگ نکلنے لگی' جب میری سانس سے آگ نکلتی تو آسمان سے بھی ایک آگ میری سانس کے بالمقابل نکلتی اور یہ دونوں میرے اور آسمان کے درمیان مل جاتی' میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ دونوں کہاں سے مل جاتی ہیں' پس میں نے جان لیا کہ یہ میرا معشوق ہے آسمان میں''۔

☆ شیخ فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

قبلۂ عاشقانِ وجہ اللہ
نجم دیں آں زسر عشق آگاہ
گفت در قریۂ بساحلِ نیل
شد دو چارم زنے بوجہ جمیل

تیر عشقش بسینه ام جا کرد
ظاهر و باطنم شده همه درد
روز ها د رسوائے آن خود کام
منقطع بودم از شراب وطعام
آتش عشق تازیانه کشید
شعلۂ آه من بچرخ رسید
نفسم بود آتشے محبوس
که کند هفت دوزخش پابوس
آتشے کز دلم کشیدے سر
التفاتش سدے بنار دگر
بودے آن آتش دگر بفلك
که کند نقش ماسوی راجك
نیست برحال ایں چنیں کامل
وجه انکارِ ناقص و جاهل!

سچ کہا ہے کسی عارف نے۔

هر دل که بسوئے دلبرے مائل نیست
او راز حیات بهره حاصل نیست
رندے که خبر ز سر هستی دارد
هرگز نفسے زعاشقی غافل نیست

کسی اور عاشق کا بیان ہے۔

تامن زلب لعل تو زوقے دارم
پیوسته بدل آتش شوقے دارم
تازلف تو حلقه حلقه ظاهر شده است
درگردن جان خویش طوقے دارم

انہی شیخ نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ''ایک بار عرب کے کسی شہر میں میں کسی پر عاشق ہو گیا' میں نے اس پر اپنی ہمت مسلط کر دی اس کو میں نے پکڑا اور اپنی ذات سے باندھ دیا' اور اپنے سوا ہر کسی سے منع کر دیا لیکن اس کے چند نگہبان تھے اس لئے وہ صاف صاف گفتگو نہ کر سکتا تھا' زبان حال سے اس نے گفتگو کی' میں اس کو سمجھتا تھا اور اس سے اسی طرح گفتگو کرتا تھا اور وہ اس کو سمجھتا' کام انتہا کو پہنچا

یہاں تک کہ میں وہ ہو گیا اور وہ میں ہو گیا اور عشق محض صفائی روح تک پہنچ گیا' ایک دن اس کی روح پر پراگندہ حال میرے پاس آئی اور کہنے لگی' اے شیخ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں' تو نے مجھے قتل ہی کر ڈالا' پس میری فریاد کو پہنچ' میں نے پوچھا تو کیا چاہتی ہے؟ کہا مجھے اجازت دے کہ میں قدم چوموں' میں نے اجازت دی اس نے میرے قدم چومے اور اپنا منہ اٹھایا' میں نے اس کو بوسہ دیا یہاں تک کہ اس کو راحت واطمینان ہوا اور اس نے میرے قلب سے معانقہ کیا''۔

تا من رہ عشق دیدم وارہ رواں
باشد دل و جان من وراں راہ رواں
خواہم لب خشك چشم تر در رہ عشق
زانزو کہ بود نشانۂ راہ رواں

☆ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ عشق اس طرح نظم کیا ہے۔

اے زعشاق گرم بازارت
عالمے یہ زمن خریدارت
من کیم تاز نم ز عشق تو لاف
نیست بادعوے ایں سخن بگزاف
یکے از عاشقان جمال ترا
بود نجم اکابر کبرا
آں معین شریعت احمد ﷺ
آں قرین دل و قریب احد
بوداو برج انجم اخیار
آفتاب معانی و اسرار
آنقدر کہ سالکان رہ بردند
اقتباسِ کمال از و کردند
بر بود از مقام آزاد می
دل او حسنِ مجدِ بغدادی
بر بودش بتے چنان مقبل
ناگہاں از مقام عالی دل
حسن زیباش خیل عشق آورد
صبر و آرام او بغارت برد

گفت یاران بر من آریدش
هست جاں سوئے او تن آریدش
زو بپرسید تا چه دار و دوست
داں چه باشد که دوست عاشق اوست
درویش' چوں ازو پرسید ندا
میل شطرنج باختن و بدند
شیخ شطرنج خواست وقت گزید
با حریف ظریف می بازید
چونکه مغلوب کرد خیلش را
همی گی جذب کرد میلش را
حب شطرنج ازدلش بربود
بازی حند بس نکوش نمود
چند روزے نجولتش بنشاند
کاندراں لوح سر عشق بخواهر
چوں ز ذوق صفاش بیهش کرد
همه در عشق او فراهیش کرد
هست عشق آتشے که شعلۂ آں
سوزد از دل حجاب هر حدثاں
چوں بسوزد هواے پیچا پیچ
او بماند' جزاد نماند هیچ!
عشق واد صاف کرد گار یکیست
عاشق و عشق و حسن یار یکیست

نضحات الانس میں شیخ فخر الدین عراقی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے۔ معین الدین پروانہ جو روم کے امراء میں سے تھا' شیخ عراقی رحمتہ اللہ علیہ کا معتقد و مرید تھا' شیخ کے لئے خانقاہ بنائی اور ہر روز ان کی خدمت مین حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن خدمت میں حاضر ہوا اور ساتھ نذرانہ کے لئے رقم لیتا آیا اور نہایت عاجزی سے عرض کی' شیخ ہم سے کوئی خدمت کیوں نہیں لیتے اور ہماری طرف التفات کیوں نہیں فرماتے؟ شیخ نے ہنس کر فرمایا' اے امیر! تم ہمیں نذرانہ دے کر فریفتہ نہیں کر سکتے' اپنے کسی آدمی کو بھیجو اور حسن قوال کو ہمارے ہاں پہنچاؤ۔ یہ حسن قوال جمال دلپذیر اور حسن بے نظیر رکھتا تھا' بہت لوگ اس کے عشق

میں گرفتار تھے' جب امیر نے شیخ کی یہ تمنا دیکھی تو کسی شخص کو اس کے بلانے کے لئے بھیجا۔ عاشقوں کے شوروغوغا اور ان کی مزاحمت دور ہونے کے بعد حسن کو شیخ کی خدمت میں پہنچایا گیا۔ شیخ نے امیر اور دوسرے اکابر کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ جب اس سے قریب ہوئے تو اس کو سلام کیا اور بغل گیر ہوئے' پھر شربت منگوایا اور اس کو اور اس کے دوستوں کو اپنے ہاتھ سے پلوایا۔ اس کے بعد آپ اس کے ساتھ خانقاہ تشریف لے گئے' مجلس جمی سماع ہوا' شیخ نے اس وقت غزلیں کہیں' ان میں سے ایک غزل یہ بھی تھی۔

ساز طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است
کز زخمۂ اونۂ فلك اندرنگ و تاز است (الخ)

اس کے بعد حسن قوال نے اجازت مانگی اور اپنے مضراب مقام کو واپس ہوا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر معین الدین میدان کی طرف جا رہا تھا' دیکھا کہ حضرت شیخ بلا ہاتھ میں لئے لڑکوں کے درمیان کھڑے ہیں' امیر نے شیخ سے پوچھا ہم کس طرف ہوں گے؟ شیخ نے کہا اس طرف اور اشارہ راستے کی طرف کیا' امیر وہاں سے چل دیا۔

جب امیر معین الدین رحمتہ اللہ علیہ نے وفات پائی تو شیخ روم سے مصر کی طرف روانہ ہو گئے' ان کی ملاقات سلطان مصری سے ہوئی جو ان کا مرید ہو گیا اور ان کو مصر کے شیخ الشیوخ کے عہدہ پر فائز کیا' لیکن اس کے باوجود آپ بے تکلف بازاروں میں پھرتے تھے۔ ایک روز موچیوں کے بازار سے گزرے' وہاں آپ کی نظر ایک موچی کے لڑکے پر پڑی اور اس پر عاشق ہو گئے' اس کے سامنے جا کر سلام کیا اور موچی سے پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے؟ اس نے کہا میرا لڑکا ہے۔ شیخ نے لڑکے کے لبوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کیا یہ ظلم نہیں کہ ایسے لب اور دانت گدھے کے چمڑے سے لگیں؟ موچی نے عرض کیا' ہم غریب لوگ ہیں اور یہ ہمارا پیشہ ہے۔ اگر ہم گدھے کے چمڑوں کو دانتوں سے نہ پکڑیں تو ہمیں روزی کہاں سے ملے گی؟ شیخ نے پوچھا یہ لڑکا ہر روز کس قدر کام کرتا ہے؟ کہا ہر روز چار درہم کماتا ہے۔ شیخ نے فرمایا میں ہر روز آٹھ درہم دوں گا اس سے کام نہ لیا جائے۔ شیخ ہر روز وہاں جاتے اور اپنے مریدوں کے ساتھ موچی کی دکان پر بیٹھتے اور فراغت خاطر کے ساتھ اس لڑکے کو دیکھتے اور شعر پڑھتے اور روتے۔ مخالفین نے یہ خبر سلطان تک پہنچادی۔ اس نے ان سے پوچھا کیا شیخ اس لڑکے کو رات یا دن اپنے ساتھ لے جاتے ہیں؟ کہا نہیں پھر پوچھا کہا دکان میں کبھی اس کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں؟ کہا نہیں۔ اس نے قلم دوات منگوائی اور حکم دیا کہ شیخ کے وظیفہ میں روزانہ مزید پانچ دینار کا اضافہ کیا جائے۔ دوسرے دن جب شیخ کی سلطان سے ملاقات ہوئی تو سلطان نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ شیخ کی نگاہ موچی کے لڑکے پر پڑی ہے اور میں نے خرچ کے لئے تھوڑی سی رقم زیادہ کر دی ہے' اگر شیخ چاہیں تو اس لڑکے کو خانقاہ میں لے جا سکتے ہیں۔ شیخ نے جواب دیا۔ ہمیں اس کا فرمانبردار رہنا چاہیئے اس پر حکم نہیں چلایا جا سکتا۔

چند روز بعد شیخ نے مصر سے شام کا ارادہ کیا۔ سلطان مصر نے شام کے ملک الامراء کو لکھا کہ وہ تمام

علماء ومشائخین اورارکان دولت کے ساتھ شیخ کا استقبال کریں۔ چنانچہ شیخ کا اسی شان سے استقبال کیا گیا ملک الامراء کا ایک لڑکا نہایت حسین تھا۔ شیخ کی نظر جب اس پر پڑی تو بے اختیار اس کے قدموں پر سر رکھ دیا' لڑکے نے بھی اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھ دیا اور ملک الامراء نے بھی اپنے لڑکے کے ساتھ موافقت کی (نفحات الانس)۔

اسی کتاب میں شیخ احدالدین کرمانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے حالات میں لکھا ہے۔ جب آپ سماع میں گرم ہوتے تو امردوں کے پیراہن چاک کر دیتے اور اپنا سینہ ان کے سینہ پر رکھ دیتے۔ جب آپ بغداد پہنچے تو خلیفہ وقت کا لڑکا جو نہایت حسین وجمیل تھا آپ کے متعلق یہ خبر سن کر کہا کہ یہ شخص بدعتی ہے یا کافر اگر میری مجلس میں یہ حرکت کرے تو میں اس کا قصہ ہی ختم کر دوں' سماع کی ایک محفل میں یہ لڑکا بھی موجود تھا شیخ نے اپنے کشف سے اس کا یہ خطرہ معلوم کرلیا اور اس سے مخاطب ہو کر یہ رباعی پڑھی ۔

سہل است مرا بر سر خنجر بدن
در پائے مراد دوست بے سر بودن
تو آمدۂ کہ کافرے را بکشی
غازی چو توی' رواست کافر بودن

خلیفہ کے لڑکے نے اپنا سر شیخ کے پاؤں پر رکھ دیا اور آپ کا مرید ہو گیا۔ مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ اس واقعہ کو نقل کر کے تبصرہ فرماتے ہیں کہ اہل توحید کے نزدیک کامل ومکمل وہ فرد ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا جمال مطلق مظاہر حسّی میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے لیکن وہ کسی صورت جمیل میں مقید نہیں ہو جاتا۔ کسی خاص صورت سے تعلق ومیلان کا ہونا فتنہ' حرمان' آفت' رسوائی کے دروازوں کے کھلنے کا باعث ہوتا ہے۔ اکابر جو مظاہر صوری حسّی کے جمال کے مشاہدہ میں مشغول رہے ہیں ان کے متعلق ہمیں یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ یہاں اللہ کے جمال مطلق ہی کا مشاہدہ کیا کرتے تھے۔

مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا۔ اوحدالدین شاہد پرست ہیں' لیکن پاکباز ہیں' مولانا نے فرمایا ''کاش کردے وگزشتے''، یعنی عشق مجازی سے عشق حقیقی تک پہنچ جائے۔ شیخ کرمانی کی یہ رباعی ان کے سلوک کی وضاحت کرتی ہے۔

زاں می نگرم بچشم سر در صورت
زیرا کہ ز معنی است اثر در صورت
ایں عالم صورتست و ما در صوریم
معنی نتواں دید مگر در صورت

یعنی صفت جمالِ الٰہی کی تجلی صورت ہی میں ہوتی ہے اس لئے صورت یا نقش پر نظر ضروری ہے جیسے کسی عارف نے کہا تھا۔

معنی و بخویش آشکار است
در پردہ صورت میں نظار است
چوں مطلع حسن هست صورت
هر بت بکنم نظر ضرورت

☆ جامی سامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عشق کی کچھ وارداتوں کا ذکر اپنی کتاب بہارستان جامی میں کیا ہے۔اس قسم کے قصے اور حکایتیں بے شمار ہیں' ان کے مطالعہ کا جس کسی کو شوق ہو وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔

☆ شاہ تراب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ان اکابر کے قلوب میں منشاء محبت جذبہ باطنی' فیض رحمانی ہوا کرتا تھا نہ کہ وسوسۂ حظوظ نفسانی اور ان کا مقصود دردِ محبت کا حصول تھا نہ کہ خوش دلی و راحت کا خیال۔

غرضِ عشق توام جاشنئ درد و غم است
ورنه زیر فلك اسباب تنعم چه کم است

جولوگ نفس وہوا کے قیدی ہیں اور مقتضیات قوای شہوانی سے اپنے دل کا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور حظ نفسانی' کا نام ''فیض روحانی'' رکھتے ہیں وہ قطعاً مذہب عشق و عاشقی سے باہر ہیں۔

عشق ار نه کمال نفس آدم بودے
آوازۂ عشق از جهاں گم بودے
قومے کے نیامدظ در عشق تمام
کے شاید شاں در هرم عشق مقام

اور اس عشق کی علامت' سوختن و گداختن و از حظوظ نفس پرواختن ہے یعنی سوز و گداز اور نفس کی لذتوں سے دستکش ہوتا ہے۔اس مفہوم کو شاعر نے اپنی زبان میں کیا خوب ادا کیا ہے۔

معشوقه که شد زکا مها عاشق من
گفتا که نهٔ بعاشقی لائق سن!
وصل است زمن کام تو آرے هستی
تو عاشق کام خویش نے عاشق من!

محبت تو وہ ہے جو تمام چیزوں سے قطع تعلق کر لے اور اس کی خواہش سرتاپا محبوب کی خواہش بن جائے۔جامی رحمۃ اللہ علیہ کی رباعی جو اس مفہوم کو نہایت خوبی سے ادا کرتی ہے اس سے قبل بھی ہم نے پیش کی ہے۔

باعشق توام هوا نمانده است وهوس

بـا آتـش سـوزنـده چسـاں مـانـد خـس!
خـواهـد زتـو مـقـصـود دل خـود همـه کـس
جـامـی از تـو همیـں تـرا خـواهـد و بـس!

اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ ایسی محبت کا محرک جاذبہ سرّ ازلی ہوتا ہے اور اس شوق کا رشتہ محبوب لم یزل کی جانب ہی سے ہوتا ہے۔ اگر عالم ظاہری میں یہ عشق ومحبت صور جمیلۂ امکانی سے متعلق ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے محبّ میں کوئی عارضۂ عیب پیدا نہیں ہوتا تو یہ ہزاروں ریاضتوں اور مجاہدوں سے بہتر ہوتا ہے' کیونکہ فنا لوازم عشق سے ہے' خواہ یہ حق کے ساتھ ہو یا باطل کے ساتھ' عشق محبت مفرط ہے اور قلب کو ایک شے پر جمع کر دیتا ہے اور آدمی کی خصوصیات میں یہ خصوصیت نہایت قوی ہوتی ہے کہ جس چیز کی طرف وہ اپنی پوری توجہ سے متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنی ساری ہمت اد پر مرکوز کر دیتا ہے' اسی کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ اسی لئے طریق عشق وراہ محبت کو' گو وہ امور دنیویۂ فانیہ ہی کے لئے کیوں نہ ہو مستحسن سمجھا گیا ہے بشرطیکہ اسی کا ہو کر نہ رہ جائے بلکہ اس سے گزر جائے' جیسا کہ عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ نے کسی موقع پر کہا تھا'' کاش کہ کروے وگزشتے''۔

سالک کے لئے جیسا کہ ہم نے اوپر وضاحت کی ہے حب عشقی اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی تحصیل کا نہایت قوی سبب ہے۔ اس لئے تو کہا گیا ہے۔ لا شیخ ابلغ من العشق یعنی عشق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچانے والا کوئی شیخ کامل نہیں ہوسکتا۔

گـفتـم طیـب راکـه مـرا داروئـے فـرسـت
بـاشـد کـزاں طـریـق بـدرمـاں تـواں رسیـد
گـفتـا طیـب' دردِ دل عـاشـقـاں خـداسـت
خـاصـه ولیك از غـم جـانـاں بـجـاں رسیـد!

ان حقائق ورقائق کو پیش نظر رکھ کر عاشق کی اس غزل کو پڑھیں اور لطف اندوز ہوں۔

حسـن تـوور حسـن خـوبـاں دیـده ام
ایـں حـدیـث از مـصـطـفـۓ بشـنیـده ام
کـل جـمیـل مـن جـمـال الـلـه' گـفـت
ایـں چـنیـں رمـزاز کسـی تشـنیـده ام
عـاشـقـاں بـرحسـن خـوبـاں عـاشـقـنـد
زاں سبـب مـن حسـن رابـگـزیـده ام
دیـدهٔ اسـودتـا بـدیـدم مـن بـعیـن
مـی نـه بیـنـی گشـت روشـن دیـده ام

دیــــده دیــــده ام تـــوی اے نـــور چشـــم
در تـــو دیـــدم نـــور حـــق پـــوشیـــده ام
آشـــنـــاکشتـــم چـــوبـــا مهبـــوب خـــویـــش
از هـــمـــه خـــویشـــان خـــود بـــه بـــریـــده ام
جـــرعـــهٔ ازدســـت خـــود داد آں نـــگـــار
چـــوں شـــکـــر چـــوں شهـــد خـــوش نـــوشیـــده ام
گـــرد کـــعبـــه چـــوں طـــواف حـــاجیـــاں
ســـالهـــا بـــرگـــردا وگـــر دیـــده ام
شیـــخ عـــاشـــق گـــفـــت از عیـــن الیـــقیـــن
حســـن تـــو در حســـنِ خـــوبـــاں دیـــده ام

﴿ عشق حقیقی کا مقام ﴾

امت مرحومہ اور تمام ادیان وملل اس امر پر متفق ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے محبت فرض ہے' باوجود اس اقرار کے بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ محبت الٰہی کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اطاعت پر مواظبت کی جائے اور بندہ اس پر توفیق پائے۔ محبت میں تو جنسیت ومثلیت ضروری ہے تا کہ ایک کا دوسرے کی طرف میل ہو۔ جیسا کہ مشہور ومسلم ہے۔ الجلس الی الجنس یمیل فانی کو باقی کے ساتھ جنسیت میں اشتراک کیسے ہوسکتا ہے؟

کے بود سیمرغ را پر دائے من
بس بود فردوس اعلی جائے من
در وصال او چو نتوانم رسید
بر محل ایں راہ نتوا نم برید

اس کا جواب تو عام طور پر یہی دیا جاتا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی محبت فرض ہے' اور جس چیز کا وجود ہی نہ ہو وہ فرض کیسے قرار دی جاسکتی ہے؟ اور محبت کی تاویل اطاعت سے کیسے کی جاسکتی ہے کہ اطاعت تو محبت کی تابع ہوتی اور اس کا ثمرہ ہوتی ہے' پہلے محبت کا وجود ہو تو پھر محبوب کی اطاعت ہو' اسی لئے تو رابعہ عدویہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

لوکان حبك صادقا لا طعته
ان المحب لمن یحب مطیع

''اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تُو اس کی ضرور اطاعت کرتا کیونکہ محبّ اپنے محبوب کی اطاعت کیا کرتا ہے''۔ اور یہی اختلاف مسئلہ عشق میں بھی پایا جاتا ہے' جو محبت کو جائز نہیں سمجھتے۔ وہ عشق کو بھی جائز نہیں سمجھتے کیونکہ عشق فرط محبت کا نام ہے اور جو محبت کو جائز سمجھتے ہیں وہ عشق کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور وہی خاصانِ حق ہیں۔

جنسیت کے مشترک نہ ہونے کی وجہ سے محبت الٰہی کا جو انکار کرتے ہیں ان کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی محبت کی سعادت عطا فرماتے ہیں تو پہلے اس کو اپنی صفات میں سے بعض صفات سے موصوف کرتے ہیں اور پھر اپنا انس دیتے ہیں۔ اس طرح جنسیت صفائی پیدا ہوتی ہے چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت یحبنم ویحبونہ ' جنسیت صفائی پر دلالت کرتی ہے۔ بہر حال قرآن حکیم اس محبت کا اثبات کرتا ہے اور صاف طور پر اس کا اعلان کرتا ہے کہ یحبنھم ویحبونہ'' اللہ تعالیٰ ان

سے محبت کرتے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں'' (پارہ ۱۰ رکوع ۱۲)۔ والذین امنوا آشد حب اللہ ''جو مومن ہیں ان کو اللہ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے'' (پارہ ۲ رکوع ۴)۔ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت کا وجود اور اس میں تفاوت بھی ہوتی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ''اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگیں گے'' (پارہ ۳ رکوع ۱۲)۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور وہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ ان الذین امنو وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا'' یعنی ان سے محبت کرے گا' ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کر دے گا۔ قل ان کان ابائوکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال و اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونہا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفاسقین ''آپ فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بی بیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتے''۔

یہ گویا ایک تہدید ہے' مسلمانوں کو اللہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی محبت پر ابھارا گیا ہے۔ قرآن کریم کی ان صاف صریح آیات سے اب اس امر میں شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں اور ہر بندے کو ان سے محبت فرض ہے۔

اب ذرا اللہ تعالیٰ کے اس نام کے معنی پر غور کریں جو اسلام نے علم کے طور پر مقرر کیا ہے وہ لفظ اللہ ہے۔ اللہ کا لفظ اصل میں کسی مادہ سے ماخوذ ہے' اس میں اہل لغت کا یقیناً اختلاف ہے' مگر ایک گروہ کثیر کا خیال ہے کہ یہ ولاہ سے نکلا ہے' ولاہ اور ولہ کے اصل معنے عربی میں اس غم محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی سے بعد کو مطلق عشق و محبت کے معنی پیدا ہو گئے اور اسی سے ہماری زبان میں لفظ والہ (شیدا) مستعمل ہے۔ اسی لئے ''اللہ'' کے معنی ''محبوب اور پیارے'' کے ہیں' جس کے عشق و محبت میں نہ صرف انسان بلکہ کائنات کے دل سرگرداں متحیر اور پریشان ہیں' حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قرآن مجید کی آیتوں کے ترجمے اکثر ہندی میں فرمایا کرتے تھے' اللہ کا ترجمہ ہندی میں ''من موہن'' یعنی دلوں کا محبوب کیا کرتے تھے۔

قرآن مجید کھولنے کے ساتھ ہی اللہ کریم کی جن صفتوں پر سب سے پہلے نگاہ پڑتی ہے وہ رحمٰن و رحیم

ہیں' ان دولفظوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں' یعنی رحم والا' مہربان' لطف وکرم والا' پھر یہی اوصاف بسم اللہ الرحمن الرحیم (محبوب' مہربان رحم والا) قرآن مجید کے ہر سورہ کے آغاز میں پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ہر نماز میں کئی کئی دفعہ ان کی تکرار ہوتی ہے۔ لفظ اللہ کے بعد اسلام کی زبان میں اللہ کریم کا دوسرا اعلم بھی لفظ رحمٰن ہے جو رحم وکرم اور لطف ومہر کے معنی میں صفت مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قل ادعوا اللہ اوادعوالرحمن ایاما تدعوا فله الاسمآء الحسنی ''اس کو محبوب کہو یا مہربان کہو جو کہہ کر اس کو پکارو اس کے سب ہی نام اچھے ہیں''۔ قرآن مجید نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی صد ہا بار کی تکرار کو چھوڑ کر ۵۳ موقعوں پر اللہ قادر وکریم کو اس نام سے پکارا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے بیسیوں اوصافی نام ہیں' احادیث میں ننانوے گنوائے گئے ہیں۔ ان ناموں میں اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے جلالی و جمالی اوصاف آ گئے ہیں' لیکن استقصا کرو تو معلوم ہو گا کہ ان میں بڑی تعداد انہی ناموں کی ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم' مہر ومحبت کا اظہار ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام یا ایک وصف الودود آیا ہے جس کے معنی ''محبوب' پیارے اور بہت محبت کرنے والا'' کے ہیں کہ وہ سرتاپا مہر ومحبت اور عشق و پیار ہے۔ اس کے سوا ایک اور نام الولی ہے جس کے لفظی معنی ''یار اور دوست'' کے ہیں۔ اللہ کریم کا ایک اور نام قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے وہ الرئوف ہے۔ رؤف کا لفظ رافت سے نکلا ہے اور رافت کے معنی اس محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کریم کے لئے قرآن کریم میں ایک اور نام حنان آیا ہے جو حنّ سے مشتق ہے۔ یہ الفاظ ان مجازی ومستعار معانی کو ظاہر کرتے ہیں' جو اسلام نے خالق ومخلوق اور عبد ومعبود کے ربط وتعلق کے اظہار کے لئے اختیار کئے ہیں۔ دیکھو وہ ان رشتوں کا نام نہیں لیتا لیکن ان رشتوں کے درمیان محبت و پیار کے جو خاص جذبات ہیں ان کو اللہ کریم کے لئے بے تکلف استعمال کرتا ہے' اس طرح مادیت و جسمانیت کا تخیل آئے بغیر وہ ان روحانی معانی کی تلقین کر رہا ہے۔

ان کے علاوہ قرآن مجید و احادیث میں اللہ تعالیٰ کی جو اسماء وصفات مذکور ہیں ان کو بھی اس موقع پر پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اس کا نام غفار ''بخشش کرنے والا'' غفور ''بخشنے والا'' سلام ''امن وسلامتی والا'' کہ وہ سرتاپا اپنے بے پناہ بندوں کے لئے امن وسلامتی ہے۔ پھر وہ مؤمن ''امن دینے والا'' العدل ''سرتاپا انصاف'' ہے۔ العفو ''معاف کرنے والا'' ہے۔ الوھاب ''سب کچھ عطا کرنے والا'' الحلیم ''بردبار'' الصبور ''بندوں کی گستاخی پر صبر کرنے والا'' التواب ''بندوں کے حال پر رجوع کرنے والا'' البر ''نیک اور مجسم خیر'' اور المقسط ''منصف اور عادل''۔ محترم قارئین کرام! ہر لفظ پر ذرا غور فرمائیں کہ ان تمام ناموں سے اللہ کریم کی محبت کا ہر گوشہ نمایاں ہو رہا ہے۔

اب قرآن حکیم بتلاتا ہے کہ طبقاتِ انسانی میں متعدد ایسے گروہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی دولت ملی ہے۔ ان اللہ یحب المحسنین ''اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پیار کرتا ہے'' (پارہ ۲ رکوع ۸)۔

ان اللہ یحب التوابین ''اللہ کریم توبہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے'' (پارہ ۳ رکوع ۱۲)۔ ویحب المتطھرین ''اور پاک صاف لوگوں کو پیار کرتا ہے'' (پارہ ۳ رکوع ۱۲)۔ ان اللہ یحب المتوکلین ''اللہ کریم توکل کرنے والوں کو پیار کرتا ہے'' (پارہ ۶ رکوع ۱۰)۔ ان اللہ یحب المتقین ''اللہ کریم پرہیزگاروں کو پیار کرتا ہے'' (پارہ ۳ رکوع ۱۶)۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ ''اللہ تعالیٰ ان کو پیار کرتا ہے جو اس کے راستے میں لڑتے ہیں'' (پارہ ۲۸ رکوع ۹)۔ واللہ یحب الصبرین ''اللہ کریم صبر کرنے والوں کو پیار کرتا ہے'' (پارہ ۴ رکوع ۶)۔

دیکھیں محبت کا جو جذبہ بڑے کو چھوٹے کے ساتھ احسان، نیکی، درگزر، عفو و بخشش پر آمادہ کرتا ہے، اس کا نام رحم اور رحمت ہے، اب اللہ تعالیٰ تمام تر رحم ہیں، ان کی رحمت کے فیض سے کائنات کا ذرہ ذرہ سیراب ہو رہا ہے، ان کا نام رحمٰن و رحیم ہے، جو کچھ یہاں ہے وہ سب ان کی رحمت کا ظہور ہے وہ نہ ہو تو کچھ نہ ہو، اسی لئے ان کی رحمت سے ناامیدی جرم ہے اور مایوسی گناہ ہے اور گنہگار کو وہ نوازنے کے لئے ہمہ وقت آمادہ و تیار ہیں۔ گنہگاروں اور مجرموں کو وہ یاعبادی ''اے میرے بندے'' کہہ کر تسلی کا یہ پیام بھیجتے ہیں۔ قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھوا الغفور الرحیم ''آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، یقیناً اللہ قادر و کریم تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے'' (پارہ ۲۴ رکوع ۳)۔

فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت سناتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ولا تکن من القانطین ''ناامیدوں میں سے نہ ہو'' (پارہ ۱۴ رکوع ۴)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اوپر رحمت کی پابندی خود عائد کرلی ہے اور اپنے اوپر اس کو فرض گردان لیا ہے۔ کتب علی نفسہ الرحمۃ ''اللہ تعالیٰ نے از خود اپنے اوپر مہربانی کرنے کو لازم کرلیا ہے'' (پارہ ۷ رکوع ۸)۔ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق اس وسیع عرصۂ کائنات کا کوئی ذرہ اس سایۂ رحمت سے محروم نہیں۔ ورحمتی وسعت کل شئی ''اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں'' (پارہ ۹ رکوع ۹)۔

حضرت یحییٰ نمیری کے اس نکتہ پر بھی غور فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے گناہگاروں سے خطاب فرمایا ہے۔ یاایھاالذین اسرفو ''اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں'' یہ نہیں فرمایا یاایھاالذین اطاعواہ ''جنہوں نے اطاعت کی ہے'' یا یہ نہیں کہا یاایھاالذین تابوہ ''جنہوں نے توبہ کی'' یا یہ نہیں کہا یاایھاالذین اتقوا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے'' بلکہ فرمایا یاایھاالذین اسرفواہ اس خطاب ہی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت و محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں، اسی بشارت سے مست ہو کر مستی کے عالم میں کسی نے کہا ہے۔

چوں مژدہ فرست است وعدۂ حضرتِ دوست

از کـــوده گـــنـــاه مـــن چـــه بـــاك اســـت مـــرا!

قرآن مجید سے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت اور رحمت کا یہ حال معلوم کرنے کے بعد اب احادیث محبوب کریم ﷺ کی طرف توجہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہاں بھی محبت الٰہی کا شرط ایمان قرار دیا گیا ہے۔یعنی جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہو وہ ایمان سے خالی ہوتا ہے' دوسرے الفاظ میں ایمان کی اصل حب الٰہی ہے۔ابورزین العقیلی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ماالایمان؟ قال ان یکون اللـه ورسولـه احـب الیك مـمـا سـواهـمـا ''یعنی ایمان کیا چیز ہے؟ فرمایا' اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا تیرے نزدیک ماسوا سے زیادہ محبوب ہو جانا ایمان ہے''۔ بخاری و مسلم میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے۔لا یـؤمـن احـدکـم حـتـی یـکـون اللـه ورسولـه احب الیـه مـمـاسـواهما ''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) اس کے نزدیک ماسوا سے زیادہ محبوب نہیں ہو جاتے''۔ایک اور روایت میں مـن نفسـه بھی آیا ہے یعنی جب تک اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) اس کی ذات سے زیادہ عزیز و محبوب نہیں ہو جاتا۔رحمت دو جہاں ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے' چنانچہ فرمایا۔احبـوا اللـه لـمـا یـغـد وکم به من نعمة واحبونی لـحـب اللـه ''تم اللہ تعالیٰ سے محبت اس وجہ سے کرو کہ وہ تم کو ہر صبح اپنی نعمت سے سرفراز کرتا ہے اور مجھ سے اس لئے محبت کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرتا ہے'' (ترمذی روایت ابن عباس)۔

ابونعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا کہ وہ ایک مینڈھے کی کھال لپیٹے چلے آ رہے ہیں۔آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔انـظـرو الـی هـذا الـرجـل قـد نـور الله قلبه' لقد رایته بین ابویه یغذو انه یـاطـیـب الطعام والشراب' قدعاه حب الله ورسوله الی ماترون ''اس شخص کو دیکھو' اللہ تعالیٰ نے اس کا دل منور کر دیا ہے' میں نے اس کو اس کے ماں باپ کے ہاں دیکھا تھا کہ اس کو بہترین غذا و مشروب دیا کرتے تھے' پھر اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی محبت نے اس کو آواز دی اور اس کا یہ حال ہو گیا جو تم دیکھتے ہو''۔

ایک مشہور حدیث پاک ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ جب وہ ان کی روح قبض کرنے وارد ہوئے۔هـل رأیت خلیلا یمیت خلیله ''بھلا تم نے ایسا دوست دیکھا ہے جو اپنے دوست کو مارے''۔اللہ تعالیٰ نے ملک الموت سے فرمایا کہ کہہ دو هـل رأیـت مـحـبـا یکوه لقاء حبیبه ''کیا تم نے ایسا محبّ بھی دیکھا ہے جو اپنے حبیب کی ملاقات کو برا جانے''۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا۔الآن فـاقـبـض ہاں اب میری روح قبض کرو۔یہ بات وہی شخص جانتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ سے دلی محبت ہوتی ہے۔جب وہ یہ جان لیتا ہے کہ موت اس کے محبوب سے ملاقات کا سبب ہوتی ہے تو اب وہ ذوق و شوق کے ساتھ موت کی طرف راغب ہوتا

ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ''تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو''۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رفعاً روایت ہے۔ ان اللہ اذا احب عبد ادعا جبریل فقال انی احب فلانا ناحبه فیحبه جبریل ثم ینادی فی اهل السماء فیقال ان الله یحب فلا نافاحبوه فحبه اهل السماء ثم یوضع له القبول فی الارض ''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو چاہتے ہیں تو جبریل کو پکارتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندہ کو چاہتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ' جبریل اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر آسمان والوں میں منادی کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتے ہیں تم سب اس سے محبت رکھو' پھر اس بندہ کے لئے زمین پر ہر دلعزیزی و قبولیت کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں''۔

دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کس اعلان اور اشتہار کے ساتھ محبت فرماتے ہیں۔اس حدیث پاک کو مفسرین نے اس آیت قرآنی کی تفسیر قرار دی ہے۔جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ان الذین امنوا و عملوا الصالحت سیجعل لهم الرحمن ودا (پارہ ۱۶ ارکوع ۹)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مالک دو جہاں ﷺ نے ایک صحابی کو کسی جماعت کا افسر بنا کر بھیجا تھا وہ جب نماز پڑھاتے تو ہر نماز میں ہر سورۃ کے آخر قل هوا الله ضرور پڑھا کرتے' جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا۔ لانها صفة الرحمن فانا احب ان اقراء بها ''اس سورۃ میں رحم والے اللہ کریم کی صفت کا بیان ہے تو مجھ کو اس کے پڑھنے سے محبت ہے''۔

رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا' ان کو خبر کر دو کہ ان الله تعالیٰ یحبه ''اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتے ہیں' روایت کی جاتی ہے کہ ایک اعرابی رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تو نے اس کے لئے کیا سامان کر رکھا ہے؟ نادم ہو کر شکستہ دلی سے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس نہ تو نمازوں کا' نہ روزوں کا اور نہ صدقہ و خیرات کا ہی ذخیرہ ہے' جو کچھ سرمایہ ہے وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا ہے اور بس۔ آپ ﷺ نے فرمایا المرء مع من احب جو جس کو چاہے گا وہ اسی کے ساتھ رہے گا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا کہ وہ اس بات سے خوش ہوئے (کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ صرف اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت تمام نیکیوں کا بدل اور معاوضہ ہے) (بخاری و مسلم بروایت انس)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' میرا بندہ اپنی طاعتوں سے میرا قرب اس قدر ڈھونڈھتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' وہ کان بن جاتا

ہوں جس سے وہ سنتا ہے' وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس حدیث پاک میں یہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ رحمت دو جہاں ﷺ اپنی دعا میں مانگتے ہیں۔ اللھم ارزقنی حبك وحب من احبك وحب مایقرتنی الی حبك واجعل حبك احب الی من الماء البارد ''الٰہی مجھ کو اپنی محبت عطا کر اور اس کی محبت جو تجھے چاہتا ہے اور اس شے کی محبت جو تیری محبت سے مجھے قریب کر دے اور اپنی محبت کو میرے لئے آبِ سرد سے زیادہ محبوب ہے''۔ عرب میں ٹھنڈا پانی دنیا کی تمام دولتوں اور نعمتوں سے زیادہ گراں اور قیمتی ہوتا ہے' لیکن محبوب کریم ﷺ کی پیاس اس مادی پانی کی خشکی سے نہیں سیر ہوتی تھی وہ صرف محبت الٰہی ہی کا ذُلالِ خاص تھا جو اس تشنگی کو تسکین دے سکتا تھا۔ آپ اپنی خشوع و خضوع کی دعاؤں میں اور خلوت کی ملاقاتوں مین اسی محبت کا سوال کرتے ہیں۔ اللھم ارزقنی حبك وحب من ینفعنی فی حبك ''یا اللہ تو مجھے اپنی محبت اور اس کی محبت جو تیری محبت کی راہ میں نافع ہو روزی فرما''

لڑائی کا میدان ہے' دشمنوں میں بھاگ دوڑ بھی ہے' جس کو جہاں امن کا گوشہ نظر آتا ہے' اپنی جان بچا رہا ہے' بھائی بھائی سے' ماں بچہ سے' بچہ ماں سے الگ ہے' اسی حال میں ایک عورت آتی ہے' اس میدان حشر میں اس کا بچہ گم ہو گیا ہے۔ محبت کی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو بچہ بھی اس کو سامنے نظر آجاتا ہے' اپنے بچے کے جوشِ محبت میں اس کو چھاتی سے لگا لیتی ہے اور اس کو دودھ پلا دیتی ہے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی نظر پڑتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچے کو اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ میں ڈال دے؟ صحابہ نے عرض کی' ہرگز نہیں۔ فرمایا تو جتنی محبت ماں کو اپنے بچے سے ہے اللہ کریم کو اپنے بندوں سے اس سے بھی بہت زیادہ محبت ہے (صحیح بخاری' باب رحمۃ الولد)۔

ایک دفعہ ایک غزوہ سے آپ واپس تشریف لا رہے ہیں۔ ایک عورت اپنے بچے کو گود میں لے کر سامنے آتی ہے اور عرض کرتی ہے۔ یارسول اللہ ﷺ ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے کیا اللہ کریم کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ نہیں ہے؟ فرمایا' ہاں بیشک اس سے زیادہ ہے۔ بولی' تو کیا ماں اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا کرے گی؟ یہ سن کر فرطِ اثر سے آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندہ کو عذاب دیتا ہے جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے (سنن نسائی)۔

رحمت دو جہاں ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں۔ ایک صحابی چادر میں ایک پرندہ کو مع اس کے بچوں کے باندھ کر لائے ہیں اور واقعہ عرض کرتے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ میں نے ایک جھاڑی سے ان بچوں کو اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لیا۔ ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی' میں نے ذرا کپڑے کو کھول دیا تو وہ فوراً آ کر میرے ہاتھ پر بچوں پر گر پڑی۔ ارشاد ہوا' کیا بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت پر تم کو تعجب ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا' جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے اللہ کریم کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد' باب رحمۃ

اللہ)۔

اوپر جن آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کا ہم نے ذکر کیا ہے ان سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں اور بندوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محبت اور اطاعت میں فرق ہے۔ اطاعت صرف ثمرۂ محبت اور نتیجہ محبت ہے نہ کہ اصل حقیقتِ محبت۔ بات اصل یہ ہے کہ جو لوگ محبت کی حقیقت سے انکار کرتے ہیں وہ خود یا وہ محبت کے مزے سے بے خبر ہیں' اور گو مرد عاقل اس سخنِ آشنا سے دیوانہ ہے اور افسونِ محبت اس کے نزدیک محض افسانہ' لیکن۔

دل شناسد کہ جیست جوھر عشق؟
عقل راز ھرۂ بصارت نیست!

پروانہ ہی جانتا ہے کہ تلخی رودۂ شمع میں کیا حلاوت ہے اور دیوانے ہی کو معلوم ہے کہ زنجیر کی جھنکار میں کیا کیفیت ہے؟

تو نازنین جھانی و ناز پر درده
تراز سوزِ درون و نیاز ماچہ خبر؟
چو دل بمھر نگارے نہ بستۂ اے مہ
تراز حالت عشاق بے نواچہ خبر؟

محترم قارئین کرام! قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ سے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت' بندوں کی اللہ تعالیٰ سے محبت یا عشق حقیقی کا یہ حال معلوم کر کے اب چند اکابر اولیاء کی باتوں پر بھی غور فرمائیں جو انہوں نے محبت الٰہی کے سلسلے میں کہی ہیں اور ان کا حال دیکھیں جو اس محبت کے نتیجہ میں ہوا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ منْ ذاق من خالص محبه الله تعالىٰ شغله ذالك عن طلب الدنیاواوحشاه عن جمیع البشر ''جس نے اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کا مزہ چکھا وہ دنیا کی طلب نہ کرے گا اور سب آدمیوں سے وحشت کرنے لگے گا'' (احیاء العلوم جلد۴' ص ۱۵۹)۔ سچ کہا ہے عاشقِ صادق نے۔

خواب راحت شد ازاں دیدہ کہ دیدن دانست
رفت آسائش ازاں دل کو طیدن دانست

یہی عاشقِ صادق کی علامت ہے کہ اس کی نظر میں محبوب کے سوا کوئی اور نہ سمائے اور سبھی سے اس کا تعلق کٹ جائے۔ کوئی خواہش اس کے دل میں نہ رہے' اس کا مطلوب ومقصود ومراد صرف محبوب ہو' اسی لئے جو عاشقِ مولیٰ ہوگا اس کو دنیا سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ طالب مولیٰ طالب دنیا نہیں ہوتا۔ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جن کو جنت اور اس کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے باز نہیں رکھتیں تو ان کو دنیا اس سے کب باز رکھ سکے گی؟

قبلۂ و محراب من ابروئے دلدار است و بس
ایں دلِ شوریدہ رابایں چہ و بآں چہ کار؟

حضرت عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا گزر ایک شخص پر ہوا جو برف میں سوتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کیا تجھ کو برف کی سردی نہیں لگتی؟ اس نے کہا جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت نے سب سے بے تعلق کر دیا ہو اس کو برف کی سردی کیا معلوم؟ ونعم ما قیل۔

گدائے کوے تو از ہشت خلد مستغنی است
اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد است!

خواجہ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ قیامت کے روز تمام امتیں اپنے انبیاء کرام کے نام سے پکاری جائیں گی۔ یاامتہ موسیٰ و یاامتہ عیسیٰ۔ عاشقان جمالِ ایزدی کو اس طرح پکارا جائے گا۔ یااولیاء اللہ ھلموا الی اللہ "اے محبوب حقیقی کے چاہنے والو چلو اپنے محبوب کی طرف" یہ سن کر ان کو ایسی خوشی ہوگی کہ قریب ہوگا کہ ان کے دل پھٹ جائیں اور ان کو شادیٔ مرگ ہو جائے۔

من خود بچہ ارزم کہ کنم دعویٰ عشقت؟
تاجدان من سوختہ مشتاق تو باشد!
خواہم کہ شوم کشتہ شیغ تو کہ تنگ است
نامے کہ نہ درد فیر عساق تو باشد!

☆ حضرت یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ نے اس قول کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا تھا۔ جملہ مومنین اللہ تعالیٰ کی اصل محبت میں اشتراک رکھتے ہیں کیونکہ ان کو اصل معرفت میں اشتراک حاصل ہے۔ لیکن جن لوگوں کے قلوب پر اس محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ عشق کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں وہ بہت کم ہوتے ہیں۔ اس کیفیت کے حصول کے دو طریقے بتلائے جاتے ہیں۔ ایک تو دنیوی تعلقات کا قطع کرنا ہے اور غیر حق کی محبت سے دل کو خالی کرنا ہے اور دوسرے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا قوی کرنا ہے اور اس کا دل پر غالب کرنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب دل تمام شغلِ دنیوی سے پاک ہو جائے۔

ہرم بن حیان فرماتے ہیں۔ مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور جب اس سے محبت کرتا ہے تو اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس توجہ کا لطف و حلاوت پاتا ہے تو دنیا کی طرف خواہش کی نظر سے نہیں دیکھتا اور نہ آخرت کی طرف کاہلی سے دیکھتا ہے۔ وہ اپنے جسم کے اعتبار سے تو دنیا میں رہتا ہے لیکن اپنی روح کے اعتبار سے آخرت میں۔

مارانہ غم دوزخ دنے حرص بہشت است
بردار زرخ پردہ کہ مشتاق لقائیم!

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عفو سے تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں تو پھر اس کی رضا کا کیا حال ہوگا؟ اس کی رضا سے سب کام پورے ہو جاتے ہیں تو پھر اس کی ''محبت'' کیسی ہو گی؟ اس کی محبت عقل کو مدہوش کر دیتی ہے تو پھر ''مودّت'' کا کیا کہنا؟ اس کی مودت جب ماسوا کو بھلا دیتی ہے تو پھر اس کے لطف کا کیا ٹھکانا؟ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔ میرے نزدیک ایک رائی کے برابر محبت ستر برس کی اس عبادت سے بہتر ہے جو بغیر محبت کے ہو۔ اس معنی میں کسی عارف کا شعر ہے۔

پیش حق یک نالہ ازروئے نیاز
بہ کہ عمرے بے نیاز اندر نماز!

روایت کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر تین افراد پر ہوا جن کے جسم لاغر اور رنگ زرد ہو گئے تھے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا۔ تمہارا یہ حال کیوں ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ''دوزخ کے خوف سے''۔ آپ نے فرمایا۔ حق علی اللہ ان یومن الخائف یعنی اللہ تعالیٰ خوف کرنے والوں کو ضرور امن میں رکھے گا۔ آپ آگے چلے تو اور تین شخص نظر آئے جو لاغریٔ جسم اور زردیٔ چہرہ میں ان سے بھی زیادہ تھے۔ پوچھا تمہارا یہ حال کیسے ہوا؟ کہا کہ جنت کے شوق میں۔ فرمایا حتی علی اللہ ان یعطیکم ماترجون یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور وہ چیز عطا کریں گے جس کی تم امید لگائے بیٹھے ہو۔ آگے چل کر آپ نے اور تین مرد دیکھے جن کی لاغری اور ناتوانی حد سے زیادہ تھی، اور جن کے چہرے نور کے آئینے معلوم ہوتے تھے۔ ان سے بھی آپ نے وہی سوال کیا۔ انہون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت نے ہمارا یہ حال کر دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ انتم المقربون یعنی تم ہی مقربان بارگاہ الٰہی ہو۔ تم ہی خاصانِ درگاہ حق ہو۔ تم ہی نزدیکان حضرت محبوب حقیقی ہو۔ ان کے حال کا یہ بیان تھا۔

مارا نہ غم دوزخ دنے حرصِ بھشت است
بردار زرخ پردہ کہ مشتاق لقائیم!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان عاشقان الٰہی کو مقرب اس لئے قرار دیا کہ وہ مطلوب حقیقی ہی کے فدائی تھے اور اسی کے شیدائی۔ اللہ تعالیٰ سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس کی تمنا کی جائے اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس سے اپنے دل کو خوش کیا جاء؟ جامی سامی رحمتہ اللہ علیہ نے یہی بات پوچھی تھی۔

کیست زد بھتر بگولے ھیچ کس
تابداں دل شادباشی یک نفس؟
من نہ شادی خواھم و نہ خردی
انچہ می خواھم من از تو ھم توئ!

عشق و محبت کے رتبہ قرآن حکیم واحادیث صحیحہ اور اقوال اکابرین سلف کی روشنی میں معلوم کر کے صوفیائے صافیہ نے کہا ہے کہ ایمان کا شجرۂ طیبہ اسی وقت پوری طرح بارآور ہوسکتا ہے جب اس کو عشق و

محبت کے آبِ حیات سے سینچا جائے۔ خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ۔

هــر کــرا عشــق نیســت ایــمــان نیســت

اس قول کی بنیاد بخاری ومسلم کی وہ حدیث صحیح ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ لا یـومن احدکم حتی یکون الله ورسوله احب الیه ما سواهما اسی لئے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مقامات سلوک الی اللہ میں بلند ترین درجہ مقام محبت ہی کا ہے۔ اس کے سوا جو مقامات ہیں وہ یا تو مقام محبت کے مقدمات ہیں یا اس کے توابع یا نتائج۔ فـان الـمحبة لـلـه هی الغایته القصوی والذروة الـعلیـا مـن الـدرجـات مـقـام الاهـو ثمرة من ثمارها و تابع من تو ابعها کالشوق والانـس والـرضـا ولاقبل الـمحبة مقـام الاهـو مقدمة من مّدمـاتهـا کـالتوبة والـصبـروالزهد وغیرها ''محبت الٰہی تمام مقامات کی انتہائی غایت اور بلند ترین چوٹی ہے' اس لئے کہ ادراک محبت کے بعد کوئی سا مقام ہو' خواہ وہ شوق ہو' یا انس یا رضا سب اسی کے توابع وثمرات ہیں اور محبت سے پہلے جتنے مقامات ہیں مثلاً صبر و زہد تو یہ سب ہی محبت کے مقامات ہیں''۔

تمام اصحاب طریقت و ارباب حقیقت کو اس امر پر اتفاق ہے کہ انسان کی تخلیق کا اہم مطلوب و اعظم مقصود رب العالمین کی محبت ہے۔ اسی لئے تمام صوفیاء کا مسلمہ اصول ہے۔

هـرکـرا عشـق شـور انـگیـز نیسـت طریقه بروحرام است

یعنی جس کسی کے قلب میں اللہ تعالیٰ کا عشق شور انگیز پایا نہ جاتا ہو اس پر سلوک الی اللہ کا طریقہ حرام ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ ایمان بغیر محبت کے کامل نہیں ہوتا کیونکہ ایمان اطاعت و انقیاد کا طلب گار ہوتا ہے اور یہ بغیر تعلق قلب و میل خاطر ممکن نہیں اسی لئے خبر دی گئی ہے کہ والذین امنوا آشد حبالله'' جو مومن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قومی محبت ہے''۔

اسی لئے خاتمۂ العشاق حضرت مرزا مظہر نے فرمایا تھا۔ ''ہر کرا چشم در روئے خود بر زمین خاکساریٔ عشق نہ سودہ باشد لذت شوقِ سجدہ کہ ساجد موافق حدیث برقدمِ خدامی نماید چہ داند؟'' یعنی جس شخص نے اپنے منہ اور اپنی آنکھوں کو عشق کی زمین پر نہ گھسا ہو وہ سجدہ کی اس لذت شوق کو کیا جانے جو بمقتضائے حدیث السـاجـد یسـجـد عـلـی قدمی اللـه سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر اپنا سر نیاز رکھتا ہے'' پاتا ہے؟

انہی حقائق کے پیش نظر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول درست ہے۔

مـحبـت حیـات قـلـوب و خـدائـے ارواح اهـل
مـحبـت اهـل ایـمـان کـی حیـات قـلـب او غـذائـے
ایـمـان اسـت در مـقـامـات از رضـاو ور احـوال
روح هـے مـقـامـات سـلـوك الـی الـلـه میں رضـا

از محبت چیزے بالاتر و فاض ترنیست
سے' اور احوال میں محبت سے بلند و برتر کوئی مقام
و شخص و وقت سالك بے محبت جسد
یا حال نهیں۔سالك كا جسم محبت كے بغیر

☆☆☆

بے روح برامانند
جسد بے روح کے مانند ہے!

اہل اللہ کا اس پر اتفاق ہے اگر محبت نیست راہ رفتن بے حاصلی است و اگر بہ عشق راہ طے کنی واصلی یعنی اگر سالک الی اللہ کا قبل اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہے تو سلوک کا حاصل کچھ نہیں اور اگر یہ راستہ عشق کے قدم سے طے ہو تو وصول الی اللہ لازمی ہے۔ وصول الی اللہ کا اقرب طریق عشق ہے۔ چنانچہ خواجہ بندہ نواز عشق کو اقرب الطرق قرار دیتے ہیں۔

خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے عشق کے پانچ مراتب قرار دیئے ہیں اور تمام مراتب اسلام و ایمان و احسان کی بنا عشق ہی پر رکھی ہے۔

۱۔ شریعت: یعنی شنیدن صفت جمال محبوب کو شوق پدید آید۔
۲۔ طریقت: یعنی طلب گردن محبوب ورفتن درراہ محبوب۔
۳۔ حقیقت: یعنی حضور' بودن دائم درحسن محبوب۔
۴۔ معرفت: یعنی محو کردن مراد خود در مراد محبوب۔
۵۔ وحدت: یعنی وجود فانی خود را شکستن' ہم در ظاہر وہم در باطن' موجود مطلق داشتن ہمیں محبوب راچوں ایں پنج مرتبہ تمام شود کار بہ اتمام رسد' روجود العاشقین المعروف بہ رسالہ' عشقیہ۔

شریعت سے لے کر طریقت تک عشق کے سہارے سلوک الی اللہ طے ہوتا ہے اور یہی طریقہ اقرب طرق قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے خواجہ فرماتے ہیں۔

نامرد صباد هیچ مردے
بے درد مباد هیچ مردے
بے درد مباد هیچ وقتے
بے وقت مباد هیچ دردے

عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع میں خاص امتیاز حاصل کیا ہے۔ اپنی مثنوی میں عشق حقیقی کا انہوں نے جو غوغا بلند کیا تصوف کی دنیا میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

عشق می گویم و جاں می دهم از لذت او

عشق کی مدح میں فرماتے ہیں۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوا اے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاك از عشق بر افلاك شد
کوہ در رقص آمد و چالاك شد
عشق جان طور آمد عاشقا
طور مست و خر موسے صاعقا

☆ ☆ ☆

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت
ہرچہ جز معشوق جملہ راسوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند
در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند
ماند الا اللہ' باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

☆ ☆ ☆

عاشقی پید است از زاری دل
نیست بیماری چو بیماریٔ دل
علت عاشق زعتہا جد است
عشق اصطرلاب اسرار خدا ست

☆ ☆ ☆

عشق زندہ در ردان دور بصر
ہر دمے باشد چو غنچہ تازہ تر
عشق آن بگزیں کہ جملہ انبیاء
یافتند از عشق اوکارد کیا
تو مگو مارا بداں شہ بار نیست
باکریماں کارہا دشوار نیست

☆☆☆

غــرق عشــقــے شــوکـــہ غــرق اســت انــدریــں
عشـــقهـــائـــے اولیـــن و آخـــریـــں!

☆☆☆

در نـــگـــنـــجـــد عشـــق در گـــفـــت و شـــنیـــد
عشـــق دریـــائـــے اســـت قـــعـــرش نـــاپیـــدیـــد
شـــرح عشـــق از ان بـــگـــویـــم بـــر دوام
صـــد قیـــامـــت بـــگـــزردوآں نـــاتـــمـــام!

یارجاں نثار شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کـــفـــر کـــافـــر راد دیـــں دیـــں دار را
ذره درد دل عـــطـــار را

☆☆☆

درد را بـــاش اے بـــرادر درد را
زانـــکـــہ درد تـــو هـــمـــہ درمـــانِ تســـت

عشق ہی کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

هـــمـــہ عشـــق اســـت انـــدریـــں مـــصـــحف
هـــمـــہ وصـــل ســـت انـــدریـــں گـــفتـــار
هـــمـــہ شـــوق ســـت انـــدریـــں صـــفـــحـــہ
هـــمـــہ ذوق اســـت انـــدریـــں طـــوا
قـــلـــم از راستـــی بـــدســـت آور
بـــر ورق هـــائـــے جـــان و دل هـــنـــگـــار
روز و شـــب دردِ خـــویـــش کـــن ایـــں را
تـــارهـــد جـــانـــت از هـــمـــہ آزار
لیگ بـــایـــد کـــہ کـــار فـــرمـــاء
ورنـــہ خـــون خـــوردن دلـــت بـــچـــہ کـــار

عطار کے خیال کی تائید کسی عارف کے اس قول سے ہوتی ہے۔ فلوكانت الجنة نصيب العارفين بدون جماله ووصاله فر اويلاه! ولو كانت النار نصيب المشتاقين مع جماله ووصاله فو اشوقاة!! ''اگر عارفین کو اللہ تعالیٰ کے جمال و وصال کے بغیر جنت بھی نصیب

ہوتو اس پران کو افسوس ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ کے جمال ووصال کے ساتھ دوزخ بھی نصیب ہوتو وہ خوش ہو گے۔عراقی عشق کی مدح میں زمزمہ سنج ہیں۔

در کوئے خرابات کسے راکہ نیاز است
هشیاری و مستیش همه عین نماز است
آنجانه پذیر هر نماز و درع و زهد
آں چیز که آنجا به پذیر ندنیاز است
تامستی رندان خرابات بدیدم
دیدم به حقیقت که جز ایں کا مجاز است
اسرار خرابات بجز مست نداند
هشیارچه داند که دراں کوئے چه راز است
خواهی که دردن حرم عشق خرامی
درمی کده بنشیں که ره کعبه دراز است
در زلف بتاں تاچه فریب است که پیوست
محمود پریشان سر زلف ایاز است
هاں تانه نهی پائے دریں راه ببازی
زاں روکه دریں راه بسے نشیب و فراز است
در سومعه چوں راه نداد ند مرادوش
رفتم بدر میکده دیدم که فراز است
از میکده آواز برآمد که غراتی
دربازخودراکه در میکده باز ست

عراقی رحمۃ اللہ کی یہ غزل عشق کی شان میں زیادہ مشہور ہے۔

ساز طرب عشق که داند که چه ساز است
کز زخمهٔ اونه فلك اندر تك و تاز است
آورد بیك زخمه جهاں راهمه در رقص
خود جان جهاں زخمهٔ ایں پردهٔ راز است
عالم چو صدا ے است ازیں پرده که داند
کیں پرده چه پرده است دوریں پرده چلا د ست
رازیست دریں پرده اگر آنر ابشناسی

دانی کہ حقیقت زچہ در بند مجاز است
معلوم کنی کز چہ سبب خاطر محمود
پیوستہ پریشان زسر زلف ایاز است
عشق است کہ ہر دم بدگر رنگ برآید
ناز است یکے جائے دگر جائے نیاز است
محتاج نیاز دل عشاق چراشد
حسن رخ خوباں کہ ہمہ مایۂ ناز است
در صورت عاشق چوبر آید ہمہ سوز است
در کسوت معشوق چوآید ہمہ ساز است
زاں شعلہ کہ ازروئے بتاں حسن برافروخت
قسم دل عاشق ہمہ سو است و گداز است
راہے رہ عشق بغایت کوش و نزدیك
آں رہ کہ جزاین است ہمہ دورودراز است

مغربی نے عشق حقیقی کا ترانہ یوں گایا ہے۔

ما مہر تو دیدیم ر ذرات گذشتیم
از جملہ صفات از پئے آں ذات بگذشتیم
در خلوتِ تاریك ریاضات کشیدیم
در واقع از سبع سموات گذشتیم
دیدیم کہ اینہا ہمہ خوابست و خیال است
مردانہ ازیں خواب و خیالات گذشتیم
باما سخن از کشف و کرامات چہ پرسی
چواز سر کشف و کرامات گذشتیم
اے شیخ اگر جملہ کمالات تو ایست
خوش باش کزیں جملہ کمالات گذشتیم
اینہا بحقیقت ہمہ آفات طریق اند
مادر طلب از جملۂ آف ات گذشتیم
ما ازپئے نورے کر بود مشرقِ انوار
از مغربی و کوکب و مشکوٰۃ گذشتیم

فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں ہمارا کام صرف عشق بازی ہے۔

کارے بغیر عشق نداریم درجہاں
عشق ست کار ما دوریں کار آمدیم

اوراس عشق بازی میں ہم کرتے کیا ہیں؟

منم کہ روئے ترابے حباب می بینم
منم کو بے شب دروز آفتاب می مینم
مینم کہ برلب دریائے بے نہایت اورا
مثالِ ھر دوجہاں چوں حباب می بینم
مرابہ هیچ کنابے مکن حوالہ دگر
کہ من حقیقت خودرا کتاب می بینم
چہ بادہ خورد دلِ مغربی کہ من اورا
بساں نرگس مستت خراب می بینم

لسان الغیب وترجمان الاسرار حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تاراہ بیں نباشی کے راهبر شوی؟
دست ازمس وجود چومر دان رہ بشوی
تاکیمیائے عشق بیابی و زر شوی!
گر نورِ عشق حق بدل وجانت افتد
باللہ کز آفتاب فلك خوب تر شوی
از پائے تاسرت همہ نور خدا شود
در راہ ذوالجلال جو بے پاوسر شوی
بنیاد هستی تو چوز یروزبر شود
در دل مدار هیچ کہ زیر و زبر شوی
گر در مسرت هوائے وصال ست حافظا
باید کہ خاکِ درگہ اهل بصر شوی!

خوداپنے عشق کا حال یوں بیان کرتے ہیں۔

عاشق یارم مرابا کفر و باایماں چہ کار
تشنۂ دردم امرا باوصل و باهجراں چہ کار

از لبِ جانان نمی یا بم نشانِ زندگی
پس مرا اے جان من باجان و باجانان چه کار
کشتهٔ عشقم مرا از شمنهٔ دوراں چه غم
مفلس عورم مرا باز مرهٔ دیواں چه کار؟
چونکه اندر هر دو عالم یارمی باید مرا
بابهشت و دوزخ و باحورد باظماں چه کار؟
قبلهٔ و محراب من ابروئے دلدار ست و بس
ایں دل شوریده رابا ایں چه و باآں چه کار؟
هرکه از کود شد مجر و درطریق عاشقی
از غم و دروش چه آگاهی و باور ماں چه کار؟
صورت مرداں چه خواهی سیرت مرداں گزیں
مرد عاشق پیشه رابا صورت الواں چه کار؟
حافظا گر عاشق و مستی و گر ره باز گوی
عاشق یارم مرابا کفر و با ایماں چه کار

امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ جنہیں عشق و محبت کی شراب سے پوری چاشنی تھی فرماتے ہیں۔

هر رگ من تار گشته حاجت زنار نیست
کافر عشقم مسلمانی مر اور کار نیست!
از سرِ بالین من بر خیز اے ناداں طبیب
درد مندِ عشق را دار و بجز دیدار نیست
ابر را بادیدهٔ گریان من نسبت مکن
نسبت باآنکه کے دارد ولے خونبار نیست
شاد باش اے دل که فروا برسر بازارِ عشق
مژدهٔ قتل است اگرچه وعدهٔ دیدار نیست
خلق می گوید که خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست

انہی کی ایک مشہور رباعی ہے۔

از شعلهٔ عشق هر که افروخته نیست
با او سر سوزن دلم دوخته نیست

گــر ســوختــــه نـــــه بسوئــے مــن آکــــه زعشــق
آتـــــش بــدلــے زنیــم کـــه ســوختــــه نیســت

خسرو رحمتہ اللہ علیہ چشتیہ سلسلہ سے تھے۔ تصوف کے سلاسل میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں میں عشق کی حرارت اور جوش زیادہ نمایاں نظر آتا ہے' ان کے مکاتیب و ملفوظات عشق و محبت و درد و ذوق و شوق سے بھرے ہوئے ہیں چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسودراز چشتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''مشائخ ما صوفیانِ عاشق بودہ اند شیخ شہاب الدین واتباع ایشاں مردان بزرگ عارف و واصل بودہ اند ما عشق جہانے دیگر است۔

بـــــه فـــراغ دل زمــــانــے نــظــرے بــــه خــوب روے
بــه ازانــکــه چــز شــاهــی هــمــه عــمــر هــائــے و هــوے

حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کا لقب ''محبوب الٰہی'' تھا۔ اپنے ایک مکتوب (بنامِ مولانا فخر الدین مروزی) میں تحریر فرماتے ہیں۔ (اس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے)۔ ''اتفاق اصحاب طریقت و ارباب حقیقت است کہ اہم مطلوب و اعظم مقصود از خلقت بشر محبت رب العالمین است''

سیر الاولیاء میں مذکور ہے کہ حضرت محبوب الٰہی اپنے مریدوں کو تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ''ہر وقت از خدائے عز و جل محبت حضرت حق می باید خواست و ایں دعا را بسیار باید خواند۔ اللهم انی اسئلك حبك و حب من يحبك و العمل الذی يودی الی حبك الهم جعل حبك احب الی من نفسی واهلی ومن الماء البارد۔

حضرت مخدوم عالم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"چـــون مـــحــبــت شــد هــمــه شــد"
تشـــنـــــهٔ اومیــــر گــــر تــــو زنــــدهٔ
خــــاك آں دربــــاش گـــر تـــو بــنــدهٔ
ذرهٔ دردِ خـــــــدا در دل تـــــــرا
بهتـــــر از هـــــر دوجهـــــاں حـــاصــل تــــرا

حضرت چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ بندہ نواز تو پیدائشی عاشق تھے۔ آپ نے غم عشق شیر مادر کے ساتھ نوش جاں فرمایا تھا۔

مـــــادرم عشـــق بـــــاز زاد مـــــرا
شیــــــر انــــــد وه ودرد داد مـــــرا

آپ دائماً مست عاشق ہیں' ہرگز ہوشیار ہونا نہیں چاہتے۔

مـــن مســت عشــقــم هشیــار نــخــوا هــم شــد

من خفتہ بہ معشوقم بیدار نخواهم شد

آپ کو عشق سے عشق رہا ہے اور ہمیشہ اس کی مدح وثنا میں رطب اللسان رہے۔

اے محمد عشق را امداح باش

مدح او می گوهر نصی و باب

رسالۂ وجود العاشقین کے آخر میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مثنوی ملتی ہے جس میں عشق کی یوں مدح فرماتے ہیں۔

عشق گوهر بے بهاد بے نشاں
بهر عشقش هر دمے تو جاں فشاں
عشق اول غشق آخر٬ جاوداں
باخودئ خود بباز و دائماں!
عشق نورو عشق ناز و عشق دار
عشق پنج و هفت باشد عشق چار
عشق باد و عشق آتش و عشق خاك
در حقیقت عشق باشد جانِ پاك
عشق شاه و عشق ماه و عشق راه
بر سر خود عشق پوشد صد كلاء
عشق عرش و عشق كرسی٬ رازداں
هم قلم٬ هم لوح٬ هم محفوظ داں
عشق شمس و هم سماء وهم زمیں
هم فرشته در شمارے درمكیں
عشق روشن هم نجوم وهم بروج
باكودئ خود نزول وهم عروج
عشق بیخ و عشق شاخ و عشق گل
عشق میوه٬ عشق تخم٬ و عشق گل
عشق در صورت جمال خود نمود
جمله اشیاء در حقیقت عشق بود

سلسلۂ چشتیہ کے ایک فرد فرید حضرت سید عبدالستار خلیفہ شاہ پیر محمد سلونی کا اصرار رہا ہے کہ "بہر طورے کہ باشد درد حاصل کند"۔

درد را در هندوی گوید پیر
می تواں بے درد رابے پیر گفت

حضرت شاہ تراب علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ جو شراب عشق الٰہی سے سرشار نظر آتے ہیں۔ عشق و محبت کی روح میں فرماتے ہیں۔

از محبت چوں جہاں راشد نظام
کارھائے عشق کے گرد و تمام
شد محبت را ظہور اعتدال
بے محبت کے شود پیدا کمال
ھر دلے را کر محبت شور نیست
ز آفتاب عشق او را تور نیست
ھر کہ باعشق و محبت آشناست
محرم نہ گاہ خاص کبریا ست
در طریق عاشقاں برتر مقام
از محبت نیست برتر والسلام
کے محبت بے نقاب آید بروں
می کند افسون عالم را فسوں
گرز نور عشق تابدیك شرر
ازلف او خلق را سوز و جگر!
جاں کہ از نور محبت باصفا هست
او بزم وصل جاناں آشناست
ھر کہ شد جویائے وصل از خاص و عام
بے محبت نیست کار او تمام
از محبت گشت ظاھر ھرچہ هست
وز محبت می نماید نیست هست
گر علم بیروں زند سلطان عشق
ملك جانھامی شود ویران عشق
شد محبت روح و عالم ھچو تن
گر نباشد جاں چہ کار آید بدن

چونکه دارد عشق هر جائے ظهور
میل هر سوے اگر باشد چه دور
دل بهر سوئے که مائل می شود
او بسوئے دوست آں سو می رود
هیچ طالب راجز او مطلوب نیست
دردوعالم غیر او محبوب نیست
غرق دریائے محبت گر شوی
از کمال عشق رمزے بشنوی
هرچه دار دایں جهاں بودونمود
از طفیل عشق آمد در وجود
شد علامات محبت در جهاں
ترك كبروهستی و سودو زیاں
صورت معشوق و عاشق رایقیں
آئینه حسن و جمال عشق بیں
عشق آمد رابطه اندر جهاں
آئینه معشوق و عاشق عشق داں
حسن ادبے عشق او نبود تمام
کے نماید بے گدا جود کرام
ناز معشوقاں همی گر دوعیاں
ازنیاز عاشقان جاں فشاں
گر نیاز عاشق دیوانه نیست
ناز معشوقی که می داندك چیست
سنگ خار از محبت نرم شد
هچو یخ افسرده از دی گرم شد
ایں محبت شاه راسازد گدا
می کند او هر گدا را بادشاه
هر کسے کو از محبت نور یافت
از غم و شادی بکلی رو بتافت

بے محبت وصل جاناں رانیافت
اندریں رہ سالہا ہر کوشنافت
از محبت مردہ زندہ می شود
وز محبت شاہ بندہ می شود

اپنا حال زار بیان فرماتے ہیں۔

خور دم از تیر نگہ پیکان عشق
کرد تیغ ابروش قربان عشق
واعظ از عالم ترا نبود خبر!
از برم برخیز اے نادان عشق
ہرچہ باداباد من سر دادہ ام
در رہ سلطان عالی شان عشق
فار غم کردہ است از ناموس دننگ
ہست برمن ایں قدر احسان عشق
کیست محرم باکہ گویم حال خود
بادشاہ و قتم از فیضان عشق
تایکے طال اللسان باشی تراب
لب بہ بند وتن بزن راے جان عشق

لہذا سالک کو چاہیے۔

آتش درد طلب دردل فروز
ہرچہ یابی مطلوبت بہ سوز
بگزراز ناموس در راہ طلب
لا ابالی وار رو در راہ رب
ہرکہ در راہ طلب مردانہ است
از خیال کفرو دیں بیگانہ است
تا طلب در باطنت ظاہر تشد
در بلائے عشق جاں صابر تشد
آں دلے کو ہست خالی از طلب
دائماً بادا پر از رنج و تعب!

عشق حقیقی و مجازی

آں سرے کو را ھوائے دوست نیست
زد مجو مغزے کہ اوجز پوست نیست
جاں ندار دھر کہ جویائے تو نیست
دل ندارد ھرکہ شیدائے تو نیست
روح کو روح خیالت رانیافت
چند خواں چوں نور حق بردے ننافت
ھرکہ او جویاے اسرار تو نیست
کوربہ' چوں در خور دیدار تو نیست
سینۂ کز عشق بردے نیست داغ
زآتشِ دوزخ مبادا او فراغ
گوش کو گفتار جاناں نشنود
گر شود کر عاقبت بھتر خود
ھر مشامے کو ندار و مھر دوست
او بریدہ بہ تر تیغ لھر دوست
ھرکہ طالب نیست انسانش مخواں
زانکہ دارد صورت امانیست جاں
درره عشقش گذر از گفتگو
جستجو کن' جستجو کن' جستجو
در طریق جستجوئے وصلِ یار
دین و دنیا کردہ باشد آں نثار
طالبش انکہ بو صلش رہ برد
کہ سوئے دنیا و عقبیٰ نہ ننگرؤ!!

شاہ تراب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ ''آنجاہ دیجا جز دوستے چیزے دیگرے طلب نیست ہر کہ محبت نیست ادب نیست زہدو پارسائی صرف آنجادر کار نیست' و بدتر از زہد خشک فی الحقیقت آزار نیست''۔ اور اسی معنی میں کسی کا قول ہے۔

حلقۂ توبہ گر مروز چو زباھد زنیم
خازنِ می کدہ فرو انگند دربازم!

آخر میں ہم جامی رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات کو پیش کرتے ہیں۔ سیر و سلوک عشق کے بغیر میسر نہیں ہوتا'

 عشق حقیقی و مجازی

جولوگ نماز وروزہ ہی سے خوش رہے وہ مقدمات وعلوے درجات سے بے خبر رہے۔ جامی زمزمہ سنج ہیں۔

هزاراں عاقل و فرزانه رفتند
ولے از عاشقی بیگانه رفتند
اسیر عشق شو کازاد باشی
غمش بر سینه نه تا شاد باشی!
زیاد عشق عاشق تازگی یافت
ز ذکر او بلند آوازگی یافت
اگر مجنوں نه مے زیں جام خوردے
که اورا در دو عالم نام بردے
مئے عشقت و هد گرمی و مستی
دگر افسردگی و خود پرستی!
متاب از عشق رد گرچه مجازیست
که آں بهر حقیقت کار سازیست
غم عشق از دل کس کم مبادا
دل بے عشق در عالم مبادا!!

آپ پر ابتدائے حال سے مرتبۂ کمال تک کشش عشق وجذبۂ محبت غالب رہا' چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

لذت عشق فرورفت مرا در رگ و پے
عشق مے گویم و جاں مے دهم از لذت دے

فرماتے ہیں کہ عشق الٰہی کے بعد سوائے طلب الٰہی کے نہ کوئی خواہش باقی رہتی ہے اور نہ مراد۔

با عشق توام هوا نماندست و هوس
با آتش سوزنده چساں ماند خس
خواهد ز تو مقصود دل خود همه کس
جامی از تو همیں خواهد و بس

☆ ☆ ☆

هست مراد هر کسے چیز دگر ازیں جهاں
نیست مراد غیر تو جامیٔ نامراد را

اواخر حال میں جب مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے تو فرمایا۔

خوش وقت کسے که مے در خمخانه

از غم بسبو کشد نه از پیمانه
صد بار اگر نیست شود عالم هست
واقف نشود که هست عالم یانه

یہ فنا فی اللہ کے حال کی تعبیر ہے جب بندہ نہیں رہتا' وہ فنا ہو جاتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہتے ہیں۔

رفت اوز میاں همی خدا ماند خدا
الفقر اذاتم هو الله این است

اب یہاں ہم' مقام عشق' پر اپنی گفتگو کو ختم کرتے ہیں۔ اس مسئلہ سے اہل کمال کے دفاتر بھرے ہوئے ہیں۔ کہاں تک طول دیا جائے۔

من شاء الا طلاع علیه کماهی فلیراجع علی اسفار
هؤ لاء الکبار اولی الایدی والابصار

آئندہ صفحات پر انشاء اللہ عشق فانی اور عشق باقی کا ذکر کریں گے۔

اللہ قادر وکریم نے ارشاد فرمایا۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی وبھانا ظرۃ ’’بہت سے چہرے اس دن خوش ہوں گے اور اپنے رب کی زیارت سے مشرف ہوں گے‘‘ محترم قارئین کرام! اللہ قادر وکریم نے اس عالم کو چار عنصر سے بنایا ہے۔ ہر جسم میں اپنے عناصر کا اثر اور نشان ظاہر موجود ہے لیکن جہاں عالم اجسام میں عناصر کے آثار موجود ہوئے تھے۔ وہاں خالق کے آثار بھی مخلوق میں موجود ہوئے۔ اب طبی قاعدہ سے یوں سمجھ لینا چاہئے کہ جس چیز میں آگ کا اثر ہوگا اس چیز کا مزاج حار یابس ہوگا۔ جس کے مزاج میں پانی کا اثر غالب ہوگا اس کا مزاج بارد رطب ہوگا۔ جس میں ہوا کا اثر زیادہ ہوگا اس کا مزاج حار رطب۔ جس کے اندر خاکی عنصر غالب ہوگا اس کا مزاج بارد یابس ہوگا۔ جہاں یہ آثار اجسام میں عناصر کی یادگار باقی ہے وہاں ضرور کچھ نشان مخلوق میں خالق کا بھی جلوہ گر رہا یعنی سب سے اول محبت اور چاہت کا وجود اس کی ذات میں تھا اور اب بھی وہیں ہے مگر کچھ شعاعیں اس نور سے نکل کر مخلوقات میں بھی طاہر ہوئیں۔ مخلوق کی چاروں قسموں نے اپنی اپنی قابلیت کے قابل اس نور سے حصہ لیا۔ معدنیات میں بھی اس کی چمک ہے‘ نباتات میں بھی اس کی جھلک ہے‘ حیوانات بھی اس دولت سے محروم نہ رہے۔ حضرت انسان نے تو کچھ پردہ ہی نہ رکھا سارا ہی راز کھول دیا مگر اتنا ضرور ہے کہ خاکی حصہ کے غلبہ نے بعضے دماغوں میں کچھ کدورت پیدا کر دی تھی جس کو انبیاء کی ذات نے آ کر دور کیا اور صاف بتایا کہ فانی محبوب کا عشق فانی ہے فانی عشق کے ساتھ عاشق بھی فانی۔ معشوق بھی فانی۔ جس محبت کا محبوب باقی وہ محبت باقی‘ اس کا محب باقی۔ اس روحانی راز کو ہم اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھ سکتے ہیں کہ جب ہمارے سامنے ایک چکی آٹا پیس رہی ہوتی ہے تب ہم غور کریں کہ ایک سنگین پاٹ اوپر ہے اور دوسرا پاٹ نیچے ہے۔ نیچے کا پاٹ قائم ہے اور کا پاٹ بہت زور سے حرکت میں ہے‘ ایک آہنی کیل نیچے کے پاٹ میں لگی ہوتی ہے جس کے سہارے سے اوپر کا پاٹ چکر کھاتا ہے اور غلہ کو پیستا ہے۔ پھر جس قدر غلہ چکی کے اندر جاتا ہے سب پس جاتا ہے لیکن وہ دانہ جو اس کیل سے جا ملے گا جس کے سہارے چکی کا بالائی پاٹ چکر کھا رہا ہے‘ جسے عرف عام میں کیل کہتے ہیں وہ پسنے سے بچ جائے گا خواہ ایک سیکنڈ میں ایک ہزار دفعہ چکی چکر کھائے مگر وہ دانہ جو کیل سے مل گیا ہے وہ کبھی نہ پسے گا۔ اسی طرح اس جہان کے دو پاٹ ہیں ایک زمین ایک آسمان خواہ ایک پاٹ چلتا ہے یا دونوں مگر یہ دونوں پاٹ ایک کیل کے سہارے پر ہیں جس کا نام خالق السموات وارض ہے۔ جو شخص ان پاٹوں کے درمیان میں آیا اناج کی طرح پس گیا لیکن جس شخص نے اس بڑی چکی کی کیلی سے اتصال اور قربت حاصل کر لیا وہ ہمیشہ کے لئے سالم رہا اور حقیقی موت سے محفوظ رہا۔ والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنو وعملو الصالحت وتوصوبالصبر

و تو صوا الحق ''سارا جہاں ہر ایک انسان نقصان کے گڑھے میں ہے مگر صرف ایمان اور نیک عمل والے اس بلا سے محفوظ ہیں''۔ ملاحظہ کیجئے کہ معدنیات اور جمادات میں عشق کی کشش لوہے اور مقناطیس میں موجود ہوئی لیکن خاکی عنصر کے غلبہ کی وجہ سے لوہے نے غلطی کھائی اللہ کو چھوڑ کر پتھر کا عاشق ہوا خالق کو چھوڑ کر مخلوق کا طالب بنا۔ دنیا میں کالا منہ ہوا ناجائز عشق کی سزا میں ہمیشہ آگ میں جلایا گیا ہتھوڑوں سے کچلا گیا دنیا میں یہ سزا بھگتی' آخرت میں جہنم واصل ہوا۔ جہنمی لوگوں کے گلے کا طوق پیروں کی زنجیر بنا وہاں بھی آگ سے نجات نہ پائی' فانی عشق کا ہمیشہ یہی نتیجہ ہوتا ہے لوہا آگ میں گرا کچھ بھی نہ ہوا لیکن اگر کوئی اللہ قادر و کریم کا عاشق آگ میں گرا جلتی آگ بجھ گئی' دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں جلایا نار گلزار ہوئی' سوختہ لکڑیاں خوشبودار پھولوں کے درخت بنے دوزخ جنت ہوئی سبحان اللہ۔

ایک جگہ حضرت رابعہ رحمتہ اللہ علیہ جا رہی تھیں رستہ میں ایک واعظ صاحب جنت کا تذکرہ بہت مبالغہ سے فرما رہے تھے۔ رابعہ بصریہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں جنت کا ذکر پیچھے کرنا پہلے جنت کے مالک کو رضامند کرلو' دیکھو اس کی رضا کا نام جنت ہے اس کے غضب کا انجام دوزخ ہے کیا تم نے نہیں سنا کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں آباد تھے مگر جب اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا جنت سے نکالے گئے اور دنیا کے عذاب میں ڈالے گئے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب محبوب حقیقی کو راضی کیا تب ان کے لئے آگ بھی گلزار بنائی گئی۔

ایک مندر کا واقعہ

سومنات یا کسی دوسرے مندر میں ایک بڑے وزن بڑے قد و قامت کا آہنی بت معلق ہوا میں قائم تھا۔ ناواقف لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ کوئی زبردست خدا ہے جو زمین میں ہے نہ آسمان میں بلا ستون اور بلا سہارے اپنے ست پر کھڑا ہے لیکن وہاں راز یہ تھا کہ وہ بت لوہے کا تھا جس مکان میں اسے قائم کیا تھا وہ کمان سب طرف سے مقناطیس کا تھا۔ ہر چہار طرف سے مقناطیس کی طرف وہ آہنی بت برابر کھنچتا اور مائل ہوتا تھا اور سب طرف کی کشش یکساں اور طاقت میں برابر ہونے کی وجہ سے اس بت کا میلان کسی ایک جانب نہ ہونے کی وجہ سے معلق قائم ہوا تھا۔ جب آہنی بت نے ہر چار طرف اپنے محبوب کا جلوہ دیکھا حیرت میں آ کر متحیر کھڑا رہ گیا۔ ایک عرصہ تک وہاں یہی تماشہ رہا ایک دن کوئی عالم سائنسدان بھی وہاں آیا اور اس نے تجربہ کے لئے ایک کمبل مکان کی چھت کی طرف پردے کے طور پر قائم کیا جب چھت کی جانب سے آہنی بت کو مقناطیس کا جلوہ نظر نہ آیا مجبوراً وہ نیچے کی طرف ہو کر فوراً گر گیا۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ایسا واقعہ کسی باخدا عاشق مولیٰ سے بھی ہوا ہے وہ بھی دیدار الٰہی کی محویت میں سالہا سال تک بے حس و حرکت کھڑا رہا ہو (روض الریاحین الکبیر قال الشیخ سفی الدین رایت بحیرة مصر امرأة مولهته اقامت فوق ثلاثین سنة قائمة علی رجلیها فی مکان من الارض ماجلست ؟؟؟؟ ولا نها را لاشتاء ولا صیفالایترهاشئ عن الشمس والمطه تاوی

الحیات والثعابین سجولها وکان امرھا عجیبة)''ہمیں یہ واقعہ روض الریاحین الکبیر میں دیکھنے میں آیا حضرت شیخ صفی الدین نے فرمایا کہ مجھے مصر کے قریب ایک آبادی میں ایک باخدا بی بی جو لذت دیدار میں خود رفتہ ہوئی تھی' دیکھنے کا اتفاق ہوا جو پورے تیس سال تک ایک ہی جگہ زمین پر کھڑی رہیں اس عرصہ میں نہ کبھی رات کو بیٹھیں نہ دھوپ سے کوئی پردہ کیا کرتی تھیں نہ مینہ سے' صدہا چھوٹے بڑے سانپ ان کے پیروں میں جمع رہتے تھے'اس بزرگ بی بی کی بڑی عجیب حالت تھی''۔

سچ ہے دلا مرداوہتگی زین بیاموز' اے مسلمان مرد اس عورت سے باخدا ہونے کا سبق حاصل کر' وہ کیا چیز تھی وہ کونسا جلوہ تھا جس نے انسان کو پتھر کا بنا دیا تھا۔ سبحان اللہ' سبحان اللہ۔ افسوس مقناطیس آئینہ اور صندوقچہ میں قید ہو کر اپنے محبوب کی سمت نہ بھولا' برابر قطب نما بنا رہا۔ تو نے اے مسلمان بیمار ہو کر نماز چھوڑ دی ذراسی قید میں اللہ کو چھوڑ بیٹھا' اس کے دروازہ کی سمت بھول گیا' نباتات میں دیکھئے گھاس کا تنکا کہربا پر عاشق ہوا یا کہربا تنکے پر مائل ہوا لیکن دونوں ذلیل ہی رہے' یہ کوڑا اٹھانے والا ہوا۔ غیر خدا کے طالب ہمیشہ یونہی ذلیل ہوتے ہیں۔ حیوانات میں دیکھئے کہ مچھلی نے پانی کی عاشق ہو کر اس درجہ پانی کی محبت بڑھائی کہ ایک بالشت سیکم کی مچھلی کبھی بڑے سے بڑے سمندر سے بھی سیراب نہ ہوئی' جب کبھی سمندر میں بارش ہوئی فوراً سمندر کی مچھلیوں نے منہ کھول کر مینہ کی بوندیں منہ میں لیں۔ ہزار سال کے متصل وصال کے بعد بھی کبھی ایک لحہ کے لئے فراق محبوب کو گوارا نہ کیا اگر کبھی ایسا ہو بھی گیا تو پانی کے جدا ہوتے ہی جان کو بھی جدا کر دیا پھر مچھلی مر کر جس پیٹ میں بھی گئی اپنے مدفن اپنی قبر کو بھی اپنے محبوب کا طالب بنایا یعنی مچھلی کھانے والا بھی مچھلی کی طرح پانی کا متلاشی ہو جاتا ہے۔ اے انسان تو کبھی مچھلی کی طرح اپنے محبوب حقیقی کا عاشق نہ ہوا اور نہ تو نے مر کر اپنی قبر سے محبت الٰہی کے شعلے نکالے۔ کیا خسر الدنیا والاخرة کا مصداق تو ہی ہوا مگر یاد رکھو جب کہ مچھلی اپنے مولیٰ کو چھوڑ کر غلطی سے پانی کی عاشق ہوئی اس غیر پرستی کی لعنت میں اس کا سارا جسم متعفن ہوا اگر کوئی مچھلی کو کسی بڑے دریا سے دھوئے گا تو بھی اس کی بدبو نہ جائے گی۔ مچھلی بھی متعفن جو اس کو ہاتھ میں لے ہاتھ متعفن' جس برتن میں مچھلی پکائی گئی وہ برتن متعفن' کھانے والے کا منہ متعفن' جس برتن میں وہ پانی ہے وہ برتن متعفن۔ سچ ہے غیر پرستی کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے' پروانہ نے شمع سے عشق پیدا کیا۔ طیاش اور بے عقل نام رکھویا۔ عرب میں مثل مشہور ہے۔ فلاں شخص پروانہ سے زیادہ بے عقل ہے۔ غور سے دیکھیں کہ اس بیچارے پروانے نے کس شوق اور کس رضامندی اور سکوت کے ساتھ اپنی عزیز جان کو شمع کے جمال پر قربان کیا۔ چنانچہ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے مرغ سحر عشق زپروانہ بیاموز
کاں سوختہ راجاں شدہ آواز نیامد

جان دے دی مگر آواز نہ نکالی لیکن اس بیچارے کے حال کی شمع کو خبر بھی نہ ہوئی۔ سچ ہے اندھے کے سامنے روئے اور اپنے نین کھوئے۔ پروانہ کا عشق بھی بیکار اور جان بھی بیکار۔ خدا سے یوں دور ہوا کہ غیر

پر جان دی۔ غیر نے یوں بے رحمی سے قتل کیا' لوگوں کے نزدیک یوں بے عقل کہلایا۔ سچ ہے کہ ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مور یعنی طاؤس شیر پر عاشق ہوا جہاں شیر کی آواز سنی یا شیر کی صورت دیکھی دیوانوں کی طرح دوڑتا شیر کے پاس حاضر ہو۔ فوراً شیر کے جسم سے چچڑیاں وغیرہ کیڑے چن کر کھائے' شیر کے متعفن اور بدبودار منہ اور دانتوں سے شکار کے گوشت کے ریشے نکال کر کھائے۔ اب یہ فرمائیے کہ مور کو شیر کے عشق سے کیا حاصل ہوا' سوائے چچڑوں اور بدبودار منہ کی بو سے۔ ادھر شکاریوں کو موقعہ ملا انہوں نے مصنوعی شیر کا لباس بنا کر مور کو دھوکہ دے کر خوب شکار کیا۔ انجام کار شیر کی محبت نے مور کو موت کے گھاٹ اتارا۔ عشق کے معنی یہی ہیں کہ محبوب کی محبت میں ایسا چور ہونا چاہئے کہ اگر کوئی محبوب کے ہم شکل بن کر بھی سامنے آئے تب عاشق صادق اس کی بھی اطاعت ویسی ہی کرے گا جیسے اصل محبوب کی باخدا لوگ یہ صفت بھی حاصل کر چکے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام بہت سے تھے مگر آپ جس کسی غلام کو عبادت الٰہی کرتے' نماز اچھی طرح پڑھتے ہوئے دیکھتے اسے آزاد کر دیتے تھے۔ جب جناب کی یہ عادت مشہور ہوئی تب ایسا ہونے لگا کہ جو کوئی غلام آپ کی قید غلامی سے آزاد ہونا چاہتا تھا وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو کر نماز بہت درست کر کے پڑھنے لگتا تھا۔ ایک دو مرتبہ جب آپ اس غلام کو ایسی نماز پڑھتے دیکھتے فوراً آزاد کر دیتے اور فرماتے ''ایک شخص سے دو کی اطاعت پورے طور سے نہیں ہو سکتی' اس لئے جاؤ عبادت الٰہی بجالاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا''۔ پھر تو آپ کے غلام اس طرح مصنوعی نمازیں پڑھ کر آزاد ہوئے تب آپ کے دوستوں نے کہا کہ یا حضرت یہ غلام آپ کو دھوکہ دیتے ہیں' آپ کے دکھانے کے لئے ایسی نمازیں پڑھتے ہیں تاکہ آپ انہیں آزاد کر دیں۔ درحقیقت یہ ایسے باخدا نہیں ہوتے۔ یہ بات سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں اپنے خدا کا عاشق اور محب ہی کیا ہوا جو اس کے نام سے دھوکہ نہ کھایا' میرے سامنے جو کوئی میرے محبوب کا نام جھوٹ سے بھی لے گا میں اسے سچا ہی جانوں گا' ورنہ پھر محبت ہی کیا ہوئی۔ محبت کے معنی یہ ہیں کہ جہاں محبوب کا نام آ گیا عاشق کا کام تمام کر گیا۔ مور بیچارا شیر کی مصنوعی صورت پر مر مٹا مگر سوائے نحوست اور موت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

حیواۃ الحیوان میں لکھا ہے۔ **ربما دلت رؤیته فی المقام علی زوال النعم والخروج من النعیم الی الشقادة ومن السعة الی الضیق** مور کا خواب دیکھنا بدفالی ہے خواب دیکھنے والے کی نعمت موجودہ فنا ہو کر تنگدی آنے کا اشارہ ہے۔ مسلمانو! اس خوبصورت جانور کو یہ سزا غالباً غیر پرستی کے صلہ میں ملی ہے' کیونکہ اس نے محبوب حقیقی سے محبت چھوڑ دی اور ایک درندے سے محبت جوڑی'

غیر پرستوں میں جو کچھ عیب ڈالے جائیں وہ سب ٹھیک ہیں معاذ اللہ اللھم ارزقنی یاالٰہی اپنی محبت عطا کر اور غیروں کی محبت سے محفوظ رکھ۔ مور شیر کا مطیع ہوا اور شیر خدا کے بندوں کا مطیع ہو (روح البیان)۔

☆ مروان بن حکم کی مجلس میں ایک وقت مزامیر گانے باجے بج رہے تھے وہاں کہیں ایک عالم باخدا بھی تشریف لے آئے' خلاف شرع عمل دیکھ کر تاب نہ رہی فوراً اٹھ کر باجوں کو توڑ کر من رای منکم منکرا۔ حدیث پر عمل کیا۔ مروان نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ اس شخص کو سرکاری شیروں کے سامنے ڈال دو۔ خلیفہ کا حکم سنتے ہی لوگوں نے انہیں گرفتار کر کے شیروں کے پنجرے میں ڈالا۔ انہوں نے وہاں جا کر نماز کی نیت باندھ لی اور ساری رات شیروں کے سامنے کھڑے عبادت الٰہی بجالاتے رہے۔ شیران کے پیروں کو چاٹتے رہے۔ صبح کو مروان نے کہا جاؤ دیکھو اس شخص کا کیا حال ہے' جب لوگ انہیں دیکھنے گئے تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا' بلا کر خلیفہ مروان کے پاس لائے مروان نے پوچھا کہ آپ کی رات کس خیال میں گزری۔ آپ نے فرمایا کہ نماز پڑھتا تھا مگر کبھی کبھی نماز میں یہ خیال آتا تھا کہ کہیں میری طہارت میں تو فرق نہیں آیا کیونکہ شیر میرے پیر چاٹ رہے ہیں' شریعت میں ان کا لعاب دہن پاک ہے' اے خلیفہ اسی خیال میں رات گزر گئی سبحان اللہ۔ مور شیر کا منہ صاف کرتا ہے' شیر باخدا لوگوں کے پیر اپنے منہ سے صاف کرتا ہے۔

حیواۃ الحیوان میں ہے۔ عن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انہ خرج فی بعض اسفارہ الخ حضرت ابن عمر کہیں سفر میں جاتے تھے' رستہ میں ایک جگہ لوگوں کو رکے ہوئے کھڑا دیکھ کر فرمایا یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں۔ عرض کیا کہ ایک شیر رستہ میں آن کر بیٹھ گیا ہے لوگ شیر کے خوف سے رکے کھڑے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابن عمر فوراً اپنی سواری سے اتر کر شیر کے پاس تشریف لے گئے اور شیر کا کان پکڑ کر فرمایا جاؤ رستہ چھوڑ دو' شیر جنگل کی طرف چلا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شیر تجھ سے وہ ڈرے گا جو خدا سے نہ ڈرے گا اور رستہ صاف ہوا۔

مسلمانو! دیکھو حیوانات کا بادشاہ محبوب حقیقی کے غلاموں کا غلام ہوتا ہے' اچھا حیوانات کے سلسلے کو چھوڑ کر حضرت انسان کی طرف آیئے۔ ان سب سے زیادہ قابل ذکر حضرت یوسف علیہ السلام چاہنے والے ہیں۔ جن کے محبت کی کوئی نہایت نہ رہی تھی۔ سب سے اول ان میں حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں' اگر ایک گھڑی حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ دیکھتے تب نیم بسمل ہو کر تڑپتے تھے۔ اللہ کریم کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ چاہت پسند نہ آئی۔ شانِ محبوبیت الٰہی کو غیرت آئی فوراً باہم جدائی ڈلوائی عرصہ دراز تک روتے روتے نابینا ہوئے' غم میں دانہ پانی چھوڑ کر ضعیف کبڑے ہوئے' بستی کا رہنا چھوڑ کر جنگل میں سرِ راہ گڑھا کھود کر رہتے تھے' جب کوئی مسافر ادھر سے گزرتا تھا پوچھتے تھے کہ کیا تم نے کہیں میرے یوسف کو دیکھا ہے؟ دیوانہ وار چالیس سال گزار دیئے' مگر سوائے ملال اور غم کے کوئی نتیجہ حضرت یعقوب علیہ السلام

کو نہ ملا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھئے کہ بڑھاپے میں نونہال عزیز فرزند کو خدا کی راہ میں ذبح کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس سال تک اپنے فرزند کے فراق میں روئے۔

ببیں نفادتِ رہ کجاست تا بکجا

☆ بعض اہل اسرار نے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو گود میں لے کر پیار کر رہے تھے، ملائک نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی ابراہیم تیری محبت کا دعویٰ کرتا ہے، پھر وہ اپنے بیٹے کی محبت میں چور ہو رہا ہے۔ ارشاد ہوا کہ ابراہیم کے دل میں ہمارے سوا کسی کی محبت نہیں ہے اور میں ابھی ابراہیم کو اس کے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہوں، اس وقت تم دیکھ لو گے کہ سوائے ہمارے ابراہیم علیہ السلام کو کسی کی محبت نہیں اور وہ بیٹے کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ اسلام ملک شام سے مکہ معظمہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ملنے تشریف لائے تو ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ آٹھویں شب کو آپ مکہ میں تھے رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص غیب سے آواز دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) تمہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم اپنے فرزند کو اللہ کے لئے ذبح کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس خواب کے معنی اچھی طرح نہ سمجھے، صبح اٹھ کر آپ نے بہت سی قربانیاں اس خواب کی تعمیل ارشاد میں ذبح کیں، نویں شب کو دوبارہ پھر خواب دیکھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے ابراہیم اپنے فرزند کو ہمارے لئے ذبح کرو۔ آپ نے فرمایا کہ اے الٰہی بیٹے کو کس طرح ذبح کروں پھر تیسری رات دسویں شب کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھا کر فرمایا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) اسی طرح اسمٰعیل (علیہ السلام) کو ہمارے لئے ذبح کر دے، جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے دیکھا، اس وقت یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بڑا دنبہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس کھڑا ہوا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سفارش کرتا اور یہ کہتا ہے کہ اے ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے مجھے ذبح کر لیجئے مگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑ دیجئے۔ یہ مفصل خواب دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی اور آپ کو یقین ہوا کہ ضرور مجھے یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے اور یہ خواب بھی اللہ تعالیٰ ہی نے دکھایا ہے۔ دسویں تاریخ کی صبح کو آپ کا مصمم ارادہ ہوا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیا جائے مگر ابھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام صغیر سن تھے۔ کل سات سال کی آپ کی عمر تھی اس لئے اس کا راز صاف طور سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے کہنا پسند نہ کیا مگر علی الصبح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو پکار کر فرمایا کہ اے اسمٰعیل (علیہ السلام) ایک رسی اور ایک چھری لے کر ہمارے ساتھ چلو، ادھر بیوی ہاجرہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ سے کہا کہ آج ہم اسمٰعیل علیہ السلام کو بڑے شخص کے ہاں مہمان لے جائیں گے تم اسے نہلا دھلا کر عمدہ کپڑے پہنا دو اور اس کے بدن میں خوشبو لگاؤ۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکم کے مطابق حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو خوب آراستہ کیا ادھر حضرت ابراہیم علیہ

السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو راہ خدا میں ذبح کرنے کے لئے نہایت خوشی سے ساتھ لے کر چلے جب گھر سے باہر نکل کر جنگل میں پہنچے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) آپ چھری اور رسی کس لئے ساتھ لے کر چلے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ آگے چل کر ہم ایک قربانی ذبح کریں گے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خاموش ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلے یہ دونوں حضرات ادھر روانہ ہوئے ادھر شیطان لعین ایک پیر مرد کی صورت بنا کر حضرت ہاجرہ کے پاس آیا اور یہ کہا کہ اے بی بی کچھ خبر ہے کہ آج ابراہیم (علیہ السلام) اسمٰعیل (علیہ السلام) کو کہاں لے کر گئے۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ آج کہیں مہمان بنا کر لے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا کہ کہیں مہمان نہیں لے گئے آج ابراہیم (علیہ السلام) اسمٰعیل (علیہ السلام) کو ذبح کرنے لے گئے ہیں اور آج ابراہیم (علیہ السلام) اسمٰعیل (علیہ السلام) کو خدا کے گھر پہنچائیں گے۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ اے بوڑھے تو کیسی عقل کے خلاف بات کہتا ہے کیا باپ نے بیٹے کو بھی قتل کیا ہے جو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کو قتل کریں گے۔ اس نے کہا کہ ان کو اللہ کی طرف سے ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ اللہ قادر و کریم کا نام سنتے ہی حضرت ہاجرہ علیہم السلام نے فرمایا کہ شاید تو شیطان ہے جو مجھے بہکانے آیا ہے اے بوڑھے اگر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو ہماری جان اللہ کریم کے لئے حاضر ہے اور ہمیں کوئی عذر نہیں چاہئے کہ ابراہیم (علیہ السلام) وہاں اسمٰعیل (علیہ السلام) کو ذبح کریں پھر گھر میں آ کر مجھے ذبح کریں جب شیطان کا کوئی مکر حضرت ہاجرہ کے سامنے نہ چلا تب لعین مایوس ہو کر وہاں سے بھاگا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس آیا اور یہ کہا کہ اے اسمٰعیل (علیہ السلام) تم کو معلوم ہے کہ آج ابراہیم (علیہ السلام) تمہیں کہاں لے جاتے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا جنگل کی طرف ایک قربانی کے لئے جاتے ہیں کہا وہ قربانی اور کوئی نہیں ہے صرف تم کو ذبح کر کے قربانی ادا کریں گے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا کہ ماں باپ بیٹے کو ذبح نہیں کرتے یہ تیرا غلط خیال ہے۔ لعین نے کہا کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے اسی طرح کا حکم دیا ہے یہ سن کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تب ہمیں کیا انکار ہے زہے نصیب ہمارے جو ہمیں مولیٰ اپنی قربانی میں قبول فرمائے۔ یہ سن کر شیطان بہت ذلیل ہوا اور وہاں سے ہٹ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور یہ کہا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) اچھے شیطانی خواب کے پیچھے لگے ہو تم کو شیطان نے دھوکہ دیا ہے جو تم ناحق ایک بے گناہ کا خون کرنے پر تیار ہوئے ہو۔ دیکھو قابیل نے ناحق خون کیا آج تک وہ لعنت میں گرفت رہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ۔

یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لعین دور ہو قابیل کے اور میرے قتل میں فرق ہے۔ اس نے اپنی نفسانی خواہش کے لئے قتل کیا تا کہ ہابیل کی بیوی جو نہایت حسین تھی قابیل کو مل جائے۔ قابیل کا فعل اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے تھا اور میرا یہ فعل مولیٰ کے خوش کرنے کے لئے ہے۔ قابیل

نے ہابیل کو قتل کر کے حسین عورت کو اپنے لئے خالص کر لیا اور میں اسمٰعیل (علیہ السلام) کو قتل کر کے اپنے دل کو اپنے مولیٰ کے لئے خالص کروں گا تا کہ میرے مولیٰ کے اور میرے درمیاں میں کوئی محبت کا علاقہ حائل نہ رہے۔ جب لعین کو سب طرف سے ناامیدی ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آ کر آپ کو جبراً روکنا چاہا اور جمرہ اولیٰ کے پاس ایک دیو کی صورت بنا کر رستہ روک لیا اور یہ کہا کہ دیکھو تم کس طرح جا سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا اور یہ فرمایا کہ آپ سات کنکریاں ہاتھ میں لے کر اور اللہ اکبر زبان سے کہہ کر وہ کنکریاں شیطان کی طرف پھینک دیں۔ لعین وہاں سے بھاگ کر جمرہ اوسط کے پاس آ کر رستہ روک کر کھڑا ہوا اور وہاں سے بھی تکبیر کے نعروں کے ساتھ کنکریاں کھا کر بھاگا پھر تیسرے منارہ کے پاس جس کا نام جمرہ عقبہ ہے اسی طرح پٹا۔ اتنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک وسیع میدان میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) وہ قربانی جس کے ذبح کرنے کے لئے آپ یہاں آئے ہیں کہاں ہے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں یہ فرمایا۔ جس کو قرآن مجید بیان فرماتا ہے۔ فلما بلغ معه السعی قال یابنی انی اری فی المنام انی اذ بحك فانظر ماذا تری جب دونوں چل کر دور پہنچے تب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) سے کہا کہ اے میرے کم سن بیٹے میں چند بار خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا میں تجھے اللہ کی راہ میں ذبح کرتا ہوں' اب اپنے جی کی بات سے مجھے اطلاع دو کیونکہ یہ کام بغیر تمہاری رضامندی کے پورا نہیں ہوسکتا۔ یابت افعل ما تومر ستجدونی ان شآء الله من الصابرین یہ سب کر حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) نے فرمایا اے میرے ابا جان جلد کیجئے وہ کام جس کا آپ کو حکم ملا ہے بہت نزدیک ہے وہ وقت کہ آپ مجھے صبر والا پائیں گے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے برابر کا پایا تو فوراً آپ کو گلے لگا کر پیار کیا اور فرمایا نعم المعین انت یابنی اے میرے لخت جگر' تو میرے لئے اللہ کی مرضی پوری کرنے میں بہت اچھا مددگار ہے۔ پھر دونوں باخدا بزرگوں نے ذبح کی تیاری کی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری ہاتھ میں لی تب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ابا جان چند باتوں کی آپ کو وصیت کرتا ہوں۔

پہلی وصیت یہ ہے کہ آپ چھری کو بہت تیز کر لیں' دوسری وصیت یہ ہے کہ میرے ہاتھ پیر رسی سے خوب مضبوط باندھ لیں شاید چھری کی تکلیف سے گھبرا کر ہاتھ پاؤں مارنے لگوں اور اللہ کے ہاں بے صبر لکھا جاؤں' پھر اللہ کے ہاں بے صبر کہہ کر پکارا جاؤں' تیسری وصیت یہ ہے کہ میرے خون آلودہ کرتے کو لے جا کر میری ماں کو دیدیا جائے تا کہ وہ میرے خون کی نشانی سے مجھے یاد رکھے اور ہمیشہ میرے لئے دعا کرے کہ الٰہی اسمٰعیل (علیہ السلام) کا خون قبول کیا جائے واپس نہ کیا جائے۔ چوتھی وصیت یہ ہے کہ ذبح کرتے ہوئے مجھے منہ کے بل لٹا کر میرا منہ خاک میں چھپا دیا جائے ایسا نہ ہو کہ آپ میری صورت دیکھ کر

ترس کھا کر اللہ تعالیٰ کے حکم مین دیر لگا ئیں۔ جب بہت تھوڑے سے لفظوں میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ان دردناک آخری وصیتوں کو پورا کر چکے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی چھری کو پتھر پر خوب تیز کیا پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کو رسی سے مضبوط باندھ کر قبلہ کی طرف آپ کا منہ کر کے ہاتھ میں آہنی چھری دل میں عشق الٰہی کی کٹاری لے کر نہایت مردانگی سے اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے پر پھیری۔ ادھر چھری پھیری جاتی ہے ادھر آسمان کے دروازے کھولے گئے اور ارشاد ہوا کہ اے فرشتو جاؤ آج تم بھی اسمٰعیل (علیہ السلام) کے قربان ہونے کا تماشہ دیکھو کہ ایک نبی کو دوسرا نبی بیٹے کو باپ صرف ہمارے لئے ذبح کرتا ہے۔ تم نے ہم سے کہا تھا کہ الٰہی ابراہیم تیرا کیسا دوست ہے جو بیٹے کو اس کثرت سے پیار کرتا ہے۔ الٰہی جب تیری محبت اس کے دل میں بھر چکی ہے تب دوسرے کی محبت کے لئے کب جگہ ہوسکتی ہے۔ ملائکہ جاؤ تم کو اس کا جواب خود ابراہیم (علیہ السلام) اپنے عمل سے دے گا۔ جب کچھ عرصہ تک برابر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے کو کچھ خبر نہ ہوئی تب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ابا جان کی اآپ ابھی تک مجھے آزمائے جاتے ہیں جو میرے گلے پر الٹی چھری پھیرتے ہیں۔ اے اباں جاں مجھے جلد ذبح کیجئے کہ اب انتظار شاق گزر رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور زیادہ زور سے چھری کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے پر چلایا پھر بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ابا جان کیا آپ نے اس وقت میرا منہ دیکھ لیا ہے اور آپ کو مجھ پر ترس آ گیا ہے جو آپ کا ہاتھ کام نہیں کرتا' آپ مجھ کو سجدہ میں ڈال کر ذبح کریں ایک تو میری جان سجدہ میں نکلے' دوسرے آپ کی طرف سے میرا منہ چھپ جائے گا۔ اے ابا جاں دیکھئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ کیجئے یہ سن کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سجدہ میں لٹا کر پھر آپ کی گردن پر بہت زور سے چھری کو پھیرا مگر چھری نے ایک رونگٹا بھی نہ کاٹا' پھر دوبارہ چھری کو تیز کر کے زور سے چلایا تو بھی کچھ اثر نہ ہوا اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ابا جان مجھے آپ کھول دیجئے مجھ کو باندھ کر ذبح نہ کیجئے کہ شاید ملائک یہ کہیں کہ اسمٰعیل (علیہ السلام) فرمانبردار کہاں رہا جب کہ رسی سے بندھ کر ذبح ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے' تب پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اب آپ تیسری دفعہ چھری کو پھر تیز کر لیجئے شاید پھر کام دے جائے۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تیسری بار چھری کو تیز کیا' ادھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بڑی خوشی سے ذبح ہونے کے لئے زمین پر لیٹے جب اس دفعہ بھی چھری نے کچھ کام نہ دیا تب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا کہ اے ابا جاں چھری کی دھار بگڑ گئی ہے' آپ یوں کیجئے کہ چھری کی نوک میرے حلق میں اتار کر آپ اپنا بوجھ چھری پر ڈال دیجئے تب ضرور کام دے گی اور میں ذبح ہو جاؤں گا۔ ننھی سی بلتی قربانی کی درخواست کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری کی نوک کو اسمٰعیل علیہ السلام کے حلق پر ٹیک کر اپنے جسم کا

عشق حقیقی و مجازی

سارا بوجھ چھری کے دستہ پر دیا اور اتنے زور سے دبایا کہ چھری کا سارا پھل دستہ کے اندر اتر گیا اس وقت ملائک نے شور کیا اور جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی اسمٰعیل علیہ السلام پر رحم کر اور ابراہیم علیہ السلام سے اس حکم کو معاف کر۔ فرمایا پہلے تم نے کیوں کہا کہ ابراہیم (علیہ اللام) کو اسمٰعیل (علیہ السلام) کی محبت بہت زیادہ ہے' اب تم دیکھ لو کہ ابراہیم کو ہماری محبت زیادہ ہے یا اسمٰعیل (علیہ السلام) کی۔ جب چھری نے کچھ کام نہ دیا' ناراض ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے چھری کو پرے پھینکا اس وقت چھری نے پکارا۔ یاابراھیم الخلیل تقول مرة اقطعی والجلیل یقول سبعین مرة التقطعی خلیل تو ایک دفعہ کہتا ہے کہ اے چھری کاٹ' رب جلیل ستر دفعہ فرماتا ہے کہ اے چھری نہ کاٹ' بھلا اے ابراہیم (علیہ السلام) اب میں کس طرح حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کا کوئی رونگٹا کاٹ سکتی ہوں۔ مسلمانو! وہ چھری کس طرح کاٹ سکتی تھی کیونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیشانی میں اس وقت نور محمدی ﷺ موجود تھا۔ جن کی ذات پر ساری دنیا کی نجات موقوف رکھی گئی تھی۔ فلما آسلما وتله المجدین وناذینه ان یآبراھیم قد صدقت الرویاء انا لذالك نجزی المحسنین ان ھذا لھو البلآء المبین فدینه بذبح عظیم خاص ذبح کے معرکہ کے وقت ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو پکارا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) بس تم اپنا خواب سچا اور حکم الٰہی کی تعمیل پوری کر چکے اب آپ بڑے سخت کام میں پوری اترے پھر وہیں ایک آواز آئی پھر وہیں ایک آواز آئی قد صدقت الرویا آپ کا خواب سچا ہوا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تب آپ کو ایک دنبہ کھڑا نظر آیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کہتا تھا کہ اسمٰعیل (علیہ السلام) کے فدیہ میں مجھے ذبح کیجئے اور اسمٰعیل (علیہ السلا) کو چھوڑ دیجئے۔ جس طرح پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں اسمٰعیل (علیہ السلام) کو ذبح کرتا ہوں مگر ایک دنبہ کھڑا ہوا اسمٰعیل علیہ السلام کی سفارش کرتا ہے وہی ہو بہو پورا ہوا جو کچھ آپ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے پہلے کہا تھا کہ آج ہم جنگل میں چل کر ایک قربانی ذبح کریں گے وہ بھی درست ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر دنبہ ذبح کیا۔ جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وفدینه بذبح عظیم ''ہم نے اسمٰعیل (علیہ السلام) کے بدلے میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو بڑا عظیم الشان فدیہ عطا کیا۔

یہ جانور ایک معمولی دنبہ تھا اس کو عظمت والا کیوں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ جانور عوض تھا دو عالی نبیوں کا ایک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جو عمر میں بڑے تھے' دوسرے نبی عربی علیہ السلام جو اس وقت عمر میں چھوٹے مرتبہ میں بڑے تھے۔ اللہ کے فضل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام زندہ سلامت تھوڑے سے وقت میں قرب الٰہی کے لاکھوں مقامات طے فرما کر اپنے گھر واپس آئے جن کی وجہ سے قیامت تک آپ کا ذکر خیر دنیا میں باقی رہا۔ کسی نے جناب سید المرسلین' افضل الاولین والآخرین ﷺ سے پوچھا تھا کہ حضور! یہ ذی الحجہ کے مہینہ میں جو دسویں تاریخ کو مسلمان قربانی کرتے ہیں اس کی وجہ کیا

ہے۔محبوب دوجہاں ﷺ نے فرمایا۔سنة ابیکم ابراهیم یہ ہمارے بزرگ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ذبح کے عمل کی یادگار ہے''۔انہوں نے اللہ کے لئے فرزند کو ذبح کرنا چاہا' تم کو جانور ذبح کرنے کا حکم ملا' پھر نقل اور اصل میں تو بہت بڑا فرق ہے تاہم اس میں بھی ثواب بہت کچھ ہے۔

محترم قارئین کرام! حضرت یعقوب علیہ السلام اولاد کے چاہنے والے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے چاہنے والے۔ پھر دیکھ لو کہ دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ کشف الاسرار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ قادر و کریم نے اس لئے خلیل فرمایا کہ انہوں نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کے لئے آگ میں ڈالا اور اپنے مال کو رضائے محبوب کے لئے مہمانوں و مسافروں کو کھلایا اور عزیز فرزند کو محبوب کے خوش کرنے کے لئے ذبح کرنا چاہا اور اپنے دل کو خاص اللہ کے ساتھ لگایا۔ برائے نام بھی اپنے دل میں غیر کو جگہ نہ دی' کیا حضرت یعقوب علیہ السلام بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو راہ خدا میں ذبح کر سکتے تھے؟ نہیں نہیں حضرت یعقوب علیہ السلام ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ یہ مرتبہ اللہ قادر و کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص کیا تھا۔اب اس کا جو کچھ نتیجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملا وہ بہت عظیم الشان ہے مگر اولاد ابراہیم علیہ السلام اور اولاد یعقوب علیہ السلام کو ملا کر دیکھ لو تو یعقوب علیہ السلام کی اولاد دنیا میں کس ذلت کی زندگی بسر کرتی ہے۔ضربت علیهم الذلة والمسکنة ذلت اور مسکینی کا مامر کہ ان کے ہاتھوں پر لگا ہوا ہے کہیں نام کو ان کی سلطنت باقی نہیں ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد خواہ وہ بنی اسحاق ہوں یا بنی اسمٰعیل یا ان کے ہم مذہب یا خادم دنیا کے بڑے بڑے حصوں پر یہی حکمران ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت کا ثمرہ قیامت تک آپ کی اولاد کے لئے باقی رہا۔مصر اور اطراف مصر کے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے عاشق ہوئے اور اپنے جان و مال کو حضرت یوسف علیہ السلام پر نثار کیا۔ بہت سے مرد بہت سی عورتیں آپ کو دیکھ کر غش کھا کر مر گئیں' جو زندہ رہے وہ مردوں سے بدتر ہوئے کیونکہ جب چاند چھپا چکور اندھی ہوئی' جب شمع گل ہوئی پروانے مردہ ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال ہوا آپ کے عاشق بن آئی مر گئے۔افسوس از خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر اسرار المحبتہ میں حضرت یوسف علیہ الللام کے عاشقوں کا حال تحریر فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں تشریف لائے کہ خبر مشہور ہوئی۔صدہا آدمی نے علی الصبح مالک سالار قافلہ کے مکان کو گھیر لیا۔ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ پاؤں رکھتے کہیں تھے پڑتا کہیں تھا۔سب کے سب نشہ کے عالم میں مدہوش نظر آتے تھے۔مگر وہ سب یوسف علیہ السلام کے حسن کے نشہ میں مست تھے۔سالار قافلہ اس ہنگامہ سے گھبرا کر مکان کی چھت پر چڑھ کر بولا کہ اے لوگو! تم کیوں آئے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ جو کنعانی غلام ہے ہم اس کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ مالک نے کہا اچھا جو شخص اس غلام کی زیارت کرنا چاہے وہ ایک اشرفی منہ دکھائی ساتھ لائے۔سب نے اس شرط کو منظور

کیا اور دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ مالک نے دروازہ کھولا اور مکان کے صحن میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ ہر شخص ایک ایک اشرفی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاؤں میں ڈال کر آپ کی زیارت کرتا تھا۔ ایک ایک اشرفی جمع ہو کر پورے چھ لاکھ اشرفیاں ایک ہی دن مکان میں جمع ہوئیں، پھر جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اس کی عقل جاتی رہی، دیوانہ ہوا، گھر کے رستہ کی خبر نہ رہی، مالک نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ان بے ہوشوں کو اٹھا کر مکان سے باہر ڈالو۔ مالک کے غلاموں نے مردوں کی طرح زیارت کرنے والوں کو مکان سے باہر نکالا۔ جو شخص مکان سے نکلتا اس کی عجیب حالت ہوتی۔ وہ اپنے مکان کا رستہ بھول جاتا وہ اپنے بیگانے کو نہ پہچان سکتا نہ وہ منہ سے کچھ بولتا نہ کسی کی بات سن سکتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے نظارے سے پہلے اچھا خاصہ انسان تھا۔ زیارت کرنے کے بعد پتھر کی طرح سن ہو جاتا۔ پھر تھوڑے عرصہ تک اس کی یہی حالت رہتی تھی۔ جب دوسرا دن ہوا تب لوگوں کا مجمع حضرت یوسف علیہ السلام کے مکان پر اور بھی زیادہ ہوا۔ آج مالک نے حکم دیا کہ جو شخص غلام کنعانی کی زیارت کا ارادہ کرے وہ دو اشرفیاں نذر کرے۔ تب زیارت کرے اس بات کو اہل مصر نے بڑی خوشی سے منظور کیا۔ مالک نے دروازہ مکان کا کھولا۔ لوگ مکان کے اندر آنے شروع ہوئے اس کثرت سے مجمع ہوا کہ آج بارہ لاکھ اشرفیاں نذرانہ کی جمع ہوئیں۔ تیسرے دن جب مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے بازار میں لے جا کر فروخت کرنا چاہا تو پہلے ایک منادی کو بلا کر مصر میں منادی کرائی۔ من اراد شراء الغلام فلیحضر فما بقی احد الاطسع فی شرائه جو شخص کنعانی غلام کے خریدنے کا ارادہ کرے وہ آج مصر کے بازار میں چلا آئے۔ یہ منادی سن کر ہر ایک شخص آپکا خریدار ہوا۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس دن سارا مصر آپ کو دیکھنے آیا یہاں تک کہ پردہ والی عورتیں اور عبادت گزار بڈھے اور سارے گوشہ نشین آپ کی زیارت کے مشتاق ہو کر مصر کے بازار میں آئے۔ مجمع کی کثرت سے صدہا تماشائی دب کر مر گئے، ہزاروں بے ہوش ہوئے، خود عزیز مصر شاہی خزانہ ساتھ لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے آیا۔

ایسے جاہ و جلال کے وقت جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا بازار نہایت گرم تھا، جبکہ ہزارہا مرد و عورت بے خود اور بے دم ہو کر مر رہے تھے۔ ہر شخص کے منہ پر ہائے یوسف ہائے یوسف کا نعرہ بلند تھا۔ ایک عورت فارغہ نامی مصر کی رئیس زادی جو قوم عاد کے گھرانے سے تھی۔ ایک ہزار خچر مال و دولت کے ساتھ لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدنے کو آئی۔ جب اس کی نظر یک بیک حضرت یوسف علیہ السلام پر پڑی۔ آنکھیں اس کی چندھیا گئیں، خود ششدر اور حیران رہ گئی، بے خود ہو کر بولی کہ اے یوسف آپ کون ہیں، آپ کی صورت دیکھ کر میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں، میری عقل جاتی رہی، میں ایک ہزار خچر مال کے بھر کر آپ کو خریدنے آئی تھی، لیکن آپ کی صورت دیکھ کر معلوم ہوا کہ ایک ہزار خچر آپ کے ایک پاؤں کی قیمت بھی نہیں ہو سکتی۔ ساری دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں دولت اور مال خزانے ہیں شاید وہ

سب مل کر بھی آپ کی قیمت ادا نہ کرسکیں۔اب آپ یہ فرمائیں کہ آپ کو کس نے پیدا کیا ہے۔آپ کا خالق کون ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بندہ ہوں اپنے خدا کا اسی نے مجھے پیدا کیا اور اسی نے میری صورت ایسی حسین بنائی جسے دیکھ کر تم حیران ہوتی ہو۔ یہ بات سن کر وہ رئیس عورت بولی کہ اے یوسف میں ایمان لائی اس ذات پر جس نے تمہیں پیدا کیا۔ جب تم اس کی مخلوق ہو کر ایسے خوبصورت ہو بھلا وہ خدا کس شان وجلال کا حسین ہوگا۔ یہ کہہ کر اس عورت نے وہ سارا مال جو ہزار خچروں پر لاد کر لائی تھی راہ خدا میں غریبوں' فقیروں کو خیرات کیا اور اپنا وطن' گھربار' مال' خزانے سب کچھ چھوڑ کر محبوب حقیقی کی تلاش میں ساری عمر دریائے قلزم کے کنارے عبادت کرتے کرتے گزار دی۔

محترم قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ حسن حق کی کیا شان ہے' اس کے عاشق حضرت یوسف علیہ السلام جیسے حسین کو بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے اور یوسف علیہ السلام کو صرف اس لئے دیکھتے ہیں تا کہ نمونہ سے اصل کا قطرہ سے سمندر کا مکان کے روشندان کی دھوپ یا شعاعوں سے آفتاب کا پتہ لگ جائے اور جانتے ہیں کہ یوسف آئینہ ہے مگر آئینہ ضرور بیرونی نور کی شعاعوں کا محتاج ہوتا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام میں یہ نور کہاں سے آیا تھا اور وہ کون سا جلوہ تھا جو یوسف علیہ السلام کی آڑ میں سارے جہاں کو اپنا مفتون کر رہا ہے۔

دوستو! حضرت یوسف علیہ السلام کوئی چیز نہ تھے یہ جو کچھ تھا جمال الٰہی کے آفتاب کا ایک ذرہ تھا پھر ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک'' یوسف کے حسن کی داستان اور یوسف حقیقی کے حسن کی داستان کا فرق قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ داستان حسن یوسف کو دو تین آیتوں میں ذکر کیا ہے اور داستان یوسف حقیقی ایک آیت میں۔ یوسف علیہ السلام کا ذکر یہ ہے فلما رایته اکبرنه وقطعن ایدیهن وقلن حاش لله ماهذا بشرا ط ان هذا الا ملك كريم۔ جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا بہت ہی بڑا خیال کیا اور دیدار یوسف کی محبت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہا کہ یقینی یہ فرشتہ ہے انسان نہیں (تفسیر معالم التنزیل)۔وماتت جماعة منهم حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والی عورتوں میں سے بہت سی عورتیں مر گئیں (روح البیان)۔محبوب حقیقی کے مدعیو! دیکھو عورتوں کو جنہوں نے مخلوق دیکھ کر بے خودی میں ہاتھ کاٹے تم کیسے محبوب حقیقی کے جمال کے عاشق ہو جو ذرا ذرا سی تکلیفوں میں مبتلا ہو کر اللہ قادر وکریم کو چھوڑ دیتے ہو۔عبرت کی جگہ ہے کہ زمانہ سابق میں ہندوستان میں مردہ خاوندوں کی محبت میں زندہ عورتیں آگ میں جلتی تھیں جس کو حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خسرو در عشق بازی کم زهندوزن مباش
که او برائے مرده مید بد زنده جانے خوایش را

افسوس اے مسلمان! تو ایک ہندو کی عورت سے بھی عشق میں کم ہونا چاہتا ہے کیونکہ وہ زندہ عورت

مردہ خاوند کے ساتھ ستی ہو کر آگ میں جل کر مر جاتی ہے‘ مگر تو مرد بھی زندہ محبوب حقیقی کے لئے جان نہیں دیتا۔ افسوس ہزار افسوس‘ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی داستان تین آیتوں میں مذکور ہوئی۔ مگر پھر بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ مولیٰ کے حسن کی داستان صرف ایک آیت میں مذکور ہے لیکن کروڑ ہا یوسف مل کر بھی وہاں کے ایک ذرہ کی برابری نہیں کر سکتے۔ ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام والبحر یمده من بعده سبعة انجر ما نفدت کلمات الله اگر ساری زمین کے درختوں کی شاخیں قلم بنائی جائیں اور سمندر کی سیاہی پھر ایک سمندر کی نہیں بلکہ سات سمندر اور بھی ختم ہو جائیں تو بھی اللہ کے جمال اور جلال کی تعریف ختم نہ ہوگی‘ پھر جس وقت کی تعریف سارے جہاں کے درختوں کی شاخوں کے اور آٹھ بڑے بڑے سمندر سیاہی کے ختم ہو جانے کے بعد بھی تمام نہ ہو پھر کون سی زبان یا قلم اس کے اوصاف جمیلہ کو لکھ سکتا ہے۔

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر

اہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم

حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال سے عورت مرد بے ہوش ہوئے مگر کبھی ایسا نہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والوں کو دیکھ کر کوئی بے ہوش ہوا ہو‘ مگر دیدار الٰہی کی وہ شان ہے کہ جسے محبوب حقیقی سے ہم کلامی میسر ہوئی وہ اس صفت کا ہوا کہ جس نے اسے دیکھا وہ بھی بے ہوش ہو کر گر کر مر گیا۔ (تفسیر در منشور)۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی فرمائی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ حالت ہوئی کہ جو شخص آپ کو بلا نقاب دیکھتا بے ہوش ہو کر گر جاتا اور فوراً مر جاتا۔ پھر یہ نور خاص موسیٰ علیہ السلام کا نور نہ تھا بلکہ جمال الٰہی کا چمکارہ تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دنیا میں ہزار ہا بار اپنا جمال دکھایا مگر مولیٰ نے صرف ایک بار طور پر تجلی فرمائی تھی جس کا عظیم الشان اثر دنیا میں ہوا (روح البیان)۔

علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے دنیا میں تجلی فرمائی‘ اس وقت سارے زمانے کے کھاری پانی شیریں ہوئے‘ ساری دنیا کے مجنوں‘ دیوانے‘ پاگل اچھے ہوئے‘ سارے زمانے کے بیمار تندرست ہوئے‘ سارے کانٹے دار درختوں کے کانٹے دور ہوئے‘ ساری خشک زمین سرسبز اور ہری ہوئی‘ باطل معبودوں پر فنا طاری ہوئی‘ آتش پرستوں کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی‘ جہاں بھر کے بت منہ کے بل گرے‘ ملائک کی آوازیں پست ہوئیں‘ پہاڑ گرنے لگے اور ریت ہو کر بہہ گئے‘ چند پہاڑیاں اپنی جگہ سے اکھڑ کر سمندر میں جا گریں۔ اللہ اکبر محبوب ہو تو ایسا ہو۔ مسلمانو! تمہاری عقلوں نے بڑی غلطی کی ہے جو ہر ایک چیز کی تم نے قدر دانی کی‘ مگر محبوب حقیقی کی ذات عالی کی کچھ بھی قدر نہ کی‘ یہاں تک کہ محبوب کو شکایت کا موقعہ ملا ارشاد ہے۔ وما قدروا الله حق قدره ”لوگو تم نے اپنے اللہ کی قدر نہ کی“ جس طرح یہودیوں نے تھوڑے پیسوں میں خدا کے کلام تورات اور احکام الٰہی کو بدل ڈالا۔ ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا اسی طرح آج ہم نے خاص ذات الٰہی سے دنیا مردار کو بدل

لیا' خدا کو چھوڑا دنیا فانی کو لیا' حسن باقی کو چھوڑا' حسن فانی کو اختیار کیا۔

حیرت اور غیرت کا مقام ہے کیا محبوب حقیقی کے ہم پلہ کوئی چیز ہے جو کوئی عاقل محبوب حقیقی کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کو لیتا ہے' شرم کی بات ہے کہ مقناطیس کالے یا نیلے پتھر پر لوہا اتنا عاشق ہوا کہ مقناطیس کے بدلے نہ سونے کو خریدے نہ کبھی مقناطیس کی چاہت چھوڑ کر سونے کی طرف دوڑے نہ کبھی مقناطیس کے سامنے لعل بدخشاں کی طرف مائل ہوئے جو ہر طرح صورت میں قیمت میں بدرجہا مقناطیس سے بہتر ہے' مگر اے انسان تو اس ذات کے موجود ہوتے جس کی شان لیس کمثلہ شیء ہے' بدتر سے بدتر خسیس سے خسیس چیزیں پسند کرے یعنی عورت کے حسن کو محبوب حقیقی کے حسن پر ترجیح دے' سونے چاندی کی چمک کا جلوہ طور کی چمک پر فوقیت دیوے' پھر عقل مند کہلانے کا خواستگار ہے' معاذ اللہ۔ کسی بادشاہ نے لیلیٰ مجنوں کو اپنے دربار میں بلا کر دیکھا' پھر مجنوں سے کہا کہ بھائی لیلیٰ کوئی ایسی حسین نہیں ہے جس پر تم اتنے فنا ہوئے۔ وہ ایک کالی سی عورت ہے پھر یہ اتنی محبت کا کیا سبب ہے' مجنوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ اے بادشاہ لیلیٰ کے دیکھنے کے لئے مجنوں کی آنکھیں درکار ہیں۔ مجنوں نے کالی عورت کے سامنے حسین عورتوں کا دیکھنا پسند نہیں کیا مگر تم کالی بدصورت عورتوں کی محبت کے مقابلہ میں اللہ نور السموت والارض کو چھوڑتے ہو پھر اگر تمہیں کوئی مجنوں یا احمق کہے تو لڑتے ہو۔ خدا کے لئے عقل سے کام لو۔ آؤ ہم فقیر جوش عشق میں شاہ بلخ کی دختر کی لاش کو قبر سے اٹھا کر لے جائے پھر بت کی طرح سامنے رکھ کر کس کس طرح محبت اور عشق کا اظہار کرے۔

لیکن یہ سب کچھ عشق فانی تھا جو سب کو ساتھ لے کر فنا ہوا۔ اب عشق باقی کی بھی سن لیجئے' اسی شہزادی کے پیٹ سے انہیں بے نوا ادہم کے خون سے حضرت ابراہیم شاہ بلخ پیدا ہوئے جو عشق الٰہی میں سلطنت چھوڑ کر اہل وعیال سے منہ موڑ کر دیدار الٰہی کی تلاش میں جنگل کی طرف نکل گئے۔ ایک دن مکہ معظمہ میں آپ کا اکلوتا فرزند جو آپ کے بعد بلخ میں حکومت اور سلطنت کرتا تھا طواف کی جگہ آپ کے سامنے آیا۔ روض الاریاحین میں ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادہم حج کرنے تشریف لے گئے' اثنائے طواف میں ایک نوجوان حسین شخص آپ کے سامنے آیا۔ لوگ اس نوجوان حسین شخص کے چہرے کو حیرت سے دیکھتے تھے۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس شخص کو دیکھ کر رونے لگے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اے شیخ وقت یہ دیکھنا پھر اس کے ساتھ رونا اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ یہ نوجوان حسین میرا بیٹا ہے جس کو میں بہت چھوٹا سا چھوڑ کر دیدار الٰہی کی تلاش میں نکل آیا تھا۔ اور میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ ساری دنیا کو تیرے لئے چھوڑتا ہوں' میں اس عہد کو توڑتے ہوئے اللہ قادر وکریم سے شرماتا ہوں۔ پھر ادہم نے فرمایا کہ اے شخص تو جا کر اس نوجوان سے سلام علیک کر۔ وہ شخص آیا اور ابراہیم ادہم کے فرزند سے سلام کر کے کہا کہ آپ کے والد بزرگوار بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ باپ کا نام سن کر شہزادہ حیرت میں آ کر بولا کہ میاں میرے والد یہاں کہاں ہوں گے وہ تو ایک عرصہ ہوا کہ محبوب حقیقی کی تلاش میں سلطنت چھوڑ کر نکل

گئے۔ خدا جانے کون سے جنگل میں تلاش محبوب میں پھرتے ہوں گے۔ کہا کہ نہیں وہ اس وقت مکہ میں تشریف لائے ہیں' صاحبزادہ نے کہا کہ کاش میں ایک نظر انہیں دیکھ لوں' خواہ ایک نظر دیکھنے کے بدلے میری جان نکل جائے اور میں مر جاؤں۔ یہ فرما کر صاحبزادہ رویا اور بے ہوش ہوا وہ درمیانی شخص صاحبزادے کے پاس سے حضرت ابراہیم ادہم کے پاس آیا تاکہ شہزادے کی باتیں آپ سے نقل کرے' آ کر دیکھا کہ ابراہیم بن ادہم مقام ابراہیم کے سامنے سجدہ میں پڑے اللہ قادر و کریم کی جناب میں رو رو کر عرض کر رہے ہیں اور ان کے آنسوؤں سے زمین تر ہو رہی ہے۔

هجرت الخلق طوافی هواك
وائیمت العیال لکی امراکا
فلو قطعتنی فی الحب اربا
لما سکن الفؤ دالی سواکا!

اے محبوب چھوڑ دیا میں نے سارے جہان کو تیری طلب میں اور بیوہ اور یتیم بنایا بیوی اور بچوں کو تیری زیارت کے شوق میں۔ اب اگر اے محبوب تو میرے ٹکڑے کر ڈالے تو بھی میرے دل میں سوائے تیری کوئی نہ سما سکے گا۔ سجدہ میں پڑے برابر روتے رہے اور صاحبزادہ کو نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ پھر صاحبزادے سے فرمایا جاؤ رضائے الٰہی کے کام کرو اب جنت میں ملاقات ہوگی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کا فرزند آپ کی محبت میں وہیں مر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب آپ انصاف کریں کہ ادہم کا عشق شاہ بلخ کی دختر کے ساتھ کس پایہ کا تھا اور اب وہ کہاں گیا ہے۔ ابراہیم ادہم کا عشق مولیٰ کے ساتھ کس مرتبہ کا تھا جو آج تک بدستور دنیا میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔ افسوس ادہم مردہ محبوب سے دل لگائے اور تو اے مسلمان زندہ محبوب سے گھبرائے۔

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ ایک دن بصرہ کے بازار میں گشت کر رہے تھے۔ یک بیک بادشاہ کی ایک منظور نظر لونڈی کی سواری ادھر سے گزری۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے لونڈی کیا تجھے تیرا آقا بیچتا ہے یہ کلام وہ مغرور منظور نظر سن کر بہت ہنسی اور یہ کہا کہ کیوں جناب اگر مجھ کو میرا آقا بیچے تو کیا آپ میری قیمت دے سکتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ تم تو کچھ بھی نہیں ہو اگر تم سے بھی زیادہ قیمتی کوئی لونڈی ہو تو بھی میں اس کی قیمت دے سکتا ہوں۔ بادشاہی خواص نے ان کو ایک بڈھا مسخرا جان کر حکم دیا کہ انہیں ساتھ لے لو۔ جب ہم مکان پر پہنچیں تب ہمارے سامنے ان کو پیش کرنا۔ خادموں نے حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ لیا۔ جب شاہی حرم اپنے محل میں پہنچی' مالک بن دینار کو طلب کیا۔ جب آپ اس لونڈی کے آقا کے سامنے تشریف لے گئے' آقا نے کہا کہ اے بڈھے آپ کو کیا حاجت ہے جو یہاں تک آئے ہو۔ فرمایا اگر تم اپنے اس لونڈی کو بیچو تو میں خریدوں گا۔ یہ سن کر بادشاہ بہت ہنسا اور پوچھا کہ اگر یہ لونڈی ہم فروخت کریں تو آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ کہا اچھا لاؤ دیجئے

ہیں قیمت دیجئے۔ ابن دینار نے فرمایا کہ اس لونڈی کی قیمت دو گٹھلیاں ہیں گلے ہوئے چھوہاروں کی۔ یہ سن کر پھر تو سب کو بہت ہی ہنسی آئی۔ پوچھا کہ اے بوڑھے ایسی خوبصورت لونڈی کی قیمت دو گٹھلیاں کس طرح آپ نے تجویز فرمائی۔ فرمایا کہ اس لونڈی میں بے شمار عیب ہیں عیبوں کی کثرت کی وجہ سے اتنی کم قیمت رہ گئی ہے' بادشاہ نے پوچھا کہ میاں وہ کون سے عیب ہیں۔ فرمایا کہ یہ عیب ہیں اگر خوشبو نہ لگائے بدن سے بدبو آنے لگے' اگر مسواک نہ کرے تو منہ سے بدبو آنے لگے' اگر سر میں کنگھی نہ کرے سر میں جوئیں پڑ جائیں' اگر تیل نہ ڈالے سر جھاڑ منہ پہاڑ ہو جائے' تھوڑی سی عمر گذرنے کے بعد بڑھیا ہو جائے' اسے حیض آتا ہے' یہ پیشاب پاخانہ کرتی ہے' ماسوا اس کے تھوک' سنک ذعیر اور بہت سی مکروہ رطوبتیں اس میں سے نکلتی ہیں' علاوہ اس کے غم وحزن وغیرہ بھی اسے لاحق ہوتا ہے اور شاید تجھ سے محبت اپنے لئے رکھتی ہے یا اسے تیری محبت اپنے آرام اور عیش کے سبب ہے' پھر یہ عورت کبھی اپنے عہد کو پورا نہ کرے گی' کبھی تیری محبت میں پوری نہ ہوگی' پھر تیرے مرنے کے بعد جس کے قبضے میں جائے گی تیری سی محبت اس سے بھی کرے گی' تجھے پھر کبھی یاد نہ کرے گی' تیرے سارے حقوق دوسرے کو دے گی' حاکم بصرہ نے کہا کیا اس سے بہتر عورتیں بھی کہیں ہوتی ہیں۔ مالک بن دینار نے فرمایا۔ ہاں اس سے بہتر عورتیں ہوتی ہیں جن کی پیدائش کافور اور مشک اور زعفران اور نور سے ہوئی' وہ جواہرات سے زیادہ چمکدار ہیں' وہ ایسی پاک اور خوشبودار ہیں کہ اگر ان کے منہ کا کھاری لعاب پانی میں ڈالا جائے تو کھاری پانی شیریں ہو جائے' اگر وہ عورتیں مردہ سے کلام کریں تو مردہ زندہ ہو کر ان کی بات کا جواب دے' اگر وہ اپنا پنجا سورج کے سامنے کر دیں تو سورج اندھا ہو جائے اور اگر وہ اپنے ہاتھ کو اندھیرے میں نکالے تو دن نکل آئے' اگر ان کا زیور یا لباس دنیا میں آ جائے تو ساری دنیا خوشبو سے معطر ہو جائے' وہ اپنے عہد کے خلاف کبھی نہیں کرتیں اور نہ کبھی اپنی محبت کا تعلق کسی دوسرے سے پیدا کرتی ہیں' اے حاکم بصرہ تم ہی بتاؤ کہ کونسی عورت زیادہ بیش قیمت ہونے کے قابل ہے۔ حاکم بصرہ نے کہا کہ اے شیخ جن عورتوں کا آپ نے ذکر کیا ہے یہی عورتیں زیادہ قیمت کے قابل ہیں۔ پھر پوچھا کہ اے شیخ ان عورتوں کی کیا قیمت ہے۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کی قیمت بہت قلیل اور تھوڑی سی ہے۔ قیمت تھوڑی خرچو مگر سود بڑا خرید لو اور وہ یہ ہے کہ رات کے وقت کچھ فرصت نکال کر دو رکعتیں خالصاً لوجہ اللہ پڑھو اور مرضی الٰہی کو اپنی خواہشوں پر مقدم رکھو' پھر جنت میں خاص حضور کے قرب اور ہمسایہ میں ٹھکانہ لے لو۔ حاکم بصرہ نے اس لونڈی سے پوچھا کہ شیخ سچ کہتے ہیں یا جھوٹ' جاریہ نے عرض کیا کہ شیخ کا قول بالکل سچ اور حق اور عین نصیحت ہے۔ یہ سن کر حاکم بصرہ نے سارے لونڈی غلاموں کو آزاد کیا اور سارا گھر کا سامان راہِ خدا میں لٹا دیا اور ایک کمبل بدن پر لپیٹ کر گھر سے نکلا۔ لونڈی نے عرض کیا کہ میاں اب مجھے دنیا کا عیش کیا کرنا ہے میں بھی آپ کے ساتھ عبادت بجالاؤں گی۔ اس نے بھی زینت کا لباس اتارا اور موٹا لباس پہنا پھر دونوں میاں بیوی اپنے مولیٰ کی تلاش میں نکل کر جنگل جنگل پھرتے یاد الٰہی کرتے ہوئے واصل الی اللہ ہوئے۔ سبحان اللہ' عشق حقیقی کا

ایک ذرہ لاکھوں مجازی عشق کے سورجوں کو میلا کرتا ہے۔ عشق حقیقی کا ایک قطرہ کھاری سمندر کو سفید اور میٹھا بناتا ہے' سارا جہان جسم بے جان ہے' صرف عشق الٰہی کی سب میں جان ہے۔

حکایت : ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ شہر بصرہ میں تشریف لے جاتے تھے ایک دن بڑا مجمع دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے۔ عرض کیا کہ یہ ایک حکیم صاحب کا مطب ہے یہ سب مریض لوگوں کا مجمع ہے۔ یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مطب میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک جوان حسین کرسی پر بیٹھا ہوا بیماریوں کے لئے دوائیں تجویز کر رہا ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ **یھاالطبیب اتعرف دواء الذنوب و تریاق القلوب و ایصال اممحب لی المحبوب** اے حکیم آپ کو کوئی ایسی وا بھی معلوم ہے جو گناہوں کی بیماریوں کو دور کرے جو غافل دلوں سے غفلت کے زنگ کو زائل کرے جو بندہ کو اللہ کریم سے ملائے یہ سن کر طبیب خاموش ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا۔ اے جناب آپ اسلام کے باغ میں تشریف لے جائیں' وہاں پہنچ کر ایمان کا درخت تلاش کر لیں' اس درخت سے محبت اور عشق الٰہی کے پتے' اخلاص کی ٹہنیاں' یقین کے پھل توڑ کر محراب عبادت میں مصلے پر ان دواؤں کو رکھ کر سجدہ کرنے والے ماتھے کا بٹا بنا کر ان دواؤں کو پیس لیں۔ اگر پانی کی ضرورت ہو تو خوفِ الٰہی سے نکلے ہوئے آنسو ملا کر کفن کی صافی میں چھان کر قبر کے گڑھے میں جا کر پی لیں' جہاں تم کو کوئی نہ دیکھے' اے پوچھنے والے یہ دوا ہے گناہوں کو دھونے والی' دلوں کو صاف کرنے والی' بندہ کو اللہ کریم سے ملانے والی' پھر طبیب یہ نسخہ تجویز کرنے کے بعد فوراً ایک چیخ مار کر مر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ **واللہ انت طبیب الدنای والاخرۃ** یہ سچا طبیب روحانی اور طبیب جسمانی تھا۔ پھر اس عاشق الٰہی کے گور و کفن کا انتظام کیا گیا۔ سبحان اللہ کیا مبارک مریض تھے جن کے طبیب اور معالج ایسے باخدا اور ولی کامل تھے جو عشق الٰہی میں جان دے گئے ایک ہم کم بخت ہیں کہ ہمارے زمانے کے طبیب نماز روزہ کو بھی خیر باد کر چکے ہیں' ایسے طبیب خود مریض اور علیل ہیں نہ ان کے ہاتھ میں شفا ہے نہ ان کے دل میں محبوب حقیقی کے لئے مہر و وفا ہے۔

روض الریاحین میں ہے کہ حضرت عبدالواحد ابن زید نے تین رات تک برابر جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی جو بی بی جنت میں میری رفیق ہوگی وہ مجھے دنیا میں دکھا دے۔ الہام ہوا کہ میمونہ حبشن جنت میں تمہاری رفیق ہوگی۔ عرض کیا کہ الٰہی وہ کہاں ہے۔ ارشاد ہوا کہ کوفہ کے فلاں محلّہ فلاں گھرانے میں۔ یہ سن کر عبدالواحد کوفہ پہنچ کر اس محلّہ میں گئے جس کا پتہ دیا گیا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ میمونہ حبشن کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت وہ ایک دیوانی بے حیثیت سی عورت ہے۔ آپ اس سے مل کر کیا خوش ہوں گے۔ فرمایا کہ مجھے ملنا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ جنگل کی طرف چلے جائیں یہ سن کر حضرت عبدالواحد جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ ایک میدان میں پہنچ کر دیکھا کہ میمونہ حبشن نماز پڑھتی ہے اور بکریوں کے ساتھ بھیڑیئے چرتے پھرتے ہیں' نہ بھیڑیئے بکریوں کو کھاتے ہیں نہ بکریاں بھیڑیوں

سے ڈرتی ہیں۔ حضرت عبدالواحد نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ بکریاں اور بھیڑیئے ساتھ ساتھ چرتے پھرتے ہیں نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں نہ بھیڑیئے بکریوں کو کھاتے ہیں۔ میمونہ حبشن نے فرمایا کہ جس دن سے اس حبشن لونڈی نے اپنے مولیٰ سے صلح کرلی ہے اسی دن سے بھیڑیوں نے بکریوں سے صلح کر لی ہے۔ سبحان اللہ من لہ المولیٰ فلہ الکل جو محبوب حقیقی کا غلام ہوا سارا جہان اس کا غلام ہوا۔ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یاد او گر مونس جانت بود
ہر دو عالم زیر فرمانت بود

حکایات محبت

محترم قارئین کرام! کسی عارف کا قول ہے کہ تم میری محبت ہرگز حاصل نہیں کر سکتے اگر تمہارے دل میں میرے غیر کی محبت ہے اور محبت زندہ دل میں ہوا کرتی ہے اور دل کو نفس کے مرنے سے زندگی حاصل ہوتی ہے۔ پھر اسی بارہ میں اور ایک حکایت نقل کی ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک نہایت خوش بیان پرندہ تھا۔ جب اس نے حبشیوں کے ملک کی طرف سفر کا ارادہ کیا تو اس نے اس سے کہا کہ اے میرے مالک ذرا میرے ساتھیوں سے میرا سلام کہہ دیجئے گا اور خبر پہنچا دیجئے کہ میرے پاس تم میں سے ایک پرندہ ہے، پنجرے میں بند ہے وہ تمہارے پاس اڑ کر آ نہیں سکتا، ذرا سن کر خبر تو لو۔ جب اس نے اس کا پیغام اس کے ہم جنس پرندوں کو پہنچایا تو وہ اپنے بازو پھڑ پھڑانے لگے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا وہ مر گئے۔ ان پر اسے بڑا ترس آیا اور اپنے پیغام پہنچانے پر سخت نادم ہوا۔ جب لوٹ کر آیا تو اس کے ہم جنسوں کی جو کیفیت گذری تھی کہہ سنائی، وہ بھی اپنے بازو پھڑ پھڑا کر مردہ کی طرح گر پڑا۔ اس نے اس کو پنجرے سے باہر نکال کر ڈال دیا، باہر نکالنا تھا کہ وہ اڑ گیا اور کہنے لگا، اے میرے مالک میرے ہم جنس مرے نہ تھے بلکہ انہوں نے مجھے طریق رہائی بتلایا تھا۔

کہا کرتے ہیں کہ نفس کا مرنا اس کی زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کریم کو ان سے محبت ہے اور انہیں اللہ سے محبت ہے اگر کہا جائے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ محبت کے موقع پر اللہ کریم نے اپنی محبت کو ان کی محبت سے پہلے ذکر کیا ہے لیکن ذکر اور یاد کے موقع پر اس کے بالعکس کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ تم میری یاد کیا کرو تو میں تمہاری یاد روں گا۔ اس کا جواب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے موافق یہ ہے کہ یاد مقام طلب ہے تو گویا بندوں کو طلب کا حکم ہے، اس لئے انہیں کا پہلے بیان کیا ہے لیکن محبت اللہ قادر و کریم کا عطیہ ہے جو بطور تحفہ عنایت ہوتا ہے، اس پر بندہ کا کچھ اختیار نہیں۔ اسی وجہ سے پردۂ غیب سے جب مشیت ایزدی کے موافق اس کا ظہور ہوتا ہے جبھی یہ پائی جاتی ہے لہذا اللہ کریم نے اپنی محبت کو ہماری محبت پر مقدم کیا ہے۔ اس کا فضل و احسان ہے لوگوں سے اللہ کے محبت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کریم کی طرف سے ان کو اطاعت کی توفیق عنایت ہوتی ہے۔ محبوب کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان دار ہو نہیں سکتا جب تک کہ میں اس کے باپ سے اس کے بیٹے سے حتیٰ کہ تمام لوگوں سے زیادہ اس کا پیارا اور محبوب نہ بن جاؤں اور اللہ کریم کے لئے محبت اور عداوت کرنا ایمان میں داخل ہے۔

احیاء العلوم میں ہے کہ اللہ کریم نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم تمام آسمان اور زمین والوں کے برابر بھی میری عبادت کرو اور تمہارے دل میں اللہ کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے عداوت نہ ہو تو کچھ نفع نہیں۔ سب سے افضل عمل اللہ کے لئے محبت اور بغض کرنا ہے۔ ارشاد ہے کہ میرے جلال کے لئے جو آپس میں محبت کرتے ہیں قیامت میں میرے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن سوائے میرے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔ بروایت ابن مسعودؓ رضی اللہ عنہ کہ اللہ کے واسطے آپس میں محبت کرنے والے سرخ

یا قوت کے محل میں ہوں گے جو ایک عمود پر قائم ہوگا اس میں ستر ہزار بالا خانے یا کھڑکیاں ہوں گی جن سے اہل جنت کو وہ جھانکیں گے اور انکے نور حسن سے اہل جنت اسی طرح فیضیاب ہوں گے جس طرح آفتاب کے نور سے اہل دنیا ہوتے ہیں' تب اہل جنت کہیں گے کہ ہم کو ان کے پاس لے چلو جو اللہ کے واسطے محبت کرنے والے ہیں پھر جب وہ ان کو جھانکیں گے تو ان کے نور حسن سے اہل جنت روشن ہو جائیں گے' ان کے لباس سندس لینے ایک قسم کے ریشمی کپڑے کے ہوں گے' ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا کہ یہ لوگ اللہ کے واسطے محبت کرنے والے ہیں۔ محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہیں جن کے اوپر زبرجد کے بالا خانے ہوں گے اور ان کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور ایسے چمکیں گے جیسے ستارے۔ عرض کیا گیا کہ یا حضرت ان میں کون رہے گا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے محبت کرنے والے اور اللہ کے لئے ملاقات کرنے والے اور یہ بھی روایت ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں جو اپنے بھائی کے پاس محض اللہ کے واسطے ملاقات کرنے آئے اور اس کو آسمان سے منادی پکار کر یہ نہ کہتا ہو کہ تیرا بھلا ہو گیا' تجھے جنت گوارا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرے بندہ نے اپنی مہمانی پر میری زیارت کی پس جنت کے سوا کسی ثواب سے راضی نہ ہو۔ جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملنے جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہوئے اس کی ہمراہی میں ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ جیسے یہ آپ کے لئے ملا ہے آپ اس سے ملئے۔

ابو مسلم خولانی نے جن کا نام عبداللہ بن ثوب ہے معاذ بن جبل سے کہا کہ اللہ کے لئے تم سے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اچھا تو تمہیں مژدہ ہو کیونکہ میں نے محبوب کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک فرقہ کے لئے قیامت میں عرش کے گرد کرسیاں بچھائی جائیں گی' ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے' لوگ انہیں دیکھ کر گھبرائیں گے لیکن انہیں کچھ گھبراہٹ نہ ہوگی' لوگ ان سے ڈریں گے لیکن انہیں لوگوں سے کچھ خوف نہ ہوگا' وہ اللہ کے ولی ہوں گے جن کو نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ عرض کیا گیا کہ یا نبی اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہوں گے۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا اللہ کے واسطے باہم الفت کرنے والے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ محبت کئی طرح کی ہوتی ہے ایک محبت جائز ہے جیسے کہ کوئی تمام لوگوں سے محبت کرے ایک محبت مکروہ ہے جیسے دنیا کی محبت ایک محبت کا نفل کا سا حال ہے جیسے اپنے اہل و عیال کی محبت' ایک محبت فرض ہے اور وہ اللہ کریم اور محبوب کریم ﷺ کی محبت ہے۔ محبت رسول ﷺ کے لئے محبت الٰہی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہو تو میری پیروی اختیار کرو تم سے اللہ کریم (بھی) محبت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے قول **واسبغ علیکم نعمة ظاهرة و باطنة** کے متعلق سہل بن عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ نعمت ظاہری سے محبوب کریم ﷺ کی پیروی مراد ہے اور باطنی سے آپ کی محبت اور بعض نے کہا ہے کہ ظاہری نعمت اسلام ہے اور باطنی گناہوں کی مغفرت۔ محبت کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ محبوب

کے امر و نہی میں اس کی اطاعت کرے ورنہ کامل محبت نہیں ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

تعصی الالہ وانت تظہر حبہ
لوکان حبک صادقا لاطعتہ
ھذا لعمری فی القیاس بدیع
ان المحب لمن یحب مطیع

''تو اللہ کی تو نافرمانی کیا کرتا ہے اور ظاہر یہ کرتا ہے کہ میں اس کا محبّ ہوں واللہ یہ بات نہایت عجیب ہے' قیاس میں نہیں آتی اگر دعوئے محبت میں تو سچا ہوتا تو بیشک تو محبوب کا فرمانبردار بنا رہتا کیونکہ اس میں شک نہیں کہ محبّ ہمیشہ محبوب کا تابع فرمان رہا کرتا ہے''۔

لطیفہ: محسن کائنات ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا (کی چیزوں میں) سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں خوشبو' اپنی عورتیں اور نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عرض کیا کہ مجھے آپ کی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں' آپ کے سامنے بیٹھنا' اپنا مال آپ پر خرچ کرنا اور آپ پر درود پڑھنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ بھلائی کا حکم کرنا' برائی سے منع کرنا اور حدوں کا قائم کرنا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں کھانا کھلانا' سلام کو رواج دینا' رات کو نماز پڑھنا جس حالت میں کہ لوگ سوتے ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں تیغ زنی کرنا' مہمان کی مہمانی کرنا اور گرمیوں میں روزے رکھنا پھر جبرائیل امین علیہ السلام اترے اور کہا کہ اے نبی اللہ (ﷺ) مجھے آپ کی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں' نبیوں پر اترنا' رسولوں کو خداوندی پیغام پہنچانا اور پروردگار عالم کی حمد کرنا' پھر کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں۔ ذکر کرنے والی زبان' شکر کرنے والا دل اور بلاؤں پر صبر کرنے والا بدن۔ پس ان سب پر عمل کرنا محبت کی علامت ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس قول میں کہ جو مجھ سے محبت رکھے گا میرے ساتھ جنت میں ہوگا تو جو شخص جنت میں داخل ہونا چاہے تو ان باتوں پر عمل کرے۔

اور یہ حدیث جب چاروں اماموں کو پہنچی تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ شبہائے دراز میں تحصیل علم کرنا' توقع اور بلندی کا ترک کر دینا اور دنیا کی محبت سے دل کو خالی کر دینا اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ روضۂ رسول ﷺ کا مجاور بنا رہنا اور آپ ﷺ کی قبر انور کا ملازم رہنا اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی تعظیم کرنا۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ لوگوں سے مہربانی سے پیش آنا اور تکلف کی باتوں کو چھوڑ دینا' طریق تصوف کی پیروی کرتے رہنا اور امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں۔ محبوب کریم ﷺ کے اخبار کی

پیروی کرنا اور آپ کے انوار سے برکت حاصل کرنا اور آپ کے طریق ماثورہ پر چلنا۔

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسے مجھ سے محبت ہوگی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور محبوب کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ جس نے میرے اصحاب اور ازواج اور میرے گھر والوں سے محبت کی اور ان میں سے کسی کو برا نہ کہا اور دنیا سے ان کی محبت کے ساتھ نکل گیا تو وہ قیامت میں میرے ہی درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

لطیفہ : محبت میں چار حرف ہیں م' ح' ب' ت جو ہ سے بدل جاتی ہے پس گویا بندہ دو حرف استعمال کرتا ہے یعنی لفظ ندامت کی میم اور حفظ حرمت کی ح اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو دو حرفوں سے جز املتی ہے یعنی لفظ بِرّ کی ب (نیکی) اور لفظ ہدایت کی ہ سے اور شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ محبت کو محبت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ محبوب کے سوا تمام اشیاء کو قلب سے محو کر دیتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ محبت کی مثال دانہ کی سی ہے کہ جب عمدہ زمین میں پڑتا ہے تو ایک ایک دانہ سے سات سات بالیاں پیدا ہوتی ہیں اور ہر یالی سے سو سو دانے حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح محبت جب کسی پاکیزہ دل میں جا پڑتی ہے تو اس سے بھی طاعات کی سات سات بالیاں ہاتھ آتی ہیں اور رسالہ قشیریہ میں ہے کہ مشتاقوں کے دل نور خداوندی سے روشن ہیں جب شوق میں حرکت ہوتی ہے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جاتا ہے پھر اللہ کریم ان کو فرشتوں پر پیش کرتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو یہ لوگ میرے مشتاق ہیں میں تمہیں گواہ بنائے دیتا ہوں کہ مجھے بھی ان کا اشتیاق ہے۔

حکایت : ابوبکر کنانی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک بار مشائخ میں مسئلہ محبت کا ذکر چھڑا اور حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ اس وقت چھوٹے تھے پہلے تو مشائخ میں گفتگو ہوتی رہی اس کے بعد ان سے کہا کہ عراقی صاحب اب آپ کو جو معلوم ہو آپ کہیئے۔ انہوں نے کہا کہ محبّ وہ بندہ ہے جو اپنے جی سے گزر جائے' اپنے رب کی یاد میں لگا رہے اس کے حقوق کے ادا کرنے میں مستعد رہے اور اپنے دل کی نگاہ اسی کی طرف رکھے اس کی ہویت یعنی ذات کی آگ اور اس کے کاۂ محبت کے شربت صافی کے اثر سے اس کا دل سوختہ ہو رہا ہو اگر کوئی بات کہے تو اللہ کے ساتھ کچھ بولے تو اللہ سے' اگر حرکت کرے تو اللہ کے حکم پر' اگر ٹھہرے تو اللہ کے ساتھ پس وہ اللہ ہی کے ساتھ اللہ کے لئے اور اللہ ہی کی معیت میں رہے اس پر مشائخ رو پڑے اور کہنے لگے کہ بھلا اس سے زیادہ کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ اے خدا شناسوں کے سرتاج۔

حکایت : حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں چوتھے آسمان پر ہوں' میرے استقبال کے لئے فرشتے آئے' جن سے نور ٹپک رہا تھا اور سارے آسمان اس سے جگمگانے لگے۔ انہون نے مجھے سلام کیا' میں نے سلام کا جواب دیا پھر ایک نور چمکا جس کی وجہ سے مجھے اپنے رب کا شوق پیدا ہوا' اس سے سارے آسمان روشن ہو گئے' پھر فرشتوں کا نور میرے نور شوق کے سامنے ایسا معلوم ہونے لگا جیسے آفتاب کے سامنے چراغ ہو۔ حضرت ابوالدرداء رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

بیشک اللہ کریم کے ایسے بندے بھی ہیں جن کے دل شوق میں اللہ کریم کی طرف ایسے اڑتے ہیں کہ چمکتی ہوئی بجلی بھی انہیں نہیں پا سکتی پھر وہ باغہائے انس میں سیر کرتے پھرتے ہیں اور خداوندی قرب کے تخت پر جاگزیں ہوتے ہیں۔ جب حضرت زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے نکاح کیا تو زلیخا نے ان کی طرف نظر بھی نہ کی انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہا کہ جس نے اللہ کریم کی محبت پائی ہو وہ اس کے غیر کو کیسے پا سکتا ہے۔ جب انہیں سلطنت ملی تو انہوں نے اللہ کریم سے حضرت زلیخا کے اس برتاؤ کی شکایت کی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ زلیخا کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور پھر ہلاک نہیں کرتا اور فرماتا ہے کہ اسے ہمارے محبوب سے محبت ہے۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا گیا کہ اگر جہنم آپ کی اطاعت نہ کرتی تو آپ کیا کرتے ارشاد ہوا کہ میں اپنی نہایت بڑی آگ یعنی آتش محبت جس کو میں نے دوستوں کے دلوں میں روشن کر رکھا ہے اس پر مسلط کر دیتا۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قوم پر گذر ہوا اللہ کی عبادت میں مشغول تھے ان سے ان کی عبادت کے متعلق دریافت کیا تو بولے کہ ہم جنت کے امیدوار ہیں اور دوزخ سے ترساں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم مخلوق کے امیدوار ہو اور مخلوق ہی سے ڈرتے ہو' پھر اوروں پر گزر ہوا ان سے پوچھا تو کہنے لگے ہم اللہ کی محبت اور اس کے جلال کی تعظیم کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا تم لوگ بے شک اللہ کے ولی ہو مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے ہی ساتھ رہوں۔ احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قوم پر گذر ہوا جن کا رنگ متغیر ہو گیا تھا ان سے سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ دوزخ کے خوف نے ہمیں دگرگوں کر رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ تمہیں اس خوف سے امن میں رکھے پھر اوروں پر گذر ہوا جو ان سے بھی زیادہ کمزور ہو رہے تھے' ان سے جو سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ اللہ کی محبت۔ انہوں نے فرمایا کہ تم البتہ مقرب ہو بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان **فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقصد و منهم سابق بالخيرات** کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ ظالم نفس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور مقتصد یعنی میانہ روی کرنے والے وہ ہیں جو آخرت کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور سابق بالخیرات یعنی نیکیوں میں سبقت لے جانے والے وہ ہیں جو اس کی عبادت اس کی ذات کریم کے لئے کرتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ظالم وہ ہے کہ جو جنت کا مشتاق ہو اور مقتصد ہو جس کی طرف جنت مشتاق ہو اور سابق الخیرات وہ جن کا مولیٰ خود مشتاق ہے۔

حکایت: ایک عارف کو ایک نصرانی بیمار کے پاس حالت نزع میں جانے کا اتفاق ہوا تو اس سے کہا' مسلمان ہو جا تجھے جنت ملے گی وہ بولا مجھے اس کی تو حاجت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان ہو جا تجھے دوزخ سے نجات ملے گی۔ اس نے کہا میں اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا مسلمان ہو جا تجھے اللہ کریم کا دیدار نصیب ہوگا۔ اس پر وہ مسلمان ہو گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اسی رات کسی نے اسے خواب میں

دیکھا اور پوچھا کہ اللہ کریم نے تیرے ساتھ کیا معالہ کیا۔ اس نے جواب دیا۔ مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کیا تو میرے لقا کے شوق میں مسلمان ہوا ہے۔ میں نے عرض کی ہاں۔ ارشاد ہوا تجھے میری لقا اور رضا دونوں نصیب ہوں گی۔ اس کو نسفی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو ایک یہودی کی بابت نقل کیا ہے۔

☆ جب قیامت کا دن ہوگا اور اہل جنت جنت میں جاگزیں ہو جائیں گے تب بھی ایک شخص میدان قیامت میں رہ جائے گا۔ فرشتے نور کی زنجیریں لے کر اس کے پاس آئیں گے اور جنت کی طرف اسے کھینچ کر لے چلیں گے۔ وہ نشۂ محبت میں مدہوش ہوگا۔ جب جنت کے دروازے پر پہنچے گا اس وقت ذرا اسے ہوش آئے گا تو زنجیروں سے اپنے آپ کو کھینچے گا اور الٹے پاؤں بھاگے گا اور یہ کہتا جاتا ہوگا کہ مجھے جنت کے پروردگار کا پتہ بتا دو کہ کہاں ہے۔ فرشتے پھر اسے جنت کی طرف لوٹا کر لے جائیں گے۔ اس وقت اللہ کریم کا ارشاد ہوگا کہ اچھا مجھے اور اسے رہنے دو اور تم بیچ میں دخل نہ دو۔

☆ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان رجال لاتلهيهم تجارة و لا بيع عن ذكر الله کے متعلق بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سے فی الحقیقت انسان وہی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے باطن کا محافظ ہے غیر کی طرف نہیں رجوع ہونے دیتا پس ان کو نہ دنیا اور نہ اس کی زیب و زینت اپنی طرف مشغول کر سکتی ہے اور نہ آخرت اور اس کی نعمتیں اللہ سے غافل کر سکتی ہیں کیونکہ وہ باغہائے انس میں قیام کرتے ہیں۔

حکایت: حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے باری تعالیٰ کو خواب میں دیکھا یہ ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے خلق کو پیدا کیا تو سب میری محبت کے مدعی ہوئے پھر میں نے دنیا کو پیدا کیا تو دنیا میں مشغول ہو کر ہر دس ہزار میں سے نو ہزار مجھ سے غافل ہو گئے۔ صرف ایک ہزار رہ گئے پھر میں نے جنت کو پیدا کیا تو نوسو اس میں مشغول ہو گئے اور فقط سو رہ گئے' ان پر میں نے بلا کو مسلط کر دیا تو اس میں نوے مشغول ہو گئے اور دس رہ گئے۔ ان سے میں نے کہا نہ تم دنیا کے طالب ہوئے نہ جنت پر راغب ہوئے نہ بلا ہی سے تنگدل ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے ساتھ یہ ساری باتیں کرنے والے آپ ہی تو ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہاں۔ انہوں نے عرض کیا تو پھر ہم راضی برضا ہیں۔ اس وقت اللہ کریم کا ان سے ارشاد ہوا کہ حقیقیت میں تم ہی میرے بندے ہو۔

☆ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر پھیلی تو ان کے اصحاب ان کے پاس آئے۔ انہوں نے آنے کا سبب ان سے دریافت کیا۔ لوگوں نے خبر دی اور کہا کہ ہم آپ کے جنازے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ عجب حیرت کی بات ہے کہ ایک زندہ شخص کی زیارت کو مردے آئے ہیں' پھر ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کو محبوب حقیقی کا اشتیاق ہے۔ انہوں نے کہا نہیں کیونکہ شوق تو اس کی

طرف ہوتا ہے جو غائبہ ہو اور مجھ سے تو چشم زدن کے لئے بھی غیبت نہیں ہوتی' ہر وقت حضوری میسر ہے۔

☆ حضرت بوعلی رودباری رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک فقیر کا انتقال ہو گیا جب اس کو قبر میں رکھا اور اس کا رخسار مٹی پر پہنچا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا کیا مجھ سے ناز کرتے ہو اور اس نے تو مجھ سے ناز کیا ہے۔ میں نے کہا کیا مرنے کے بعد پھر زندگی ہے بولا ہاں۔ میں اللہ کا محبّ ہوں اور اللہ کے تمام محبّ زندہ رہتے ہیں۔ اے رودباری میں اپنی عزت و جاہ کی بدولت کل تمہاری ضرور مدد کروں گا۔

حکایت: ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ مصری کہتے ہیں کہ میں نے چند لڑکوں کو دیکھا کہ ایک شخص کو ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو ملامت کی تو کہنے لگے کہ یہ شخص پاگل ہے کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ تب میں اس کے پاس گیا اور میں نے اس سے یہ بیان کیا۔ کہنے لگا ہاں۔ اگر محبوب حقیقی سے ایک چشم زدن کے لئے بھی پوشیدہ ہو جاؤں تو غمِ فراق سے میرے ٹکڑے اُڑ جائیں' پھر یہ شعر پڑھنے لگا۔

طلب الحبیب من الحبیب رضاہ
ومنی الحبیب من الحبیب لقاہ
ابدا ایلا حظہ باعین قلبہ
والقلب یعوف ربہ ویراہ
برضی الحبیب من الحبیب بقربہ
دون البعاد فما یریہ سواہ

یعنی دوست سے دوست اس کی خوشنودی چاہتا ہے۔ دوست کی یہی آرزو رہتی ہے کہ وہ اپنے دوست سے ملے (اگرچہ) چشم دل سے وہ ہمیشہ اس کے پیش نظر رہتا ہے' دل اپنے رب کو چاہتا ہے اور اس کی دید میں لگا رہتا ہے' دوست اپنے دوست (کی دوری سے نہیں بلکہ اس) کے قریب سے خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے سوا اس کی کوئی مراد نہیں پھر میں نے اس سے پوچھا کیا تو مجنوں ہے' بولا ہاں' زمین والوں کے نزدیک تو ہوں لیکن آسمان والے کے نزدیک نہیں پھر میں نے اس سے پوچھا اللہ کے ساتھ تیرا کیا معاملہ ہے اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے اسے پہچانا ہے کبھی اس کے ساتھ بے اعتنائی سے پیش نہیں آیا۔ میں نے کہا تو نے کب اسے پہچانا ہے۔ کہا جب سے مجنونوں میں میرا شمار ہوا۔

☆ خواص کا بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں ایک غلام کو بکتے دیکھا اس میں تین عیب تھے سوائے تھوڑی دیر کے رات بھر سوتا نہ تھا اور دن کو کچھ کھاتا نہ تھا اور بلا ضرورت بات نہ کرتا تھا۔ میں نے اس کے مالک سے کہا کہ تو اسے کیسے بیچ ڈالتا ہے وہ بولا کہ میں نے دیکھا کہ اس کا درجہ میرے درجہ سے بھی بلند ہے جب کبھی مجھے ہوش آیا اور میں نے چاہا کہ باب خدمت پر استادہ ہوں تو اسے دیکھا کہ مجھ سے سبقت

لے گیا ہے۔ اس لئے غیرت کے مارے میں نے چاہا کہ اسے بیچ ڈالوں۔ میں نے کہا اچھا میرے ہاتھ اسے بیچ ڈال۔ بولا کہ ہاں تو بھی مجنوں ہے یہ غلام بھی مجنوں ہے اور مجنون کے لئے مجنون ہی زیادہ مناسب ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ بھلا تم نے مجھے کہاں سے پہچانا۔ بولا میں نے اس وجہ سے جانا کہ ہر شب تمہیں دروازے پر کھڑا ہوا پاتا ہوں' اس سے میں نے سمجھ لیا کہ تم بھی اس کے دوستوں کے زمرہ میں ہو۔

☆ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے چند لڑکوں کو دیکھا کہ ایک مجنوں کو ڈھیلے مار رہے ہیں میں نے ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔ میں جو اس کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ کیا آپ کو یہ زیبا ہے جوان لڑکوں کو میرے اوپر مسلط کر رکھا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تو کہتا ہے کہ تجھے اللہ نظر آتا ہے۔ بولا قسم اس کے حق کی جس کی محبت نے مجھے مدہوش کر دیا ہے اور جس کے قرب نے مجھے سرگرداں بنا رکھا ہے اگر وہ ایک چشم زدن کے لئے بھی مجھ سے پوشیدہ ہو جائے تو غم فراق میں میرے ٹکڑے اڑ جائیں پھر یہ شعر پڑھتا ہوا چل دیا۔

جمالك فی عینی و ذکرك فی فبی
وحبك فی قلبی فاین لغیب

یعنی تیرا جمال میری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے' میرا ذہن تیری یاد سے پُر ہے' میرے دل میں تیری محبت جاگزیں ہے پھر بھلا تو کہاں غائب ہوسکتا ہے۔

☆ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے رفقا میں سے ایک کا بیان ہے کہ وہ اہل کشف میں سے بھی تھے کہ جب حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ قبر میں رکھ دیئے گئے اور منکر نکیر نے ان سے سوال کیا تو آپ جواب کیا دیتے ہیں کہ میں تو اس کے سامنے پڑا ہوا ہوں تم اسی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے ہو کہ میں اس کا بندہ ہوں' اگر وہ ہاں کہہ دے تب تو مجھے بزرگی اور کرامت ملے گی وہ دونوں بولے یہ عجیب بات ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ عجیب بات مجھے معلوم ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے پشت آدم سے مجھے تمام اولاد آدم علیہ السلام کی ارواح کے ساتھ نکالا تھا اور مجھ سے پوچھا تھا کہ میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں اور میں نے ان سب کے ساتھ جواب دیا تھا کہ کیوں نہیں' آپ بے شک ہمارے پروردگار ہیں۔ کیا تم دونوں بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تو نہ تھے۔ تب وہ بولے تو اچھا مجھے اور اسے (خدا کو) چھوڑ دو پھر ایک نے ان میں سے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ بایزید ہیں نشۂ محبت میں مست رہ کر زندگی گزاری ہے اور اسی حالت میں انتقال کیا ہے' اسی حالت میں قبر میں رکھے گئے ہیں اور اسی حالت میں اٹھیں گے۔

☆ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہے اور دیکھتا

کیا ہوں کہ تمام لوگوں کی نظریں ایک شخص پر لگی ہوئی ہیں۔ جس کو اٹھانے والے فرشتے اٹھائے لئے جاتے ہیں اور وہ فرشتوں کے بازوؤں پر اپنی مستی میں جھوم رہا ہے اور وہ تسبیح پڑھ کر اس کو جلدی جلدی لئے جاتے ہیں اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک منادی پکار رہا ہے کہ اے موقف والو یہ ہمارا ولی معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ ہماری محبت میں سرشار ہو رہا ہے' ہماری طرف دیکھے بغیر اس کو ہوش نہ آئے گا۔

☆ علی بن موفق کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں خطیرۃ القدس کو دیکھا پھر میں عرش کے سراپردوں میں داخل ہوا۔ وہاں مجھی ایک شخص نظر آیا جس کی نگاہ اللہ کریم کی طرف لگی ہوئی تھی۔ میں نے رضوان سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اس نے جواب دیا کہ حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ اللہ کریم کی انہوں نے خلوص سے عبادت کی ہے۔ اس لئے محبوب حقیقی نے قیامت میں ان کو اپنی طرف نظر کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

☆ حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ سے خواب میں ان کی وفات کے بعد کہا گیا کہ اللہ نے آپ سے کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ایک دستر خوان پر بٹھایا اور حکم دیا کہ کھا اے شخص جس نے خواہشوں سے اپنے جی کو روکا ہے۔ پھر ان سے پوچھا کہ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کہاں ہیں۔ جوب دیا کہ جنت کے دروازہ پر ہیں جو قرآن شریف کو اللہ کا کلام اور غیر مخلوق کہے اس کی سفارش کرتے ہیں۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا ہے کہ جب جنتی اپنے رب کی طرف نظر کریں گے تو لذت دیدار سے ان کی آنکھیں دلوں میں چلی جائیں گے اور آٹھ سو برس تک یونہی رہیں گے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ اہل مصر کو یوسف علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی وجہ سے چار مہینے تک خورد ونوش کی حاجت نہ ہوئی تھی۔ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر سورۃ یوسف میں بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب شہر میں چلتے تھے تو ان کے چہرہ کے نور سے نور آفتاب کی طرح دیواریں روشن ہو جاتی تھیں۔

حکایت: ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک عبادت خانہ میں کسی راہب پر گزر ہوا۔ انہوں نے اس کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ستر برس سے ٹھہرا ہوا ہوں اور خدا سے ایک حاجت مانگ رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا یہ کہ وہ اپنے سر محبت کا ایک ذرہ مجھے پلا دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کی' پھر کچھ دنوں بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ادھر تشریف لائے دیکھتے کیا ہیں کہ وہ عبادت خانہ پاش پاش ہو رہا ہے اور اس کے نیچے کی زمین شق ہو گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک شگاف کی طرف جو اتر کر گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ اس راہب کی آنکھیں اوپر لگی ہوئی ہیں اور منہ کھلا ہوا ہے۔ اس کو سلام کیا تو اس نے جواب بھی نہ دیا۔ تب ایک ہاتف نے پکار کر کہا کہ اے ہم نے محبت کے ستر ہزار حصوں میں سے ایک حصہ پلا دیا تھا تو یہ حالت ہوئی اگر ہم اور زیادہ پلاتے تو کیا جانے کیسی

گذرتی۔

☆ حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی ایک قسم کی خداوندی شراب ہوتی ہے جس کو اپنے ربوبیت کے خزانوں میں اس غرض سے رکھ چھوڑا ہے کہ اپنے محبت کے میدان میں کرامت کے منبروں پر اپنے اولیاء کو سیرابی بخشے۔ جب وہ اسے پیتے ہیں تو جوش اور طرب میں آتے ہیں اور جب طرب میں آتے ہیں' سبک ہو جاتے ہیں اور جب سبک ہو جاتے ہیں تو عیش سے گزرتی ہے اور جب عیش سے گزرنے لگتی ہے تو پرواز میں آتے ہیں اور جب پرواز کرتے ہیں تو وصال میسر ہوتا ہے اور جب وصال میسر ہوتا ہے تو مل جاتے ہیں' پھر وہ ذی اقتدار بادشاہ کی حضوری میں نشست گاہ صدق میں مقیم ہو جاتے ہیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ نے بایزید رحمتہ اللہ علیہ کو لکھ کر بھیجا کہ شراب محبت جو میں نے پی ہے میں اس سے اکتا گیا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے سوا اوروں کی تو یہ حالت ہے کہ زمین و آسمان کے سارے دریا بھی پی جائیں جب بھی سیراب نہ ہوں چنانچہ کہنے والے نے کہا ہے۔

شربت الحب کاا بعد کاس فلا نقد الشراب ولارویت

یعنی میں نے شراب محبت کے پیالے پر پیالے پیے لیکن نہ شراب ہی ختم ہوئی نہ میری پیاس ہی بجی۔

میں نے حضرت نجم الدین نسفی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان سے وسعھم ربھم شرابا طھورا کے متعلق دیکھا ہے کہ اس سے وہ شراب مراد ہے جس کو اللہ کریم نے ذخیرہ کر رکھا ہے جب وہ اسے پیتے ہیں تو طرب میں آتے ہیں اور جب طرب میں آتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں اور جب حیرانی میں ہوتے ہیں تو سبک ہو جاتے ہیں اور جب سبک ہوتے ہیں تو پرواز کرتے ہیں اور جب پرواز کرتے ہیں تو وہ طالب ہو جاتے ہیں اور جب طالب ہوتے ہیں تو مراد پا لیتے ہیں تو انہیں نزول ہوتا ہے اور جب نزول ہوتا ہے تو قرب میسر آتا ہے اور جب قرب میسر آتا ہے تو کشف ہونے لگتا ہے اور جب کشف ہونے لگتا ہے تو مشاہدہ کی نوبت آتی ہے اگر کہا جائے کہ آدمی اپنی بیوی بچوں سے اور اللہ تعالیٰ سے کیسی محبت کر سکتا ہے حالانکہ دل ایک ہی ہے تو جواب دیا جائے گا کہ بیوی کی محبت نفس میں ہوتی ہے جسے شہوت کہتے ہیں اور بچوں کی محبت جگر میں ہوتی ہے جسے شفقت کہتے ہیں اور خدا کی محبت دل میں ہوتی ہے۔

حکایت :حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند مجھ پر دوسری شادی چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر چار نہ ہوں تو نکاح کر سکتا ہے۔ وہ بولی اگر اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہوتا تو میں اپنا چہرہ کھول کر آپ کو دکھاتی تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ جس کے پاس مجھ جیسی بیوی ہو اس کو دوسری سے نکاح کرنا زیبا نہیں۔ اس پر حضرت جنید بغدادی کو غش آ گیا اور گر پڑے جب ہوش آیا تو ان سے اس کا سبب پوچھا گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر دنیا میں میری طرف نظر کرنا کسی کو روا ہوتا تو میں اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر اسے دکھا دیتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ جس کے

لئے میرا ایسا ہو اس کو ہرگز زیبا نہیں کہ اس کے دل میں میرے غیر کی گنجائش ہو۔ میں نے ابن عبد السلام کے قواعد میں کچھ شعر دیکھے ہیں۔

ولـــو ان لیـــلـــی ابـــرذت حســـن وجهـــا
لهـــام بهـــا الـــلـــوام مثـــل میـــاجـــی
ولـــکـــنهـــا اخـــفـــت مـــحـــاســـن وجهـــا
فـــضـــلـــوا اجـــمـــیـــعـــا عـــن حـــضـــور مـــقـــامـــی

اگر لیلیٰ اپنے چہرے کا حسن کھول دیتی تو ملامت کرنے والے میری ہی طرح حیران ہو کر رہ جاتے' لیکن اس نے اپنے چہرہ کی خوبیاں مخفی رکھیں۔ اس لئے میرے مقام کے حصور سے سب بہک گئے۔ اہل اشارات نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا تھا پھر اپنے صاحبزادہ کو نگاہِ محبت سے دیکھا ان کے محبوب کو یہ محبت مشترک ناپسند ہوئی چنانچہ ان کو صاحبزادہ کے ذبح کرنے کا حکم ہوا' جب انہوں نے اس کی بجا آوری کے لئے سر تسلیم خم کر دیا تو ارشاد ہوا کہ لڑکے کا ذبح کرنا مقصود نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ اپنا دل ہماری طرف رجوع کرو اور جب تم نے اپنا دل ہماری طرف پھیر دیا تو ہم نے بھی تمہارا لڑکا تمہیں واپس کر دیا۔

☆ حضرت مریم علیہم السلام سے کہا گیا کہ نکاح کیوں نہیں کر لیتی ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری زبان محبوب حقیقی کی یاد میں میرے ہاتھ پاؤں اس کی اطاعت میں میرا دل اس کی محبت میں مشغول ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بلا باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انہیں عنایت کیا۔

☆ حضرت مرہب کا بیان ہے کہ میں نے کسی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شیطان سے پوچھا کہ تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہ کر لیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی طرح ہونا پسند نہ کیا کیونکہ میں نے اس کی محبت کا دعویٰ کیا تھا اس نے غیر کو سجدہ کرنا نہ چاہا اس لئے غیر کو سجدہ کرنا نہ چاہا اور اپنے دعوے میں جھوٹے کے عوض میں نے عذاب کو پسند کیا اور اس کی محبت کے آپ بھی مدعی ہوئے لیکن آپ سے جو پہاڑ کے دیکھنے کو کہا گیا تو آپ دیکھنے لگے اور اگر کہیں آپ آنکھ بند کر لیتے تو بلاشک آپ کو دیدار میسر ہو جاتا۔

☆ سہل بن عبداللہ نے کہا ہے کوئی گھڑی ایسی نہیں ہوتی ہے کہ جس میں اللہ کریم بندوں کو نہ دیکھتا رہتا ہوں' پس جس قلب میں غیر کو پاتا ہے اس پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم کے متعلق بیان کیا ہے کہ ظاہری آنکھوں کو بند کرنا تو ممنوعات سے ہوتا ہے اور دل کی آنکھ کا غیر اللہ سے بند کرنا ہے۔

لطیفہ : کچھوا اپنے انڈوں کو نہیں سیتا ہے بلکہ ان کی طرف دیکھا کرتا ہے اس کی نگاہ کا ان میں اثر ہوتا

ہے اور بچے نکل آتے ہیں پھر بھلا جب اللہ تعالیٰ کی نظر کسی بندہ مومن کے دل پر رہے تو کیا کچھ کیفیت ہوتی ہوگی۔ چنانچہ منقول ہے کہ روزانہ تین سو ساٹھ نگاہیں ہوتی ہیں۔

☆ نسفی نے کہا ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے اپنے بندہ کے جوف میں ایک گھر بنایا ہے اور اس کا نام دل رکھا ہے اس کی زمین معرفت ہے اور اس کا آسمان ایمان ہے اس کا آفتاب شوق ہے اس کا چاند محبت ہے اس کی مٹی ہمت ہے اس کا رعد خوف ہے اس کی بجلی امید ہے اس کا ابر فضل ہے اس کی بارش رحمت ہے اس کا درخت وفا ہے اس کا پھل حکمت ہے اس کا دن فراست اور یہی اس کی روشنی ہے اس کی رات معصیت ہے اور یہی تاریکی ہے اس میں ایک دروازہ علم کا ہے ایک دروازہ علم کا ایک دروازہ یقین کا ایک دروازہ غیرت کا اور اس میں ایک ستون انس کا ہے اور ایک ستون توکل کا ایک ستون یقین کا ایک ستون صدق کا اور اس میں فکر کا قفل لگا ہوا ہے' میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔

☆ یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مومن کا دل ایک جوف دار گوشت کا لوتھڑا ہے جس میں ربانی جوہر بھرا ہوتا ہے' اس کے گرد فردانیت کا باغ ہوتا ہے اور اس کے نیچے نورانی صحن ہوتا ہے' کتاب لولویات میں رحمت دوجہاں ﷺ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں سن لو بے شک زمین میں اللہ تعالیٰ کے کچھ برتن ہیں اور وہ دل میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ دل ہوتا ہے جو سب سے زیادہ صاف اور سخت اور رقیق ہو۔ یعنی صاف گناہوں سے سخت دین میں رقیق اپنے بھائیوں پر ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار ہر بادشاہ کا خزانہ ہوتا ہے آپ کا کیا خزانہ ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرا خزانہ تو عرش سے زیادہ بڑا ہے اور کرسی سے زیادہ وسیع ہے اور جنت سے زیادہ پاکیزہ' آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور وہ مسلمان کا دل ہے۔

☆ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن کے دل میں سب سے پہلے حلم کا ستارہ طلوع ہوتا ہے پھر قمر علم پھر معرفت کا آفتاب ستارۂ علم کی روشنی سے تو دنیا کو دیکھتا ہے قمر علم کی روشنی سے آخرت کو اور آفتاب علم کی روشنی سے مولیٰ کو۔ نفس مطمئنہ ستارہ ہے قلب سلیم قمر ہے اور سر صافی یعنی صاف باطن آفتاب ہے۔ نفس کا مقام دروازہ پر ہے قلب کا مقام درگاہ میں اور سر کا مقام اللہ تعالیٰ کے سامنے قائم ہے وہ دل کو تلقین کرتا ہے' دل نفس کو تلقین کرتا ہے اور وہ زبان کو لکھواتا ہے اور زبان خلق کو لکھاتی ہے۔

لطائف :(ا)۔ خدا نے تو نفسوں کو تو خرید لیا ہے لیکن دل کو نہیں کیونکہ ان میں بہت سے عیب تھے۔ ان کو خریدا ہے تاکہ ان کی اصلاح کرے اور یہ اس لئے ہے کہ دل تو اللہ کی محبت کے لئے وقف ہو چکا اور وقف کا بیچنا صحیح نہیں۔

☆ امام قشیری نے بیان کیا ہے کہ نفس کی قیمت جنت ہے اور دل کی قیمت مشاہدہ ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جنت کی کنجی رضوان کو اور دوزخ کی کنجی مالک کو عنایت کی اور کعبہ کی کنجی شیبہ کو مرحمت فرمائی چنانچہ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرو چنانچہ جب مالک دو جہاں ﷺ نے کنجی پر قبضہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی امانت ابدالآباد کے لئے لے لو۔ تم سے اس کو کوئی نہیں لے گا مگر ہاں جو ظلم کرے لیکن قلب مومن کی کنجی کسی کے سپرد نہیں کی کیونکہ وہ خزانہ خداوندی ہے۔ کسی شیطان کو اس پر قدرت نہیں' جیسے کہ شاہان دنیا کے خزانہ پر کسی کو قدرت نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت بخشی ہے اور شیطانوں سے اس کو محفوظ رکھا ہے اور قلب مومن کو معرفت سے زینت دی ہے اور اس کی حفاظت اپنے لئے کی ہے بلکہ اس کو تو آسمانوں سے بھی زیادہ حفاظت کا حق حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق جس کا یہ مضمون ہے کہ ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی ہے۔ عرفاء کا قول ہے۔ اولیاء کے دلوں کو معرفت سے مزین کیا ہے اور اس میں چراغ ہدایت روشن کئے ہیں اور محبین کے دلوں کو شوق سے متوکلین کے دلوں کو یقین سے و عارفین کے دلوں کو خوف اور رجا سے زینت دی ہے۔

(۴) جب ابرہہ نے بیت اللہ کو منہدم کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو پختہ مٹی کے کنکروں سے ان کو مارتے تھے۔ ہر پرندے کے پاس تین تین کنکر تھے ایک ایک منہ میں اور دو دو دونوں پنجوں میں۔ ہر کنکر گھوڑے سمیت سوار کے آر پار نکل جاتا تھا۔ اسی طرح جب شیطان مومن کے دل میں فساد برپا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کے پتھر بھیجتا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے ایک زبان اور ایک دل پیدا کیا ہے۔ بخلاف اور اعضاء کے گویا یہ اشارہ ہے کہ ایک سے ایک ہی کی یاد کرنا چاہئے اور ایک میں ایک ہی کی گنجائش ہونا چاہئے اور اس میں ایک اور حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ دل نیت اور اجتہاد کا محل ہے اگر دو دل ہوتے تو نیت اور اجتہاد میں اختلاف پڑ جاتا۔ مثلاً اگر کوئی زبان سے ظہر کی نماز کی نیت کرے اور دل سے عصر کی تو اعتبار دل ہی کا ہے اور امام نووی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب الاذکار المشر وعتہ فی الصلوۃ وغیرہ میں ہے کہ ذکر میں اتنے زور سے تلفظ کرنا بھی ضروری ہے کہ اپنے آپ کو سنائی دے صرف دل میں خیال کرنا کافی نہیں۔

حکایت: حضرت ابوعمر وازنی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جاڑے کے دنوں میں ایک جوان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور یہ کہ اس کے پسینہ ٹپک رہا تھا اس ماجرے سے مجھے بڑا تعجب معلوم ہوا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ جب تو محبت میں سچا ہو گا تو جاڑے کی سردی اور موسم کی گرمی سب تجھ سے دور ہو جائے گی۔ کسی محبّ سے کسی نے پوچھا کہ کہاں سے آنا ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ محبوب کے پاس سے۔ پھر پوچھا

کہ کہاں چلے' اس نے کہا محبوب کے پاس۔ پھر پوچھا کیا چاہتے ہو' جواب دیا کہ محبوب کی ملاقات' پھر اس نے کہا یہ تو بتلاؤ کہ محبوب کی یاد میں کب تک لگے رہو گے' جواب دیا جب تک دیکھ نہ لوں گا۔

حکایت : ایک روز ہارون الرشید نے اپنے نوکروں چاکروں کو اشرفیاں لٹائیں' سوائے ایک حبشی لونڈی کے۔ سب چننے لگے' اس سے اس کا سبب پوچھا' اس نے کہا میں تو اسے چاہتی ہوں جو ان اشرفیوں کا بھی مالک ہے اس پر ہارون الرشید نے اس سے نکاح کر لیا۔ ہارون الرشید کے لوگوں نے اس فعل پر ناراضگی ظاہر کی۔ اس نے سب کی دعوت کی اور دستر خوان پر سب کو جمع کر کے یاقوت کے ظروف سے اسے آراستہ کیا۔ اس کے بعد اور لونڈیوں سے کہا کہ ان ظروف کو توڑ ڈالو۔ انہوں نے نہ توڑے لیکن اس لونڈی کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اس نے اسے گرا دیا اور وہ ٹوٹ گیا۔ اس سے جو سبب پوچھا تو کہنے لگی کہ برتنوں کے ٹوٹنے سے تو بادشاہ کے خزانے میں نقصان آئے گا لیکن اس کی مخالفت سے اس کے حکم میں نقصان آتا تھا' اس لئے میں نے کہا کہ اس سے تو اس کے خزانہ ہی کا نقصان اولیٰ ہے۔ کسی بادشاہ کے پاس ایک غلام تھا جو اس کا بڑا مقرب تھا۔ اس ولایت کے لوگ اس کے پاس وہاں کے حاکم کے جور و ستم کی شکایت کرتے ہوئے آئے۔ اس نے اس کو معزول کر دیا اور لوگوں سے کہا کہ تم خود اپنا حاکم انتخاب کر لو۔ انہوں نے اس غلام کو منتخب کیا اس کے بعد اس نے اپنے لوگوں میں سے کسی کو حکم دیا کہ اس غلام کو زہر دے دو۔ چنانچہ اسے زہر دے دیا گیا۔ تب اس کو اپنے خطا معلوم ہوئی اور جان دیتے وقت یہ کہہ مرا کہ دیکھ لو جو غلام اپنے مولیٰ سے دوری اختیار کرتا ہے اس کی یہی سزا ہے۔

☆ حضرت سقطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت میں امتیں اپنے اپنے نبیوں کے نام سے پکاری جائیں گی مثلاً اے امت موسیٰ (علیہ السلام)' اے امت عیسیٰ (علیہ السلام)' اے امت محمد (ﷺ)' پھر محبتوں کی پکار ہو گی ان سے کہا جائے گا کہ اے خدا کے دوستو خدا کی طرف دوڑو ان کی یہ حالت ہو گی کہ مارے خوشی کے ان کے دل نکلے پڑتے ہوں گے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اللہ کریم کے نزدیک محبت کا ایک ذرہ بلا محبت کے ستر سالہ عبادت سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔

حکایت : فرعون کو جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کی خبر ہوئی تو اس نے قصاب کو بلا کر حکم دیا کہ اس کے ساتھ اسی طرح پیش آ جس طرح تو ذبح کرنیکے بعد بکری کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اس وقت ملائکہ بولے کہ اے پروردگار فرعون کی بلا میں یہ عورت پھنس گئی ہے۔ اللہ قادر و کریم کا ارشاد ہوا کہ یہ تو ہمارے لقا کی مشتاق ہو رہی ہے پھر جب نزع تک نوبت پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس کے لب ہل رہے ہیں ذرا سنو تو کیا کہتی ہے حالانکہ اللہ قادر و کریم کو سب کچھ معلوم تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار وہ ایک گھر کی طلبگار ہے۔ ارشاد ہوا کہ اس کی مصیبت نہایت سخت ہے اس کا صبر بھی بہت بڑا ہے لیکن اس کا سوال نہایت حقیر ہے پھر ارشاد ہوا کہ اچھا سنو تو وہ

مکان کہاں ہے اور کس کے پاس ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور جا کر عرض کیا کہ اے رب وہ تو یہ کہہ رہی ہے کہ اے میرے رب جنت میں اپنے پاس میرے لئے ایک گھر بنا دیجئے۔ اس وقت ملائکہ بولے کہ یہ سوال تو بہت بڑا ہے اور گھر بھی نہایت شرافت والا ہے۔ اس لئے کہ یہ آپ کے جوار میں ہے بلکہ آپ کے گھر ہی میں بنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں تو اس کے درخواست کرنے سے قبل ہی اسے بنا چکا تھا۔ ہاں یہ قصہ گذرا کہ وہ کھال کھینچتا جاتا تھا اور ان کی نظر ادھر لگی ہوئی تھی اور زبان پر اللہ اللہ جاری تھا۔

☆ حضرت بغوی نے بیان کیا ہے کہ فرعون نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر ایک بہت بڑا پتھر دے مارنے کا حکم دیا تھا' جب پتھر لے کر ان کے پاس لوگ آئے تو انہوں نے کہا کہ اے رب میرے لئے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنا دیجئے چنانچہ اس وقت ان کو وہ نظر پڑا۔ دیکھتی کیا ہیں کہ ایک سفید موتی کا بنا ہوا مکان ہے اور اسی حالت میں انکی روح قلب سے نکل گئی۔ اس کے بعد ان کے بے روح کے جسد پر لوگوں نے پتھر دے مارا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں اٹھا لیا تھا چنانچہ وہ وہاں خورد ونوش میں مشغول ہیں۔

☆ نجم الدین نے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں نے ان کو دھوپ میں عذاب دیا تھا۔ جب ان کے پاس وہ لوگ چلے گئے تو فرشتوں نے ان پر سایہ کر لیا۔

☆ ثعلبی رحمہا اللہ علیہ نے کتاب العرائس میں بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان پر سے گذر ہوا۔ جس وقت ان لوگوں کے ہاتھ سے وہ عذاب میں گرفتار تھیں۔ انہوں نے اپنی انگلی کے اشارہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف کی دعا فرمائی پھر ان کو ذرا بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے (جنت کے) گھر کی طرف نظر کی تو ہنس پڑیں۔ فرعون نے کہا دیکھو تو اس کو جنون ہے جس کی وجہ سے ہنسی آ رہی ہے حالانکہ تکلیف میں مبتلا ہے۔

☆ امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ادخلوا ال فرعون اشد العذاب یعنی ''فرعون کے کہنے والوں کو سب سے سخت عذاب میں ڈال دو'' کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ سب لوگ سولہ لاکھ تھے۔ ان میں سے سوائے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اور فرعون کے چچا زاد بھائی کے جس نے اپنا ایمان مخفی رکھا تھا کسی کو نجات نہ ملی' اس کا نام خرقیل تھا اور بعض نے کہا ہے کہ خیر نام تھا۔ ایک شخص نے اوزاعی سے بیان کیا کہ میں نے سمندر سے سفید رنگ کے پرندے جھنڈ کے جھنڈ نکلتے ہوئے دیکھے جن کا شمار سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا وہ سب مغرب کی طرف چلے جاتے ہیں پھر سیاہ ہو کر رات کو لوٹ آتے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ وہ پرندے ہیں جن کے پوٹوں میں آل فرعون کی روحیں ہیں۔ صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے پھر اپنے گھونسلوں میں لوٹ آتے ہیں اور ان کے

پر جھلسے ہوئے ہوتے ہیں۔ رات بھر میں پھر ان کے سفید پر جم آتے ہیں۔ صبح کو پھر جاتے ہیں اور آگ پر پیش ہوتے ہیں اور اسی طرح قیامت تک گرفتار رہیں گے۔

لطیفه: حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے قصۂ سابقہ میں پہلے اپنے پاس کا لفظ اس لئے کہا ہے کہ گھر سے پہلے پڑوسی کو پسند کر لینا چاہئے۔ نیز بیت کا لفظ کہا دار نہیں کہا کیونکہ دار بڑے گھر کو احاطہ وغیرہ سمیت کہتے ہیں۔ بخلاف بیت کے کہ اس سے گھر کے اندر کے چھوٹے حصے مثلاً کوٹھری وغیرہ مراد ہوتی ہے اور اس میں غالباً سوائے ایک کے اور کوئی نہیں رہا کرتا تو گویا انہوں نے اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں رہنا پسند کیا ہے اور کیوں نہ ہو اس سعیدہ کو اپنے رب کے حضور میں قدم صدق حاصل تھا۔ لیث نے کہا ہے کہ قدم صدق سے مراد نعمت سابقہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے لئے پہلے ہی بھلائی ٹھہر چکی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قدم صدق سے عمل صالح مراد ہے۔ بہر حال اس عورت صالحہ میں دونوں معنی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھلائی تو پہلے ہی ٹھہر چکی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ اور نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی۔

حکایت : ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قسم دی تھی کہ کبھی خیرات نہ کرے۔ اس کے بعد کہیں کسی دن ایک شخص کو اس نے خیرات دی اور اتفاق سے ان کے خاوند نے بھی دیکھ لیا۔ اس نے اس سے کہا تو نے میرے حکم کی کیسے مخالفت کی۔ عورت نے جواب دیا کہ میں نے اللہ کے لئے یہ کام کیا ہے۔ اس نے آگ جلائی اور عورت سے کہنے لگا کہ اچھا اللہ کے لئے تو اس میں بھی گھس جا۔ وہ زیور اور لباس سے آراستہ ہونے لگی تو اس شخص نے پوچھا یہ کیا کرتی ہے؟ بولی کہ محبّ جب اپنے حبیب سے ملتا ہے تو آراستہ ہولیا کرتا ہے اور یہ کہہ کر تنور میں کود پڑی۔ اس بھلے آدمی نے تین دن تک اس بیچاری کو تنور ہی میں بند پڑا رہنے دیا۔ اس کے بعد جو کھولا تو دیکھتا کیا ہے کہ وہ مسکرا رہی ہے۔ اسے اس ماجرے سے بڑی حیرت ہوئی۔ ایک ہاتف نے فوراً ہی آواز دی کہ ہمارے پیاروں کو آگ نہیں جلایا کرتی۔ اس پر وہ تائب ہوا اور بڑی اچھی توبہ کی۔

☆ حضرت ابو یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو خدا شناس لوگ ہیں وہ خود آگ کے لئے عذاب ہیں اور جو اس کی معرفت نہیں رکھتے آگ ان کے لئے عذاب ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر دوزخ مجھے دیکھ لیتی تو اس کی آگ سرد ہو جاتی۔

☆ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ زمین والوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ جو مجھ سے محبت کرے میں اس کا محبوب ہوں اور جو میرا ہم نشین ہے میں اس کا ہم نشین ہوں اور جس کو مجھ سے انس ہو میں اس کا انیس ہوں اور جو مجھ سے مصاحبت رکھے میں اس کا مصاحب ہوں اور جو مجھے پسند کرے میں اسے پسند کرتا ہوں اور جو میری اطاعت کرے میں اس کا کہا مانتا ہوں کیونکہ میں نے اپنے دوستوں کا خمیر ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے خمیر میں سے بنایا ہے اور اپنے نور سے مشتاقوں کے دلوں کو روشن کیا ہے

اور ان کو اپنے جلال کی نعمت دی ہے۔

حکایت : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اصحاب کہف باہر آئے اور وہ سات جوان تھے اور ان کا کتا بھی زرد رنگ کا ان کے پیچھے ہولیا۔ باوجود یہ کہ انہوں نے اس کو کئی بار بھگایا لیکن وہ نہ لوٹا بلکہ کہنے لگا کہ مجھ سے تم لوگ خوف مت کرو میں تو اللہ کے دوستوں سے محبت رکھتا ہوں اور تم سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کو پہچان چکا ہوں۔ اس پر انہوں نے اس کو اپنی گردنوں پر اٹھالیا اور امام نسفی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ان کے ساتھ وہ بھی جنت میں جائے گا۔ اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور ابراہیم علیہ السلام کا گوسالہ بھی جنت میں جائے گا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مینڈھا بھی اور یہ وہی تھا جس کی ہابیل نے قربانی کی تھی اور بنی اسرائیل کی گائے بھی اور یونس علیہ السلام کی مچھلی اور سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی اور بلقیس رضی اللہ عنہا کا ہدہد اور حضرت محمد ﷺ کی ناقہ اور عزیز علیہ السلام کا گدھا اور بعض نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیا بھی جنت میں جائے گا۔

حکایت : کسی عورت نے ایک عارف سے کہا کہ ہماری پاس گھنا ہوا گیہوں تھا۔ ہم نے اسی پیس ڈالا اس کے ساتھ گھن پس گیا اور گھنا ہوا باقلا تھا اس کو جو پیسا تو گھن صحیح وسالم نکل آیا تو انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ بڑوں کی صحبت سے سلامتی حاصل ہوتی ہے۔

محترم قارئین کرام! اصحاب کہف کے کتے نے ان کی صحبت اختیار کی تو یہ نتیجہ نکلا کہ قیامت تک قرآن پاک میں اس کا ذکر رہے گا اور انہیں کے ساتھ پل صراط پر سے گذرے گا اور جب جنت کے دروازے پر پہنچے گا تو رضوان مانع ہوگا آواز آئے گی کہ ان کے ساتھ اس کو بھی آنے دو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو جنت میں ایک باغ ملے گا جس کا طول پانچ سو برس کی راہ ہوگا اور اہل جنت کے محل اس سے بلند ہوں گے پس جب کبھی کتا نظر اٹھائے گا جنتی اسے نظر آئیں گے۔

رحمت دو جہاں ﷺ کی ہم نشینی منظور ہو تو وہ اہل تصوف کی ہم نشینی اختیار کرے ایک شخص نے امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ صوفی لوگ مسجد میں بلاعلم کے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ علم ہی نے ان کو مسجد میں بٹھا رکھا ہے اور ان میں سے ہر شخص ایک ایک ٹکڑے پر قناعت کرتا ہے پھر بھلا اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے کہ جو دنیا سے ایک ٹکڑے ہی پر قانع ہو پھر اس نے کہا وہ تو وجد میں آ آ کر خوب ناچتے کودتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا تو کیا مضائقہ ہے۔ اللہ ہی کے لئے تو طرب میں آ کر ایسا کرتے ہیں۔

حکایت : حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا۔ میں نے اس کا حال پوچھا تو کہنے لگا کہ اللہ کے دوستوں کے (جیسے ثابت بنانی اور مالک بن دینار اور اسی طرح بہتوں کے اس نے نام گنوائے اور کہنے لگا کہ ان سب کے نام لکھنے کو اترا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ میرا بھی نام ان میں ہے اس نے کہا کہ نہیں تو میں نے کہا اچھا جب لکھ

چکنا تو ان کو نیچے یہ بھی لکھ دینا کہ ابراہیم اللہ کے دوستوں کا دوست ہے اسی وقت فرشتہ نے کہا کہ اللہ کا مجھے ابھی حکم آ پہنچا ہے کہ سب سے پہلے آپ کا نام لکھوں۔ اس جیسی ایک روایت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بیداری میں دیکھا کہ دو شخص کچھ لکھ رہے ہیں ان سے حال پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ کے دوستوں کے نام لکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تمہیں خدا کی قسم بتاؤ کہ میرا بھی نام ان میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں یہ سن کر میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کے بعد خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تو بھی انہیں میں ہے اور انہیں کا ساتھی ہے کیونکہ آدمی اسی کا ساتھی ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی اور پوچھا کہ آپ نے میرے لئے بھی کوئی عمل کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں نے نماز پڑھی' روزے رکھے' خیرات دی' تسبیح پڑھی' تلاوت کی' ارشاد ہوا کہ نماز آپ کے لئے نور ہے روزہ آپ کے لئے ڈھال ہے' خیرات آپ کے لئے سایہ ہے' تسبیح سے آپ کے لئے درخت لگیں گے' تلاوت سے آپ کے لئے پل صراط پر سے گزرنا آسان ہوگا۔ بتلائیے وہ عمل کہاں ہے جو آپ نے محض ہمارے لئے کیا ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا کبھی میرے ولی سے دوستی کی ہے یا میرے دشمن سی دشمنی رکھی ہے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ سب سے افضل عمل محض اللہ کریم کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھنا ہے۔

حکایت :امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے مفسرین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو راحت جاں ﷺ سے نہایت محبت تھی وہ آپ سے جدائی پر صبر نہ کر سکتے تھے۔ ایک دن وہ آپ کے پاس اس حالت سے آئے کہ رنگ متغیر اور جسم ناتواں ہو رہا تھا۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے ان سے سبب دریافت کیا وہ بولے یا نبی ﷺ واللہ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے مگر مجھے آخرت یاد آئی تھی اور نیز ایک دن گذر گیا تھا اور مجھے آپ کا دیدار میسر نہ ہوا تھا۔ میں آپ کا بڑا مشتاق ہو رہا تھا۔ اب اس سوچ میں ہوں کہ دیکھئے آخرت میں میری کیفیت کیا ہوتی ہے کیونکہ اگر میں جنت میں گیا بھی تو غلاموں کے ساتھ ہوں گا اور آپ نبیوں کی جماعت میں تشریف فرما ہوں گے پھر بھلا مجھے کبھی آپ کا دیدار کیوں میسر ہونے لگا اور آپ کی جدائی سے مجھے صبر آنے کا نہیں' دیکھئے کیا گزرے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اولیائے الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا۔

اللہ قادر و کریم ہم سب پر لطف و کرم فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین ﷺ

امیدوار شفاعت محبوب کریم ﷺ

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

چیف آرگنائزر بزم عشاق
حضرت علامہ مولانا

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

کی جانب سے

عاشقوں صادقوں کے لئے

عظیم تحائف

اسمائے محبوب ﷺ	در محبوب ﷺ	عکس حسن محبوب ﷺ
ادائے محبوب ﷺ	حیات محبوب ﷺ	کمالات محبوب ﷺ
آداب محبوب ﷺ	سیرت محبوب ﷺ	کلام محبوب ﷺ
فرمان محبوب ﷺ	اخلاق محبوب ﷺ	معجزات محبوب ﷺ
محبوب کائنات ﷺ	بزم محبوب ﷺ	یاد محبوب ﷺ
پیغام محبوب ﷺ	گیسوئے محبوب ﷺ	محب اور محبوب ﷺ
حقیقت عشق	عشق اور اہل عشق	حقیقت انساں
ذوق زماں	خیال زماں	عقل اور عشق

تعاون: داتا علی ہجویری کلاتھ ہاؤس، کلاسک گارمنٹس

ٹائٹل پرنٹنگ: جالندھر آرٹ پریس فون: 041-631818